اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (القرآن)

مناقبُ الخلفاءِ الراشدین
مع
عقائدِ العلماءِ الربانیین

جلد دوم



تصنیف لطیف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

ہدیۂ مبارکۃ

برائے

استاذ الاساتذہ، استاذ العلماء، عمدۃ المحققین

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور

از

منجانب

خادم العلماء والمشائخ

نذیر احمد سیالوی عفی اللہ عنہ

اس کتاب میں سید عبد القادر شاہ صاحب کی ''زبدۃ التحقیق'' اور کچھ قاری ظہور احمد فیضی کی دھاندلی کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے۔

اس کا مطالعہ فرمانے کے بعد اگر آپ اس کو مسلکِ اہلسنت کی حقیقی ترجمان پائیں تو اپنے تاثرات ارسال فرمائیں اور اپنے تلامذہ وحلقۂ احباب کو پڑھنے کی ترغیب اور اسکی اہمیت سے آگاہ فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (القرآن)

مناقبُ الخلفاءِ الراشدین
مع
عقائدِ العلماءِ الربانیین

(جلد دوم)

تصنیف لطیف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

نام کتاب	مناقبُ الخلفاءِ الراشدین مع عقائدِ العلماءِ الربانیین (جلد دوم)
مصنف	شیخ الحدیث علامہ نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیۃ
کمپوزنگ	محمد ریاض احمد سعیدی
ناشر	مکتبہ اہل السنۃ پبلی کیشنز، دینہ (جہلم)
اشاعت	اگست 2017ء
تعداد	1100
قیمت	500 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل السنۃ پبلی کیشنز گلی شاندار بیکرز منگلا روڈ دینہ (جہلم)

0321-7641096,0333-5833360,0544-630177

جامعہ محمدیہ معینیہ 214 رب ڈھڈی والا شرقی عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ — فیصل آباد سٹی

041-8544971،0300-8092933

ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کے اکثر و بیشتر مکتبوں پر دستیاب ہوگی

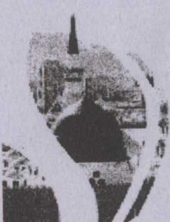
اس لیے پہلے اپنے قریبی مکتبہ سے رابطہ کریں

بسم الله الرحمن الرحيم

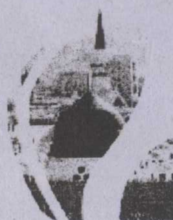
لا اله الا الله محمد رسول الله

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ



اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ



اَللّٰهُمَّ اَجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ

وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا

صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

ھدیۂ عقیدت

بارگاہ حضرات خلفائے راشدین مہدیین

امیر المؤمنین امام المتقین والصدیقین ابوبکر الصدیق

عبداللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہما خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وامیر المؤمنین امام المتقین والعادلین ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سیدا کھول اھل الجنۃ و شبابھا من الاولین والآخرین

بعد النبیین والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین

وامیر المؤمنین امام المتقین والمتصدقین ابوعبداللہ عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

وامیر المؤمنین امام المتقین والواصلین ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

وامیر المؤمنین امام المتقین ابومحمد الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وریحانتہ

بتوسل حجۃ الواصلین برہان الکاملین شمس العارفین

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

وسیدی وسندی وشیخی شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

بامید شفاعت روزِ جزا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی اللہ تعالی عنہ

فہرست مناقب الخلفاء الراشدین (جلد دوم)

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور الاستیعاب فی اسماء الاصحاب:

علامہ ابن عبد البر اندلسی قدس سرہ العزیز نے اپنی تیسری کتاب ''الاستیعاب فی اسماء الاصحاب'' میں بھی اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بڑے اہتمام سے لکھا ہے:

سیدنا ابوبکر الصدیق عبداللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی لکھے ہیں جن میں درج ذیل اشعار بھی ہیں ''واول الناس ممن صدق الرسلا الخ''، اور'' وکان حب رسول اللہ قد سمعوا. خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا''

اور ان اشعار کو سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسرور ہونا بھی بیان کیا ہے لہٰذا یہ صرف صحابی کا کلام نہ رہا بلکہ حدیث مرفوع تقریری ہے۔

ان اشعار میں دیگر مضامین کے ساتھ قبول اسلام میں اولیت اور افضلیت مطلقہ بھی بیان کی گئی ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے: وفی حدیث التخییر. قال علی: فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو المخیر وکان ابوبکر اعلمنا بہ. (الاستیعاب 579/1)

اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ

حضور نبی کریم ﷺ نے وصال مبارک کے قریب ایام میں ارشاد فرمایا:

''ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ''

بیشک اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے دنیا اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو اس نے اس کو پسند کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔''

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ کلام سن کر رونے لگے جس پر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے تعجب کیا کہ اس میں رونے کی کون سی بات ہے؟

تو اس سے تھوڑا عرصہ بعد جب رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا تو حضرات صحابہ کرام کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ سمجھ آئی کہ دراصل وہ عبد مقرب جن کو اختیار دیا گیا تھا اس سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی اپنی ذات اقدس تھی۔ اور اس حقیقت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔

تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث شریف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''فکان رسول اللہ ﷺ ھو المخیر و کان ابو بکر اعلمنا بہ۔''

''وہ عبد مقرب جن کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے لیکن اس حقیقت کو صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھ سکے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔''

قربان جائیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت پر جنہیں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ''اعلم الصحابۃ برسول اللہ ﷺ'' سمجھتے ہیں۔

پھر علامہ ابن عبدالبر نے آپ کی عظمت میں وارد شدہ متعدد احادیث مبارکہ بیان کی ہیں اور بعض میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عظمت کا بیان ہے۔

اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد امت پر خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کا اظہار آپ نے ایسے دلائل کے ساتھ فرمایا ہے جو اس امر میں واضح ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کا اس اعزاز سے مشرف ہونا محبوب تھا۔

پھر اس مضمون کی متعدد احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا آپ کی افضلیت ہی کی وجہ سے آپ کو خلیفہ مقرر کرنا بھی بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد جو ''تمہید'' سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث:

''اجعلوا امامکم خیر کم فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل امامنا خیرنا بعدہ۔''

''اپنے سب سے بہترین اور افضل کو اپنا امام بناؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارا امام اپنے بعد ہمارے سب سے بہترین اور افضل کو بنایا ہے، بھی نقل کی ہے جو عقیدۂ صحابہ کرام میں صریح ہے کہ خیر الصحابۃ اور افضل الصحابۃ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' (الاستیعاب 1/577 تا 582)

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور عقیدۂ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن عبدالبر مالکی قدس سرہ العزیز نے افضلیتِ حضرات شیخین کریمین

رضی اللہ عنہما کے بیان کرنے میں نہایت لطیف اور مفید طریقہ اختیار کیا ہے تا کہ کسی کے لیے انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔اور تذبذب واضطراب میں مبتلا لوگوں کے اطمینان کا سامان بھی ہوجائے اور ہر قسم کے وسوسہ اور مغالطہ کا ازالہ ہوجانے کی وجہ سے سب کے لیے اتباعِ حق آسان ہوجائے اور روشن عقیدہ لوگوں کو مزید تسکین حاصل ہو۔اور یہ واضح ہوجائے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سچی محبت کس شخص کو ہے اور انہیں اپنا امام اور پیشوا کون تسلیم کرتا ہے اور کون بندۂ نفس بن کر اتباعِ ھویٰ پر بضدر رہتا ہے؟

اس لیے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا خلیفہ راشد کرم اللہ وجہہ الکریم کا نظریہ اور عقیدہ نقل کرنے پر اکتفاء کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(الف)''حدثنا خلف بن قاسم (الی ان قال) عن النزال بن سبرۃ عن علی قال:خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر۔ وروی محمد بن الحنفیة و عبد خیر و ابو جحیفة عن علی مثله۔،، (الاستیعاب 582/1)

''حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس امت میں سب سے افضل، امت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور حضرت محمد بن حنفیہ و حضرت عبد خیر و حضرت ابو جحیفہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہم نے اس کی مثل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔،،

حدیث مذکور بغور ملاحظہ کرلیں جسے صحابیٔ رسول حضرت ابو جحیفہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت محمد جو محمد بن حنفیہ کے ساتھ مشہور ہیں اور حضرت عبد خیر

اور حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔علامہ ابن عبدالبر نے تو چار حضرات کا اس جگہ ذکر کیا ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ و دیگر ائمہ اعلام نے فرمایا: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تواتر کے ساتھ مروی ہے اسی (80) سے زیادہ افراد واشخاص اس کے راوی ہیں کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں متعدد مرتبہ منبر پر اسے بیان کیا ہے۔ وللہ الحمد

(ب) حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں آپ کے فضائل ومناقب اور خدمات کا بیان بھی شاندار کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر اس جگہ ذکر نہیں کیا جارہا البتہ مسئلہ افضلیت کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رقمطراز ہیں:

''قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما۔'' (الاستیعاب 77/2)

'' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (مرتبہ فضیلت میں) تمام لوگوں میں سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔''

(ج) وکان علی رضی اللہ عنہ یقول: سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وثنی ابوبکر وثلث عمر ثم حفتنا فتنة یعفو اللہ فیہا عمن یشاء۔'' (الاستیعاب 582/1)

''اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے دنیا سے تشریف لے گئے اور دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تیسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے پھر ہمیں فتنے نے ڈھانپ لیا۔ اس فتنہ کے بارے میں اللہ

تعالیٰ جسے چاہے گا معاف فرمائے گا۔،،

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مقدس سے بھی خوب واضح ہے کہ وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہی کو سب سے اعلیٰ واشرف وافضل اور منبع رشد وہدایت اور فتنوں کے آگے سدِ سکندری سمجھتے تھے اور یہی حقیقت واقعیہ ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جتنے فتنے نمودار ہوئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں موت کی نیند سلا دیا آپ نے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم کارنامے سرانجام دیئے کہ عقل انسانی محوِ حیرت ہے اور ان نفوس قدسیہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد فتنوں کا سلسلہ شروع ہوا حتی کہ حضرتِ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے دور میں سخت پریشان کن صورتحال تھی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کی سزا:

''حدثنا محمد بن عبد الملك (الى ان قال) عن الحكم بن جحل قال علی رضی الله عنه: لا يفضلنی احد علی ابی بكر و عمر الا جلدته حد المفتری۔''
(الاستیعاب 583/1)

''جو شخص بھی مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا تو میں اسے مفتری کی حد (اسی 80 کوڑے) لگاؤں گا۔''

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قطعی ہے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ محض ظنی امر میں حد کا اعلان ہرگز نہ کرتے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

صاحب زبدہ کی کرم فرمائی:

یہ ہے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق اور ان کا نظریہ اور عقیدہ جو ہمارے آقا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور اس کا منکر اس سزا کا مستحق ہے جو سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سنائی ہے اور فقیر راقم الحروف نے علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ اور عقیدہ کی تفصیل ان کی تین کتب الاستذکار، التمہید، الاستیعاب سے ہدیہ ناظرین کردی ہے۔

جبکہ صاحبِ زبدہ نے اس حقیقت واقعیہ کے برعکس انہیں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکرین میں شامل کردیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور ان کی چند عبارات کا مفہوم ومعنی ان کے نظریہ اور عقیدہ کے خلاف اپنی طرف سے اختراع کرکے ان پر تھوپ دیا ہے اور پھر اسے مذہبِ مالکی کی ترجمانی قرار دیدیا ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

ضروری تنبیہ:

صاحبِ زبدہ نے جو کرنا تھا کرگزرے لیکن صاحبِ عمدۃ التحقیق مولانا قاضی محمد عظیم نقشبندی زید مجدہ پر بھی نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے صاحبِ زبدہ کی زیادتی کی تحقیق کرنے کی بجائے اہل سنت کے عظیم امام جن کی سنیت کے لیے زبردست خدمات ہیں اور انہوں نے اپنی کتب میں شیعہ اور روافض کی خوب تردید

کی ہے اور جن کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور اس کا منکر حدِ مفتری کا مستحق ہے، انہیں زمرۂ اہل سنت سے ہی خارج قرار دیکر اہل تشیع میں شامل کردیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ چنانچہ موصوف مذکور رقمطراز ہیں:

ضروری یادداشت:

مؤلفہ سید عبدالقادر شاہ زبدۃ التحقیق کے بڑے مصادر (تا)

(5) الاستذکار ابن عبدالبر اندلسی: اہل تشیع ہے اس کی تحریرات ہی واضح دلائل ہیں۔

عمدۃ التحقیق جلد اول (بعد از فہرست)

اشاعت: جمادی الثانی 1432ھ بمطابق مئی 2011ء

مسئلۂ افضلیت میں مذہب اہل سنت اور امام یحییٰ بن معین کا ارشاد:

(1) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"واخبرنا احمد بن زکریا (الی ان قال) ھارون بن اسحاق یقول: سمعت یحیی بن معین یقول: من قال ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم و عرف لعلی سابقته و فضله فھو صاحب سنة. ومن قال ابوبکر و عمر و علی و عثمان و عرف لعثمان سابقته و فضله فھو صاحب سنة.

فذکرت له ھؤلاء الذین یقولون: ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم و یسکتون، فتکلم فیھم بکلام غلیظ۔" (الاستیعاب 2/56-57)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ ہارون بن اسحاق سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے

ہوئے سنا: جس شخص نے کہا: حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم (تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے افضل ہیں) اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت پہچانی تو وہ صاحب سنت (سنی) ہے۔ اور جس شخص نے کہا: حضرات ابوبکر وعمر وعلی وعثمان رضی اللہ عنہم (تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے افضل ہیں) اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت پہچانی تو وہ (بھی) صاحبِ سنت (سنی) ہے۔

تو ہارون بن اسحاق کہتے ہیں: میں نے حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کا ذکر کیا جو کہتے ہیں: حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور خاموش ہو جاتے ہیں، تو یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں سخت کلام کیا۔

عبارت منقولہ کی مختصر تشریح:

امام اہل سنت حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ جو شخص حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیب فضیلت اس طرح بیان کرتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت کا بھی معترف ہے تو وہ شخص صاحبِ سنت یعنی سنی العقیدہ ہے

اور جو شخص حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیبِ فضیلت یوں بیان کرتا ہے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھتا ہے کہ: افضل الصحابۃ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت کا معترف ہے تو وہ شخص بھی سنی ہے

توہارون بن اسحاق کہتے ہیں پھر میں نے حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کا ذکر کیا جو ترتیب فضیلت یوں بیان کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں کہ: سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ بس اس پر خاموش ہوجاتے ہیں (دراصل وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرتے تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت تسلیم ہی نہیں کرتے تھے) تو ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ نے شدید کلام کیا اور ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے، کیونکہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر اہل حق کا اجماع اور اتفاق ہوچکا ہے تو پھر چوتھے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

(2) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"عن یحیی بن معین انہ قال: خیر ھذہ الامۃ بعد نبینا ابوبکر و عمر، ثم عثمان ثم علی، ھذا مذھبنا و قول ائمتنا۔ و کان یحیی بن معین یقول: ابوبکر و عمر و علی و عثمان۔" (الاستیعاب 57/2)

"حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اس امت میں سب سے بہترین اور افضل ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور ہمارے ائمہ کرام کا قول اور نظریہ ہے اور حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ (یوں بھی) کہتے تھے۔ ابوبکر وعمر وعلی وعثمان رضی اللہ عنہم۔،،

یہ عبارت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ مذہب اہل سنت اور ائمہ اہل سنت کا موقف اور نظریہ یہی ہے کہ ترتیب فضیلت یہی ہے جو اس عبارت میں پہلے بیان کی گئی ہے البتہ حضرت یحییٰ بن معین یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا عقیدہ رکھتا ہے اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا درجہ مانتا ہے اور ان کے فضائل وکمالات بھی تسلیم کرتا ہے تو وہ بھی سنی ہے۔

حاصل کلام:

ترجمان اہل سنت حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ صاحبِ سنت یعنی سنی، ہونے کے لیے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اس بارے میں علمائے اہل سنت میں کسی دوسری رائے کی گنجائش نہیں ہے البتہ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے۔

اور مذہب اہل سنت اور ائمہ اہل سنت کا قول اور نظریہ یہی ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درجہ اور مقام ہے اور ان کے بعد

حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی تمام امت سے افضل ہیں۔ھذا مذھبنا و قول ائمتنا۔یہ ہمارا مذہب ہے اور ہمارے ائمہ کرام کا قول اور نظریہ ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت امام یحیی بن معین رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اس نظریہ کے خلاف حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر افضلیت یا دونوں حضرات میں توقف اور سکوت کا قول، اسے مذہب اہل سنت نہیں کہا جا سکتا، بلکہ قولِ بعض قرار دیا جائے گا تاہم یہ سنیت سے خروج نہیں ہے۔

جبکہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لینا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت تسلیم ہی نہ کرنا، اور ایسے ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط اور غلو کرنا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت کا اعتراف ہی نہ کرنا، بلاشبہ سنیت سے خروج ہے۔اس لیے کہ سنی ہونے کے لیے دونوں حضرات کی عظمتیں تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ میں اختلاف سلف اور علامہ ابن عبد البر کی تحقیق:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قال ابو عمر: وقف جماعة من ائمة اهل السنة والسلف فی علی و عثمان رضی الله عنهما فلم یفضلوا احدا منهما علی صاحبه، منهم مالك بن انس و یحیی بن سعید القطان۔

واما اختلاف السلف فی تفضیل علی فقدذکر ابن ابی خیثمة فی کتابه من ذلك مافیه کفایة، و اهل السنة الیوم علی ما ذکرت لك من

تقديم ابي بكر فی الفضل علی عمر وتقديم عمر علی عثمان و تقديم عثمان علی علی رضی الله عنهم ،و علی هذا عامة اهل الحديث من زمن احمد بن حنبل الا خواص من جلة الفقهاء و ائمة العلماء فانهم علی ما ذکرنا عن مالك و يحيی القطان وابن معين، فهذا مابين اهل الفقه والحديث فی هذه المسألة وهم اهل السنة واما اختلاف سائر المسلمين فيطول ذکره۔

(الاستيعاب 58/2)

ابوعمر (علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کہا:

ائمہ اہل سنت اور سلف سے ایک جماعت نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں توقف کیا ہے۔انہوں نے ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کو اس کے صاحب پر فضیلت نہیں دی، ان ائمہ اہل سنت سے امام مالک بن انس اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہا اللہ تعالیٰ ہیں۔

اور رہا تفضیل علی رضی اللہ عنہ میں سلف کا اختلاف، تو ابن ابی خیثمہ نے اپنی کتاب میں اس کے متعلق ضرور وہ کچھ ذکر کیا ہے جو کافی ہے اور اہل سنت آج اس موقف اور نظریہ پر ہیں جو میں نے تجھے ذکر کر دیا ہے یعنی فضیلت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تقدیم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقدیم ،اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث (یعنی عامۂ محدثین) اس موقف اور نظریہ (حضرت عثمان کی حضرت علی پر تقدیم رضی اللہ عنہما) پر ہیں مگر اجلہ فقہا، اور ائمۃ العلما، میں سے خواص لوگ، اس لیے کہ بیشک وہ لوگ اس نظریہ اور عقیدہ پر ہیں جو ہم نے امام مالک اور یحییٰ القطان

اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ذکر کیا ہے۔

یہ ہے جو فقہاء اور محدثین کے مابین اس مسئلہ میں (کلام اور اختلاف) ہے اور وہی اہل سنت ہیں۔ اور رہا باقی مسلمانوں کا تفضیل میں اختلاف، تو اس کا ذکر طویل ہو جائے گا۔ (اس لیے اس کے بیان کے درپے نہیں ہوتے)

فوائد عبارت:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبارت منقولہ میں مسئلہ تفضیل میں اہل سنت کے درمیان اختلاف کی اصل حقیقت اور نوعیت واضح کر دی ہے۔

فائدہ اولیٰ:

عبارت کے پہلے حصہ میں بتایا ہے کہ ائمہ اہل سنت سے ایک جماعت (اگرچہ وہ قلیل افراد ہیں) نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں توقف کیا ہے یعنی ان میں سے کسی کو دوسرے سے افضل قرار نہیں دیا، تا آخر۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت امام مالک اور بعض دوسرے اہل علم جو توقف کے قائل ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت کا بھی نظریہ اور عقیدہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل مانیں بلکہ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور ایسے ہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل میں توقف والے نظریہ اور قول سے رجوع اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ اختیار کرنے کی صراحت بھی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں گزر چکی ہے۔ اور خود علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

فائدہ ثانیہ:

عبارت منقولہ کا دوسرا حصہ: واما اختلاف السلف فی تفضیل علی فقد ذکر ابن ابی خیثمۃ فی کتابہ من ذلك ما فیہ کفایۃ۔

اس میں علامہ ابن عبدالبر نے پتے کی بات کی ہے کیونکہ اس سے متعدد اُمور کی وضاحت ہوگئی ہے۔

(الف) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلافِ سلف کی جو بات کی ہے تو اس کا اصل ماخذ بیان کردیا ہے کہ وہ امام ابوبکر احمد بن ابی خیثمۃ زہیر بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب: التاریخ الکبیر المعروف بِ تاریخ ابن ابی خیثمۃ ہے۔

(ب) اس بات کی وضاحت بھی کردی ہے کہ کتاب مذکور میں اس اختلاف کا بیان کافی ووافی ہے اس کے بعد کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اب کتاب مذکور کی طرف مراجعت سے اصل حقیقت تک رسائی میں کچھ دشواری نہ رہنا بھی واضح بات ہے۔

تو بحمد اللہ تعالیٰ امام ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ ان اسلاف کے اختلاف کی نوعیت کیا ہے اور ان کی مراد کونسی تفضیل ہے؟ جس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے کہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلافِ سلف کا دعویٰ کرنے والے خلط مبحث کا شکار ہو چکے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ علامہ ابن عبدالبر

کے اپنے ہی قلم کی رہنمائی سے ان تمام حقائق سے نقاب کشائی ہوگئی ہے اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اسلاف اہل سنت میں اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہونا دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگیا ہے۔

اس لیے کہ محدث ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض اسلاف سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے اس کا محل نزاع اور موضوع بحث تفضیل سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ محدث ابن ابی خیثمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل جزئیہ نقل کیے ہیں جبکہ ان فضائل جزئیہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اختلافی امر ہے کیونکہ ان کا خصائص علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہونا بذات خود اختلافی ہے۔

لہٰذا اس اختلافِ سلف کا مسئلہ افضلیت مطلقہ میں حوالہ دینا ہی بعض فضلاء کی غلطی اور خلط مبحث ہے جس میں علامہ ابن عبد البر خود بھی مبتلا ہوئے ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ محدث ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفضیل یا افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ بھی اسلاف سے نقل نہیں کیا اور نہ ہی خود لکھا ہے اس کے باوجود خواہ مخواہ ہی ''اختلاف السلف فی تفضیل علی رضی اللہ عنہ'' یا ''اختلف السلف فی تفضیل علی و ابی بکر'' کا عنوان قائم کرلیا گیا ہے۔

محدث ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبولِ اسلام میں اولیت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے میں اولیت کی سعادت کس صحابی کو حاصل ہوئی اور حوض کوثر پر پہلے کون وارد ہوگا اور اس طرح بعض دیگر اوصاف کے بارے میں روایات درج کی ہیں۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: ان اُمور کا خصائص علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہونا اگر ثابت

ہو بھی جائے پھر بھی تفضیل علی رضی اللہ عنہ میں اختلافِ سلف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ افضلیت مطلقہ جو اہل سنت اور مبتدعہ کے درمیان محل نزاع اور اختلافی امر ہے اس سے ان روایات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ افضلیت مطلقہ، صرف قبول اسلام میں اولیت سے عبارت نہیں ہے اور ایسے ہی ادائے نماز میں اولیت یا حوض کوثر پر ورود میں اولیت افضلیت مطلقہ نہیں ہے جیسا کہ ابتدائی مباحث میں تفصیل گزر چکی ہے۔

اگر قبول اسلام میں اولیت سے افضلیت مطلقہ ثابت ہو جاتی ہے پھر تو حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ افضل الامت ٹھہرے کیونکہ بعد از بعثت سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق اور آپ پر ایمان کی سعادت حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے حاصل کی ہے جیسا کہ کتب احادیث وسیر سے خوب واضح ہے۔

نیز اگر قبول اسلام کی ترتیب کے ساتھ ترتیبِ افضلیت مطلقہ مربوط ہے پھر تو حضرت بلال اور حضرت زید اور ان کے علاوہ کثیر صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا لازم آئے گا حالانکہ عظمتِ صحابہ کرام سے باخبر کوئی شخص بھی بقائمی ہوش وحواس اس کا قائل نہیں ہوسکتا۔ اس سے واضح ہوا کہ بالفرض اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی اسلام قبول کیا ہو پھر بھی اس سے افضلیت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔

جب کہ صورتحال یہ ہے محدث ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلاف کرام سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔ جب یہ امر یقینی ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل اور حضرت

خدیجۃ الکبریٰ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ نے اسلام قبول کیا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو پھر اس بات پر اصرار اور ضد کرنے کا کیا جواز ہے کہ اول المسلمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

جبکہ دوسری طرف یہ اختلاف ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے قبول اسلام میں اولیت کا شرف پایا ہے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ تو بتایا ہے کہ ایک جماعتِ علماء کے نزدیک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اولیت حاصل ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہے جبکہ اظہار اسلام اور اس کی تبلیغ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی نصرت وحمایت اور آپ کی ذات اقدس کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری اور ان امور کی وجہ سے اذیت وتکلیف پر صبر کرنے میں اولیت کی سعادت بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔ اور ادائے نماز میں اولیت کے بارے میں بھی روایات مختلفہ ہیں۔

مذکورہ حقائق سے واضح ہوا کہ ان صفات وافعال میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے اولیت ماننے والے اسلاف نے ان کیلئے افضلیت مطلقہ کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ صرف فضیلت خاصہ کا دعویٰ کیا ہے اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اہل سنت میں اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہونا ایک حقیقت واقعیہ ہے اس عقیدہ کے حوالے سے اگر کسی کو غلط فہمی تھی تو اس کا ازالہ ہونے پر اس نے اپنی غلطی سے رجوع کر لیا تھا۔ وللہ الحمد۔

فائدہ ثالثہ:

عبارت کا تیسرا حصہ: واھل السنۃ. الخ

اس میں بتایا ہے کہ اس زمانہ میں اہل سنت اس موقف اور نظریہ پر ہیں کہ فضیلت میں تقدیم شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین کی حضرت علی مرتضیٰ پر تقدیم ہے رضی اللہ عنہما۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے عامۂ محدثین کا یہی موقف ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین حضرت علی مرتضیٰ سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما، مگر کچھ خواص فقہاء کا وہی نظریہ ہے جو امام مالک، یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہم نے نقل کیا ہے یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں توقف اور آخر میں صراحت کردی ہے کہ اس مسئلہ میں اہل فقہ اور محدثین میں صرف یہی اختلاف ہے جو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے اور فقہاء ومحدثین ہی اہل سنت ہیں۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بیان سے بھی واضح ہوا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل سنت میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے اگر اختلاف ہے تو صرف حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔

باقی رہا ان حضرات کے بارے میں کچھ اکابر کی اقتداء میں بعض فقہاء کا توقف، تو ان اکابر میں سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض دوسرے حضرات نے بھی توقف والے نظریہ سے رجوع کرلیا تھا اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کا توقف والے اکابر میں ذکر کرنا اگر علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے تسامح پر مبنی نہیں ہے بلکہ واقعی طور پر وہ توقف کے قائل تھے تو پھر بالیقین انہوں نے بھی اس سے رجوع کرلیا تھا اس لیے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا موقف اور

نظریہ ''الاستیعاب،، میں لکھا ہے:

عن یحیی بن معین انه قال: خیر هذه الامة بعد نبینا ابوبکر وعمر ثم عثمان ثم علی. هذا مذهبنا وقول ائمتنا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور ہمارے ائمہ کا قول اور نظریہ ہے۔ وللہ الحمد

تو جب حضرت یحییٰ بن معین کی تحقیق یہی ہے کہ مذہب اہل سنت اور ائمہ اہل سنت کا قول یہی ہے کہ حضرات شیخین کریمین کے بعد حضرت عثمان افضل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو وہ توقف کے قائل تو نہ ہوئے۔

تفضیل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اختلافِ سلف کی اصل حقیقت

از تاریخ ابن ابی خیثمہ:

عظیم محدث و مؤرخ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 279ھ رقمطراز ہیں:

''(خدیجة بنت خویلد رضی الله عنها) فکان اول من آمن برسول الله صلی الله علیه وسلم فیما قال محمد بن مسلم بن شهاب الزهری وعبدالله بن محمد بن عقیل بن ابی طالب (الی ان قال) فکانت خدیجة اول الناس ایمانا بما انزل الله علی رسوله (الی ان قال) صلی النبی علیه السلام اول یوم الاثنین وصلت خدیجة آخر یوم الاثنین. کذا یقول ابن عباس.

(علی بن ابی طالب رضی الله عنه) (الی ان قال) عن ابن عباس قال: وکان یعنی علی بن ابی طالب اول من آمن من الناس بعد خدیجة.

كذا قال هولاء:اول من اسلم خديجة .وقال غيرهم:ابو بكر الصديق۔

(اول من اظهر اسلامه)(الی ان قال) عن مجاهد قال:اول من اظهر اسلامه رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر۔

(عمرو بن عبسة)(الی ان قال) عن ابی امامة عن عمرو بن عبسة، قال سمعته، یقول:لقد رایتنی وانی لربع الاسلام۔

(ابوبکر وبلال رضی الله عنهما۔ عمرو بن عبسة)(الی ان قال) عن عمرو بن عبسة قال:اتیت النبی صلی الله علیه وسلم بمایقال له عکاظ فقلت لرسول الله، من بایعک علی هذا الامر؟قال: من بین حر وعبد، فاقیمت الصلاة فصففنا خلفه انا وابوبکر وبلال وانا یومئذ ربع الاسلام (الی ان قال)

قال: عمرو بن مرة: ذکرت لابراهیم النخعی حدیثا فانکره وقال: ابوبکر الصدیق یعنی: اول من اسلم (الی ان قال) قال محمد بن کعب القرظی: کان ابوبکر اول من اظهر اسلامه (الی ان قال) عن عمرو بن عبسة السلمی قال: اُتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت: یارسول الله من تبعک علی هذا الامر؟ قال: "حر وعبد" (الی ان قال)

و اما محمد بن اسحاق فجعل بعد خدیجة بنت خویلد علی بن ابی طالب (الی ان قال)

عن مجاهد:اسلم بعد ما انزل علی النبی علیه السلام هلی ..عن مجاهد قال: اول من اظهر اسلامه رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر (الی ان قال) اخبرنی عمرو بن مرة قال: سمعت اباحمزة الانصاری قال سمعت

زید بن الارقم یقول: اول من صلی مع رسول اللہ صلی علیہ وسلم علی بن ابی طالب۔

قال عمرو بن مرۃ: فذکرت ذلک لابراھیم النخعی فانکرہ و قال: ابوبکر، یعنی: الصدیق۔'' (تاریخ ابن ابی خیثمۃ 1/156تا163)

''حاصل عبارت یہ ہے کہ (حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا) سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری اور عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب حضرت ابن عباس اور حضرت ابورافع اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے (تا) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ نازل فرمایا اس پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں (تا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیر کے دن کے پہلے حصہ میں نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پیر کے پچھلے حصہ میں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

(حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) (تا) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب لوگوں سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

ان علماء نے ایسا ہی کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا ہے۔ اوران کے علاوہ دوسرے علماء نے کہا ہے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔

(اول من اظھر اسلامہ)

(تا) مجاہد تابعی نے کہا: سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے اسلام ظاہر کیا۔

(عمرو بن عبسة)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: کہ میں نے خود کو دیکھا ہے کہ میں اسلام کی چوتھائی ہوں۔

(یعنی اسلام صرف چار اشخاص پر مشتمل تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت بلال اور چوتھے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہم)

(تا) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں عکاظ کے مقام پر (عکاظ: نخلہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں جاہلیت میں بازار بھی لگتا تھا) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اس امر (دین اسلام) پر کس نے آپ کی بیعت کی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آزاد اور ایک غلام نے پھر نماز قائم کی گئی تو میں نے اور حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور میں اس دن اسلام کا ربع (چوتھا حصہ) تھا (یعنی اسلام چار اشخاص وافراد پر مشتمل تھا)۔

(تا) عمرو بن مرہ نے کہا: میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یعنی سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا ہے۔

(تا) محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام ظاہر کیا ہے۔ (تا) حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا تو عرض کیا: یارسول اللہ اس امر (دین اسلام) پر آپ کی کس شخص نے پیروی کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "حر و عبد" ایک آزاد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے: فصففنا خلفه انا وابو بکر وبلال)

(تا) مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نبوت نازل کیے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا (تا) مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے انہوں نے کہا: سب سے پہلے جس نے اسلام ظاہر کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(تا) عمرو بن مرہ نے کہا: میں نے ابوحمزہ انصاری سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے پہلا وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

عمرو بن مرہ نے کہا: میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ حدیث ذکر کی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور فرمایا: حضرت ابوبکر یعنی صدیق رضی اللہ عنہ (پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے)،،

(تاریخ ابن ابی خیثمہ)

ان روایات کو بغور ملاحظہ فرمالیں کیا اسلاف کرام سے کسی نے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان روایات میں صرف قبولِ اسلام اور ادائے نماز میں اولیت کے بارے میں اختلاف کا بیان ہے۔

محدث ابن ابی خیثمہ کی بیان کردہ تین روایات مرفوعہ:

(1) ”حدثنا عبدالسلام بن صالح (الی ان قال) عن سلمان قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اول الناس ورودا علی الحوض یوم القیامۃ اولکم اسلاما: علی بن ابی طالب۔

(2) (الی ان قال) حدثنا عبدالسلام بن صالح (الی ان قال) عن موسی بن القاسم التغلبی قال: حدثتنی لیلی الغفاریۃ (الی ان قال) فحدثت ان رسول اللہ قال لعائشۃ: ھذا علی بن ابی طالب اول الناس ایمانا۔

(3) حدثنا عبدالسلام بن صالح (الی ان قال) عن ابی ذر، قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی: انت اول من آمن بی وصدقنی وانت الصدیق الاکبر۔ (تاریخ ابن ابی خیثمۃ 1/164-165)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے پاس حوض کوثر پر آنے میں، سب لوگوں سے پہلا شخص (وہ ہے) جو اسلام لانے میں تمہارا پہلا ہے: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (تا)

حضرت لیلی غفاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہے جو ایمان لانے میں سب لوگوں سے پہلا شخص ہے (تا) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: جو لوگ مجھ پر ایمان لائے ہیں اور میری تصدیق کی، ان سب میں پہلا شخص تو ہے اور تو ہی صدیق اکبر ہے۔،،

روایات مرفوعہ کی فنی حیثیت کا بیان:

تین روایات مرفوعہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے اسلام قبول کرنا، ایمان لانا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنا بیان کیا گیا ہے۔

پہلی روایت میں روز قیامت سب سے پہلے حوض کوثر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنا بھی بیان کیا گیا ہے۔

اور تیسری روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وانت الصدیق الاکبر۔ اور تو ہی صدیق اکبر ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: زیر بحث افضلیت صرف قبول اسلام یا حوضِ کوثر پر ورود میں اولیت سے عبارت نہیں ہے اور نہ ہی کسی روایت میں صدیق اکبر کا لقب مذکور ہونے کا نام ہے۔ تاہم صرف اس حقیقت کی وضاحت کے لیے کہ آیا یہ روایات نفس الامری طور پر ثابت ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعی طور پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلا مسلم اور پہلا مؤمن اور صدیق اکبر قرار دیا ہے؟

تو اس حقیقت کا جاننا کچھ دشوار نہیں ہے اس لیے کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل اور حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اول المسلمین اور اول

المؤمنین قرار دیں۔ نیز بچپن اور کم عمری میں اسلام لانے اور حضور نبی کریم ﷺ کے زیر پرورش ہونے کی وجہ سے ان کے ایمان اور تصدیق کے سبب ماحول متأثر نہیں ہوا تھا اور دوسروں کے ایمان اور تصدیق کا سبب نہیں بنے تھے بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، کہ ان کے ایمان اور تصدیق کے سبب اکابر صحابہ کرام کو ایمان اور تصدیق کی توفیق نصیب ہوئی اور ان کی تبلیغ کے ساتھ انہیں قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی تو جب یہ امر بھی قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہ سب سے پہلے تصدیق کی ہے اور نہ ہی آپ کے ایمان اور تصدیق سے ماحول پر وہ اثرات مرتب ہوئے جو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان اور تصدیق پر مرتب ہوئے تھے تو ان حقائق واقعیہ کے باوجود یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پوری اُمت مسلمہ میں صدیق اکبر قرار دیں۔

(اور قاری ظہور احمد فیضی صاحب کی دھاندلی کی حقیقت ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں واضح کی جائے گی)

اس مختصر کلام سے واضح ہوا کہ از روئے درایت ان روایات میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ اب از روئے روایت ان کی حقیقت واضح کی جاتی ہے۔

وباللہ التوفیق۔

ان روایات میں سے کوئی روایت بھی ثابت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان روایات کی سند میں ایک راوی عبدالسلام بن صالح ہروی نیشاپوری ابوالصلت ہے جو رافضی خبیث اور روایت حدیث میں کذاب ہے۔ کثیر ائمہ اعلام نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

عبدالسلام بن صالح بن سلیمان...ابو الصلت الھروی (الی ان قال) قال البرقانی عن الدارقطنی کان رافضیا خبیثا (الی ان قال) قلت: و قال العقیلی: رافضی خبیث و قال مسلمة عن العقیلی کذاب و قال ابن حبان لایجوز الاحتجاج به اذا انفرد و قال الحاکم والنقاش و ابو نعیم روی مناکیر (الی ان قال) و قال محمد بن طاھر: کذاب۔

(تہذیب التھذیب 285/6 تا 287)

عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ۔۔۔ابوالصلت الہروی (تا) برقانی نے عبدالسلام بن صالح ابوالصلت کے بارے میں امام دارقطنی سے روایت کیا ہے کہ وہ رافضی خبیث ہے (تا) اور امام عقیلی نے کہا: رافضی خبیث ہے۔اور مسلمہ نے امام عقیلی سے روایت کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور امام ابن حبان نے کہا: جب وہ (کسی حدیث یا قول کی روایت میں) منفرد ہو تو اس کے ساتھ حجت پکڑنا جائز نہیں ہے اور حاکم ونقاش وابونعیم نے کہا: اس نے مناکیر (روایات منکرہ) روایت کی ہیں (تا) اور محمد بن طاہر نے کہا: وہ کذاب ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"عبدالسلام بن صالح ابو الصلت الھروی اتھمه بالکذب غیر واحد

(تنزیه الشریعة المرفوعة 79/1)

عبدالسلام بن صالح ابوالصلت الہروی کو کثیر ائمہ اعلام نے روایتِ حدیث میں جھوٹ بولنے کے ساتھ متہم ٹھہرایا ہے۔"

''وقال ابن عدی له احادیث مناکیر فی فضل اهل البیت وهو متهم فیها۔'' (تہذیب التہذیب 286/6)

''اور ابن عدی نے فرمایا: عبدالسلام بن صالح نے اہل بیت کرام کی فضیلت میں روایات منکرہ، روایت کی ہیں اور وہ ان روایات میں (کذب اور وضع کے ساتھ) متہم ہے۔''

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ذہبی سے نقل کیا کہ انہوں نے لیلیٰ غفاریہ والی روایت مزید کچھ اضافہ کے ساتھ عبدالسلام بن صالح سے نقل کرنے کے بعد لکھا:

''قلت: اسنادہ ظلم وعبدالسلام ابو الصلت متھم، انتھی۔'' (لسان المیزان 127/6)

''میں کہتا ہوں: کہ اس کی سند ظلم ہے اور عبدالسلام ابوالصلت (احادیث وضع کرنے اور اسانید ترتیب دینے کے ساتھ) متہم ہے۔

جب عبدالسلام بن صالح کا حال یہ ہے جو آپ پڑھ چکے۔ تو بحمد اللہ تعالیٰ نقدِ رجال میں ماہرین ائمہ فن کے ارشادات سے واضح ہوا کہ ان روایات مرفوعہ سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ اور بلاشبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق ہیں اور اپنے سے کم درجہ صدیقین کی نسبت اکبر بھی ہیں۔ لیکن جہاں تک پوری امت مسلمہ میں صدیق اکبر ہونے کا تعلق ہے تو بلاشک وشبہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقب صدیق کے ساتھ یاد فرماتے تھے جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہے۔ اور جنہیں بشمول علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات صحابہ کرام علیہم

الرضوان صدیق کہہ کر پکارتے تھے اور جنہیں آج تک تمام امت مسلمہ صدیقین کا سردار مانتی ہے۔

لہٰذا کسی ناعاقبت اندیش کے کوئی روایت مرفوعہ وضع کر لینے سے حضرت امام الصدیقین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق اصغر ہونا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر ہونا واقع اور نفس الامر میں ثابت نہیں ہوسکتا۔ یاد رہے کہ اکابر ارباب طریقت کی تصریحات بھی بکثرت موجود ہیں کہ صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہی ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

بحمدہ تعالیٰ تاریخ ابن ابی خیثمہ کے اس مقام سے خوب واضح ہو گیا کہ بعض اسلاف نے کچھ فضائل جزئیہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیان کئے ہیں اور زیر بحث افضلیت کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور تفضیل علی رضی اللہ عنہ میں اختلاف سلف کا دعویٰ کرنے والے خلطِ مبحث کا شکار ہیں حقیقت واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے فضیلت جزئیہ اور فضیلت مطلقہ کے درمیان فرق ہی نہیں کیا ورنہ اتفاقی اور اجماعی مسئلہ کو اختلافی کہنے کی جسارت نہ کرتے اور جہاں تک فضائل جزئیہ اور خصائص کا تعلق ہے تو اس میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کی کیا خصوصیت ہے دوسرے بعض صحابہ کرام کے لئے بھی بعض ایسے فضائل وخصائص ثابت ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں حضرات کے لئے نہیں ہیں۔

تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ تفضیل ابوبکر صدیق وابی بن کعب رضی اللہ عنہما میں سلف کا اختلاف ہے یا تفضیل علی مرتضیٰ وامین الامۃ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما میں سلف کا

اختلاف ہے؟ جب یہ کہنا درست نہیں ہے تو پھر خلطِ مبحث کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ کہنا: کہ تفضیل علی وابوبکر رضی اللہ عنہما میں سلف کا اختلاف ہے کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

تفضیل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اختلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر کی ایک عبارت:

تفضیل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اختلافِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ثابت کرنے کے لئے علامہ ابن عبدالبر کی ایک عبارت بڑے اہتمام سے پیش کی جاتی ہے راقم الحروف اس کی حقیقت بھی واضح کردیتا ہے۔ علامہ موصوف رقمطراز ہیں

"و روی عن سلمان وابی ذروالمقداد وخباب وجابر وابی سعید الخدری و زید بن الارقم ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول من اسلم و فضلہ ہولاء علی غیرہ۔" (الاستیعاب 42/2)

"حضرت سلمان اور ابوذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور ان حضرات صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر فضیلت دی ہے۔"

الجواب:

عبارت منقولہ کسی اشتباہ کا سبب اور موجب ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس میں فضلہ ہولاء علی غیرہ۔ ان حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے ماسوا پر

فضیلت دی ہے۔تو وجہ فضیلت پہلے حصہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول من اسلم کہ ان حضرات کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔

تو اس سے خوب واضح ہے کہ قبول اسلام میں اولیت کا شرف پانے میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر فضیلت دی ہے۔

اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ یہ فضیلت جزئیہ ہے لہٰذا ان حضرات کا یہ نظریہ حضرات ابوبکر صدیق وعمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت مطلقہ پر اجماعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے منافی اور مخالف ہرگز نہیں ہے۔ وللہ الحمد

حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

علامہ ابن عبدالبر کا مغالطہ:

حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت عہد نبوی میں بیان کئے جانے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث شریف متعدد کتب احادیث کے حوالہ جات سے گزر چکی ہے یہ حدیث بلاشک وشبہ حدیث مشہور ہے کیونکہ صرف مذکورہ روایات ہی میں پانچ جلیل القدر تابعین کرام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اور نیچے والے مراحل میں راویوں کی کثرت میں مزید اضافہ ہے۔

اس کی صحت پر علمائے اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے اکابر محدثین کرام کا حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کے بیان میں اپنی کتب مبارکہ میں اسانید صحیحہ وحسنہ کیساتھ اسے روایت کرنا اور مسئلہ افضلیت کے

بیان میں کتب عقائد میں بغیر کسی اعتراض کے ائمہ متکلمین کا اس حدیث کو قبول کرنا اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع کے بیان میں عہد نبوی میں تقدیم شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر عمل صحابہ کرام کی دلیل کے طور پر تمام ائمہ اہل سنت کا اس حدیث کو سرِ فہرست پیش کرنا اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابۃ ہونے پر عمل صحابہ کرام کے ثبوت کے طور پر جمہور علماء اعلام کا اس حدیث شریف سے استدلال کرنا،

ان تمام امور سے یہ حقیقت دوپہر کے سورج کی طرح واضح اور روشن ہے کہ اس حدیث کی صحت پر تمام علمائے اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اور پانچویں صدی ہجری سے پہلے کسی سنی صاحب علم کے دل و دماغ میں اس حدیث کی سند یا متن کے بارے میں کوئی شبہ اور وسوسہ بھی واقع نہیں ہوا، البتہ پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابن عبدالبر اندلسی مالکی قدس سرہ العزیز کو اس کا مفہوم و معنی سمجھنے میں زبردست مغالطہ لگا تو بفضلہٖ تعالیٰ علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے ان کے مغالطہ کا پورے طور پر ازالہ اور ان کے شبہات کا شافی جواب دیا ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصرین اور ان کے بعد اب تک کے علمائے اہل سنت حدیث مذکور کی سند اور متن کی صحت اور اس کے مفہوم و معنی کے حقیقت واقعیہ ہونے پر متفق و متحد ہیں لیکن کچھ لوگ صرف اور صرف تعصب کی وجہ سے عظمتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں عوام اہل سنت کو عقیدہ اہل سنت سے ہٹا کر شیعہ بنانا چاہتے ہیں تو انہوں نے علامہ ابن عبدالبر کے مغالطہ کی تحریف کر کے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی پر اسے بطور برہان اور دلیل پیش کیا ہے۔

فقیر راقم الحروف علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مغالطہ کا خلاصہ اور اکابر علمائے اعلام کی طرف سے اس کا جواب اور بعض معاصرین کی زیادتی اور غلطی کی نشاندہی کر کے ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔وباللہ التوفیق۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مغالطہ کا خلاصہ:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث:

''کنا نقول علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم :ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت ۔''

''حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں (حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیبِ فضیلت بیان کرتے ہوئے) ہم کہتے تھے: تمام صحابہ کرام میں سے افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔ پھر ہم خاموش ہو جاتے۔ (یعنی ان حضرات کے بعد فضیلت میں چوتھے درجہ پر کسی کو نامزد نہیں کرتے تھے)۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاصہ کے مغالطہ سے پہلے مسئلہ افضلیت میں ان کا موقف اور نظریہ پیش نظر رہے تاکہ ان کی عبارت کا مفہوم ومعنی ان کی مراد اور موقف کے خلاف بیان کرنے کی غلطی نہ ہو۔ مسئلۂ تفضیل میں علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کا نظریہ ان کی اپنی کتب کی تصریحات سے ثابت ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے یہ وہ حق ہے جس کا خلاف جائز ہی نہیں ہے۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں ان کا موقف، توقف اور سکوت ہے۔

خلاصۂ مغالطہ: الاستیعاب کی عبارت کے تناظر میں

بلا شک وشبہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر ان کے بعد فضیلت میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت تو اہل سنت وجماعت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔ لیکن تیسرے نمبر پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنا اور پھر خاموش ہو جانا، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے درجے پر بھی نہیں ہیں حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے، اگر اختلاف ہے تو صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کو حدیث مذکور کے بارے میں مغالطہ یہ لگا ہے کہ یہ حدیث اس اجماع اہل سنت کے خلاف ہے لہٰذا اس کا مفہوم ومعنی صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث درحقیقت وہم اور غلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت نافع رضی اللہ عنہ۔ (جلیل القدر تابعی ہیں) سے نیچے کسی راوی کو وہم ہوا ہے۔ حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو مضمون روایت کیا تھا وہ اسے سمجھ نہیں سکا اور وہم اور غلطی کی بنا پر اس نے یہ مضمون روایت کر دیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہم یہ ہوا کہ: اس حدیث کا آخری حصہ ’’ثم نسکت‘‘ پھر ہم خاموش ہو جاتے تھے۔ اجماع اہل سنت کے خلاف ہے، اس

لئے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترتیب فضیلت میں ''ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم '' کہہ کر خاموش ہو جانے والوں کے بارے میں جو شدید کلام کیا ہے وہ دراصل ''ثم نسکت'' کا انکار ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: کسی حدیث میں یہ وارد ہونا کہ ہم یہ عمل عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کرتے تھے۔ بعد والوں کے لئے اس کی صحت کے اعتقاد اور اس پر عمل کے لئے اگر کافی ہو۔ پھر تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق عقیدہ رکھنے والوں کو حدیث جابر و حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما:

''کنا نبیع امہات الاولاد علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں امہاتِ اولاد کی بیع کیا کرتے تھے۔'' پر بھی عمل کرنا لازم اور ضروری ہے حالانکہ وہ ام ولد کی بیع کے جواز کے قائل نہیں ہیں تو اس طرح وہ تناقض کا شکار ہیں۔

اور الاستذکار کی عبارت کے تناظر میں مزید یہ ہے کہ:

جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فلاں شخص فلاں سے افضل ہے تب تک کسی کو نامزد اور معین کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ فلاں سے افضل ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا مقصود و مدعی یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں چونکہ نصوص صریحہ موجود ہیں لہٰذا صرف اور صرف انہیں کو نامزد کیا جائے گا کہ وہ تمام صحابہ اور تمام امت میں سے افضل ہیں اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضلیت کی کوئی صریح نص زبانِ رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اس لئے ان دونوں حضرات کی تفضیل وتقدیم کے معاملہ میں توقف لازم اور ضروری ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ان کے مغالطہ کی تصدیق:

"قال ابو عمر: من قال بحدیث ابن عمر: کنا نقول علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت یعنی فلا نفاضل۔ وھو الذی انکر ابن معین وتکلم فیہ بکلام غلیظ لان القائل بذلک قد قال بخلاف ما اجتمع علیہ اھل السنۃ من السلف والخلف من اھل الفقہ والاثر: ان علیا افضل الناس بعد عثمان رضی اللہ عنہ وھذا مما لم یختلفوا فیہ وانما اختلفوا فی تفضیل علی وعثمان واختلف السلف ایضا فی تفضیل علی و ابی بکر۔

وفی اجماع الجمیع الذی وصفنا دلیل علی ان حدیث ابن عمر وھم وغلط وانہ لا یصح معناہ وان کان اسنادہ صحیحا، ویلزم من قال بہ ان یقول بحدیث جابر وحدیث ابی سعید: کنا نبیع امھات الاولاد علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم لا یقولون بذلک فقد ناقضوا، وباللہ التوفیق۔"

(الاستیعاب 2/57)

ابو عمر (علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کہا: جس شخص نے قول اور نظریہ اختیار کیا ہے موافقِ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما: کنا نقول الحدیث۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم کہتے تھے: صحابہ کرام میں

سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پھر ہم خاموش ہوجاتے یعنی پھر ہم صحابہ کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔(تو اس حدیث میں ''ثم نسکت ،یعنی فلا نفاضل) تو یہ وہی امر ہے جس کا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے اور اس کے بارے میں سخت کلام کیا ہے، اس لیے کہ بیشک اس کے مطابق قول کرنے اور موقف اختیار کرنے والے شخص نے ضرور اس نظریہ کے خلاف موقف اختیار کیا ہے جس پر تمام اہل سنت سلف وخلف، اہل فقہ واثر، مجتمع اور متفق ومتحد ہیں: کہ بیشک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں اور یہ موقف ان مسائل وعقائد سے ہے جن میں اہل سنت نے اختلاف ہی نہیں کیا (بلکہ تمام کی ایک ہی رائے ہے) اور انہوں نے اختلاف تو صرف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں کیا ہے۔(کہ ان دونوں حضرات میں سے افضل کون ہیں اور کیا ایک کی افضلیت کا عقیدہ رکھا جائے یا توقف اور سکوت کیا جائے؟ تو یہ تین نظریات ہیں)۔

اور سلف نے تفضیل علی وابی بکر رضی اللہ عنہما میں بھی اختلاف کیا ہے اور تمام اہل سنت سلف وخلف کے اجماع میں جو ہم نے بیان کیا ہے اس پر دلیل ہے کہ بیشک حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہم اور غلط ہے اور بیشک اس کا معنی صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کی سند صحیح ہے۔اور جو شخص اس حدیث کے مطابق نظریہ اور عقیدہ رکھتا ہے اس پر لازم اور ضروری ہے کہ حدیث جابر اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہما:

''کنا نبیع امہات الاولا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں امہاتِ اولاد کی بیع کیا کرتے

تھے۔،، کے مطابق قول کرے۔ حالانکہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں پس وہ لوگ ضرور مناقضہ میں مبتلا ہیں۔ وباللہ التوفیق

علامہ ابن عبد البر کے شبہ اور مغالطہ کا جواب از شیخ الاسلام ابن حجر:

شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

”و قد طعن فیه ابن عبد البر و استند الی ما حکاہ عن ھارون بن اسحاق قال: سمعت ابن معین یقول: من قال ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عرف لعلی سابقیته وفضله فھو صاحب سنة. قال فذکرت له من یقول ابو بکر و عمر و عثمان ویسکتون فتکلم فیھم بکلام غلیظ. وتعقب بان ابن معین انکر رأی قوم و ھم العثمانیة الذین یغالون فی حب عثمان وینتقصون علیا، و لا شك فی ان من اقتصر علی ذلك ولم یعرف لعلی بن ابی طالب فضله فھو مذموم۔

وادعی ابن عبد البر ایضاً ان ھذا الحدیث خلاف قول اھل السنة ان علیا افضل الناس بعد الثلاثة، فانھم اجمعوا علی ان علیا افضل الخلق بعد الثلاثة، ودل ھذا الاجماع علی ان حدیث ابن عمر غلط وان کان السند الیه صحیحا۔

وتعقب ایضا بانه لا یلزم من سکوتھم اذ ذاك عن تفضیله عدم تفضیله علی الدوام، وبان الاجماع المذکور انما حدث بعد الزمن الذی قیدہ ابن عمر فیخرج حدیثه عن ان یکون غلطا، والذی اظن ان ابن عبد البر انما انکر الزیادة التی وقعت فی روایة عبید الله بن عمر وھی قول ابن عمر، ثم

نترك اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

لكن لم ينفرد بها نافع فقد تابعه ابن الماجشون اخرجه خيثمة من طريق يوسف بن الماجشون عن ابيه عن ابن عمر ۔ كنا نقول فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر و عمر و عثمان، ثم ندع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا نفاضل بينهم، ومع ذلك فلا يلزم من تركهم التفاضل اذ ذاك ان لايكونوا اعتقدوا بعد ذلك تفضيل علی علی من سواه والله اعلم ۔،، (فتح الباری 7/19-20)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبارت منقولہ میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا مغالطہ اور اس کا جواب اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ:

علامہ ابن عبدالبر نے اس حدیث میں طعن کیا ہے اور اس کی طرف استناد کیا ہے جو اس نے ہارون بن اسحاق سے حکایت کیا ہے۔ ہارون نے کہا ہے: میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے سنا کہ جس نے کہا: ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔

(یعنی صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سبقت اور فضیلت کو اس نے پہچانا (اس کا اعتراف واقرار کیا) تو وہ صاحبِ سنت (سنی) ہے ہارون بن اسحاق نے کہا: میں نے یحییٰ بن معین سے ان لوگوں کا ذکر کیا جو کہتے ہیں: ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اور خاموش ہو جاتے ہیں۔ تو یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں سخت کلام کیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

علامہ ابن عبدالبر کے اس طعن اور شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص قوم کی رائے اور نظریہ کا انکار کیا ہے اور وہ عثمانیہ ہیں جو حبِ عثمان رضی اللہ عنہ میں غلو کرتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے ہیں۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس نظریہ اور موقف پر ہے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پہچانی ہی نہیں (ان کی فضیلت کا اعتراف ہی نہیں کیا) تو وہ مذموم ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور علامہ ابن عبدالبر نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ حدیث اہل سنت کے قول اور نظریہ کے خلاف ہے اس لیے کہ حضرات شیخین کریمین وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم تینوں حضرات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ بیشک اہل سنت نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد افضل الخلق ہیں۔ اور اس اجماع نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث غلط ہے اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تک سند صحیح ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شبہ کا جواب بایں طور دیا گیا ہے کہ اس وقت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے تفضیل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیان سے خاموش رہنے سے، دائمی طور پر ان کی عدم تفضیل لازم نہیں آتی یعنی عہد نبوی میں حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دینے سے سکوت

اور خاموشی اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں بھی صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہ دی ہو۔

دوسرا جواب:

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس اجماع کا علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے وہ اس زمانہ (عہد نبوی) کے بعد معرض وجود میں آیا ہے جس زمانہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مقید کیا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث غلط ہونے سے نکل گئی۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور میرا گمان یہ ہے کہ علامہ ابن عبدالبر نے صرف اس زیادت کا انکار کیا ہے جو عبید اللہ بن عمر کی روایت میں واقع ہے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ثم نترك اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ (یعنی اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تفضیل کے بعد) پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان مفاضلہ کو ترک کر دیتے، تا آخر۔

لیکن اس زیادت کے ساتھ نافع منفرد نہیں ہیں (یعنی یہ اضافہ صرف حضرت نافع ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نہیں کیا بلکہ) ابن ماجشون نے اس کی ضرور متابعت کی ہے، خیثمہ بن سلیمان نے اسے روایت کیا ہے بہ طریق یوسف بن الماجشون عن ابیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

کنا نقول فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر وعمر وعثمان، ثم ندع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فلا نفاضل بینهم۔

ماجشون نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم کہتے تھے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم یعنی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیتے کہ ان کے درمیان فضیلت میں درجہ بندی نہ کرتے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اوراس کے باوجود کہ اس زیادت اور اضافہ کے روایت کرنے میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ دوسرے حضرات نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔

عہد نبوی میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کو بیان کرنے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے تفاضل کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ماسوا پر تفضیل کے معتقد نہ ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم

شیخ الاسلام ابن حجر کے جواب کا خلاصہ:

علامہ ابن عبدالبر کا حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن ان کی غلط فہمی پر مبنی ہے، تفضیل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے ذکر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر پر خاموش ہونے والوں کے بارے میں امام فن حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ کے سخت کلام کرنے کا سبب حضرت عثمان

ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی محبت میں غالی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے والوں پر انکار اوران کی مذمت مقصود تھی کیونکہ یہ موقف بلاشبہ مذموم اور قبیح ہے جبکہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا کہ حضرت یحییٰ بن معین کا مقصود حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث اہل سنت کے اجماعی نظریہ اور عقیدہ: حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں، کے خلاف ہے لہٰذا یہ حدیث غلط ہے۔ جبکہ یہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ ایک وقت (عہد نبوی) تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل سے سکوت اور خاموشی اختیار کرنے سے ہمیشہ خاموش رہنا لازم نہیں آتا۔

نیز یہ اجماع عہد نبوی کے بعد معرض وجود میں آیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بعد خاموش ہوجانے کی بات کی ہے لہٰذا اس حدیث کو اجماع اہل سنت کے خلاف سمجھنا سراسر غلطی ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

ضروری تنبیہ:

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو میں گمان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس زیادت کا انکار کیا ہے جو عبیداللہ بن عمر کی روایت میں ہے، تا آخر،

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی

تصانیف :الاستیعاب اور الاستذکار سے خوب واضح ہے کہ انہوں نے زیادت مذکورہ کے ساتھ ساتھ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد تیسرے درجہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنے کا بھی انکار کیا ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں توقف اور سکوت لازم اور ضروری ہے۔

البتہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کسی بھی دوسری رائے کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ اور نظریہ ہے۔اور علامہ ابن عبدالبر کے نزدیک یہ افضلیت قطعیہ ہے۔والحمد للہ رب العالمین۔

تنبیہ:

الاستیعاب کی عبارت : واختلف السلف ایضًا فی تفضیل علی و ابی بکر ، کی حقیقی صورتحال کی وضاحت گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے کہ یہ محض خلط مبحث ہے حقیقت واقعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔وللہ الحمد

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید کے لئے پیش کی جانے والی علامہ ابن عبدالبر کی عبارات کی حقیقی صورتحال کا بیان:

صاحب زبدہ نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید اور اس کا ناقابل اعتبار ہونا، ثابت کرنے کے لیے علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب :الاستذکار، کی متعدد عبارات پیش کی ہیں۔

فقیر راقم الحروف ان عبارات کی حقیقی صورتحال واضح کرتا ہے تا کہ علامہ ابن عبدالبر کے شبہات کے جوابات سے صاحبِ زبدہ کی غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے اور

وہ اپنے نظریہ کی اصلاح کر سکیں اور جن عبارات کو سمجھنے میں ہی صاحب زبدہ کو غلطی لگی ہے ان کی وضاحت بھی ہو جائے۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول۔

(الف) علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کی عبارات سے ان کا مقصود ومدعی اور صحیح معنی ومفہوم جاننے کے لیے مسئلہ تفضیل میں علامہ موصوف کا موقف اور نظریہ پیشِ نظر رکھا جانا لازم اور ضروری ہے۔ علامہ موصوف کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں توقف اور سکوت کے قائل ہیں جیسا کہ الاستذکار میں صراحت کی ہے:

”قال ابو عمر :جماعة اهل السنة وهم اهل الفقه والآثار علی تقديم ابی بكر وعمر وتولی عثمان وعلی وجماعة اصحاب النبی عليه السلام وذكر محاسنهم ونشر فضائلهم وللاستغفار لهم وهذا هو الحق الذی لايجوز عندنا خلافه والحمد لله۔“ (الاستذکار 14/244)

اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے جیسا کہ ان کی تصریحات گزر چکی ہیں۔

اور حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کا توقف والے نظریہ سے رجوع اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے عقیدہ کو اختیار کرنے کی تفصیل بھی گزر چکی ہے جب علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر تصریح کر دی ہے۔

”قال ابو عمر :(الی ان قال) وهذا هو الحق الذی لايجوز عندنا خلافه والحمد لله۔“

''کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما (تا) وہ حق ہے جس کے خلاف نظریہ اور عقیدہ رکھنا جائز ہی نہیں ہے۔،، تو اب ان کی کسی عبارت کا ایسا مفہوم و معنی بیان کرنا جس سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار ثابت ہو اور پھر اسے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ پر تھوپنا کہ یہ ان کی مراد ہے تو اس سے بڑھ کر ان کے ساتھ کیا زیادتی ہوسکتی ہے؟

اور علامہ ابن عبد البر کی جن عبارات میں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کی گئی ہے انہیں سے افضلیت کی نفی ثابت ہونے کا دعویٰ کرنا اور ان کے مفہوم و معنی میں تحریف کر کے ان سے انکارِ افضلیت کا مضمون نکالنا دوسرا ظلم ہے۔

جب کہ صاحبِ زبدہ نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے کیونکہ انہوں نے اگر غلط فہمی ہوجانے کی بنا پر حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کیا ہے تو اس سے ان کا مقصود و مدعی فضیلت میں تیسرے درجے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعیین کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چوتھے درجہ پر بھی تعیین نہ کرنے پر انکار ہے کیونکہ علامہ ابن عبد البر کا موقف اور تحقیق یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان تفضیل میں توقف اور سکوت کیا جائے اور تعیین نہ کی جائے لیکن صاحب زبدہ نے اسی عبارت کو افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار پر فٹ کر کے پھر اُسے علامہ ابن عبد البر اندلسی کے کھاتے میں ڈال دیا حالانکہ انہوں نے اس مقام پر افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے نظریہ کو ایسا حق قرار دیا ہے جس کے خلاف کی شرعاً گنجائش ہی نہیں ہے یعنی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور یہی سلوک صاحبِ زبدہ نے حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کے ساتھ کیا ہے کہ ان کا جو قول حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں

توقف اور سکوت کا ہے اگر چہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا صاحبِ زبدہ نے اس سے بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی کا مضمون نکال کر حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے کھاتے میں ڈال دیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے جیسا اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

(ب) علامہ ابن عبد البر الاستذکار کے اسی مقام پر رقمطراز ہیں:

''وقال ابن ابی خیثمة :کان احمد بن ابراهیم الدورقی یقول : لااشهد لاحد بالجنة غیر الانبیاء علیهم السلام۔،، (الاستذکار 244/14)

محدث ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

''احمد ابن ابراہیم دورقی کہتا تھا: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے علاوہ کسی کے جنتی ہونے کی میں شہادت نہیں دیتا۔،،

جب کہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے کہ احمد بن ابراہیم دورقی کا یہ نظریہ اور موقف سراسر باطل اور گمراہی ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اس مقام پر علامہ ابن عبد البر نے جو اقوال نقل کیے ہیں ان کے نزدیک ان میں سے ہر ایک قول کا صحیح اور حقیقت واقعیہ ہونا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ اس لیے ناظر اور قاری کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ حقائق کا تجزیہ کرے اور اس بات کو سمجھے کہ محض نقل اقوال کے طور پر علامہ موصوف نے کیا لکھا ہے اور کونسے اقوال کو لائق اعتماد سمجھا ہے؟ بالخصوص جبکہ وہ ''قال ابو عمر'' کے ساتھ اپنے نظریہ اور موقف کی وضاحت بھی کر دیں تو خواہ مخواہ باقی اقوال والا نظریہ اور عقیدہ ان پر تھوپنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(ج) علامہ ابن عبدالبر قمطراز ہیں:

"ما اجتمع علیه اهل السنة من السلف والخلف من اهل الفقه والاثر: ان علیا افضل الناس بعد عثمان رضی الله عنه، وهذا مما لم یختلفوا فیه، وانما اختلفوا فی تفضیل علی وعثمان۔" (الاستیعاب 57/2)

عبارت مذکورہ میں علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ تمام اہل سنت سلف وخلف اہل فقہ محدثین کا اس مسئلہ پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضرات خلفائے راشدین ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم پوری امت میں افضل ہیں امت کا کوئی فرد عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور قرب ومقام میں ان کے برابر نہیں ہے۔

اور اس پر بھی تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے افضل ہیں۔ اگر اہل سنت میں اختلاف ہے تو صرف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں ہے، حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی سب پر تقدیم اور تفضیل میں اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (لہٰذا جو قول اور نظریہ اہل سنت کے اس اجماع کے خلاف ہوگا وہ مردود اور ناقابل اعتبار شمار کیا جائے گا) راقم الحروف کہتا ہے لیکن جو قول اور اثر اہل سنت کے اس اجماع کے خلاف نہ ہو تو کسی کا اپنی غلط فہمی کی وجہ سے اسے خلافِ اجماع قرار دینا بھی باطل اور مردود ہے۔

علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کی عبارات کا اجمالی جواب:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نقل کردہ اقوال اور روایات جو انہی کے

بیان کردہ اجماع اہلِ سنت کے خلاف ہیں وہ سب باطل اور مردود ہیں اور ایسے اقوال کی بنیاد پر حدیثِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کرنا اور علامہ موصوف کا اپنی غلط فہمی کی وجہ سے حدیث مذکور کو اجماع اہل سنت کے خلاف قرار دینا بھی سراسر باطل و مردود اور نا قابل التفات ہے۔ وللہ الحمد

تنبیہ: فقیر راقم الحروف علامہ موصوف کی عبارات کی حقیقی صورتحال کے بیان کے ساتھ ان عبارات کی بنیاد پر صاحب زبدہ نے جو افادات اور تبصرے سپرد قلم کیے ہیں ضمناً ان کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش بھی کرے گا تا کہ صاحبِ زبدہ کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جائے اور ان کے لیے قبول حق بھی آسان ہو جائے۔ اور اگر ارادۃً دھاندلی اور دھوکا دہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو ان پر اتمام حجت ہو جائے اور عنداللہ تعالیٰ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ وباللہ التوفیق۔

کیا مسئلۂ افضلیت میں بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت نہیں ہے؟

صاحب زبدہ نے علامہ ابن عبدالبر کی عبارات پیش کرنے سے پہلے درج ذیل تحقیق پیش کی ہے، ملاحظہ کریں:

مسئلہ افضلیت ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا نہ ہی تو کوئی قطعی ثبوت ہے اور نہ ہی یہ ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا اس پر زیادہ لے دے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی بحث و تمحیص میں پڑھنے کی حاجت ہے۔ (زبدۃ التحقیق ص 180)

الجواب:

قطع نظر اس سے کہ افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے یا ظنی،

صاحبِ زبدہ کی یہ رائے: ''کہ جس مسئلہ کا قطعی ثبوت نہ ہو اور نہ ہی وہ ضروریات دین سے ہو اس میں بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے،،

ہرگز درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر صاحبِ زبدہ کی اس رائے کو درست تصور کرلیا جائے تو سوال یہ ہے کیا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رسل ملائکہ پر فضیلت ضروریات دین اور قطعیاتِ اسلام سے ہے؟ اگر کوئی شخص رسل ملائکہ کی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضلیت پر کتاب لکھ دے یا زبانی افضلیت ثابت کرے تو کیا خادمین دین متین کو بحث و تمحیص میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ خاموش رہنا چاہیے اس لیے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام سے نہیں ہے؟

کیا قبر و برزخ کے احوال اور حضور نبی کریم ﷺ کے معراج کی تفصیلات ضروریات دین اور قطعیاتِ اسلام سے ہیں؟ اب اگر خدانخواستہ کوئی شخص قبر و برزخ کے احوال کا انکار کردے یا تفصیلاتِ معراج النبی ﷺ کا انکار کردے تو کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک علماء کرام کو بحث و تمحیص میں نہیں پڑنا چاہیے اور صرف تماشائی بن کر سنتے رہنا چاہیے؟ اور ایسے ہی کثیر مسائل ظنیہ ہیں، تو کیا ان میں بحث و تمحیص کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے؟

نیز صاحبِ زبدہ کا یہ دعویٰ: کہ مسئلہ افضلیت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔

یہ حقائق سے بے خبری اور غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ ایسا دعویٰ ہرگز نہ کرتے، اس لیے کہ حق مذہب یہی ہے کہ نہ صرف افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔

اگر صرف اسی بات پر ہی غور کرلیا جائے تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں حدیث شریف کا حجت شرعیہ ہونا ایک حقیقت واقعیہ ہے اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بیان میں احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی ہیں۔ اور حدیث متواتر لفظی ہو یا معنوی مفید قطع اور یقین ہوتی ہے۔

نیز افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع امت ہے اور اجماع کا مفاد بھی قطعیت ہے۔ تو اب افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے میں کیا شبہ باقی ہے؟ اور صاحب زبدہ کا مسئلہ افضلیت کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں اختلافی مسئلہ قرار دینا سراسر دھاندلی ہے۔ ایسے ہی دوسرے اسلاف کرام اور ائمہ اعلام کے کھاتے میں افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ڈالنا دوسرا ظلم ہے۔ کیونکہ وہ تمام نفوس قدسیہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ سنیت کے لیے لازم اور ضروری سمجھتے تھے اور اگر بالفرض افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ظنی ہی تسلیم کرلی جائے تو پھر بھی اس کا ضروریات مذہبِ اہل سنت سے ہونا تمام اہل سنت کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا بدعتی ہے جیسا کہ کتب مذہب مہذب کے صفحات پر ائمہ اعلام کی تصریحات دوپہر کے آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔

تو جب کوئی شخص اہل سنت کے اجماعی عقیدہ سے ہٹا کر شیعہ اور روافض کا عقیدہ اہل سنت میں رائج کرنے کی مہم شروع کردے اور اس کے ساتھ دوسری زیادتی یہ کرے کہ اس گمراہی کو اسلاف کرام اور ائمہ اعلام ہی کا عقیدہ قرار دے تاکہ عوام اہل سنت اسے صراط مستقیم سمجھ کر قبول کرلیں تو ایسے میں فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث"

کے مطابق دین متین کے خادمین پر فرض ہے کہ وہ حقیقی مذہب اہل سنت کی وضاحت کریں تاکہ عوام الناس اور حقیقت حال سے بے خبر لوگ صراط مستقیم سے ہٹ نہ جائیں اور ان محققین پر اتمام حجت بھی ہو جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔اس لیے خدامِ دین کا مسئلہ افضلیت میں بحث و تمحیص میں پڑنا لازم اور ضروری ہے۔

نیز گزارش یہ ہے کہ جب صاحبِ زبدہ کے نزدیک مسئلہ افضلیت میں بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت اور ضرورت ہی نہیں ہے تو پھر خود انہیں اس پر کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارات کے بارے میں ضروری وضاحت:

اقول و باللہ التوفیق:

علامہ موصوف اس بحث میں خلط مبحث کا شکار ہیں۔فضیلت جزئیہ اور مطلقہ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہر طرح کے اقوال نقل کر دیئے ہیں۔علامہ موصوف نے پہلے کچھ اہل علم کا نظریہ نقل کیا ہے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات طیبہ میں جام شہادت نوش کیا ہے اور ان کی نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہے اور ان کے لیے جنت کی شہادت دی ہے وہ ان صحابہ کرام سے افضل ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد دارِ فانی سے گئے ہیں اور ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جن حضرات نے یہ کہا ہے:

''افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی او فلان وفلان رضی اللہ عنہم''، تو ان کی مراد یہ ہے کہ یہ حضرات ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں جو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد دنیا میں موجود تھے (فقیر راقم الحروف کہتا ہے یہ سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے کیونکہ ان لوگوں کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ فضیلت مطلقہ مراد ہے) اس کے بعد رقمطراز ہیں:

''وقال جماعة من اهل العلم : افضل اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و سائر اهل بدر و الحدیبیة. لم یستثنوا من مات فی حیاة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممن بقی بعده.''

''اور اہل علم سے ایک جماعت نے کہا ہے:

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے افضل حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی اور باقی اہل بدر اور اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس جماعت اہل علم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد باقی رہنے والے صحابہ کرام سے ان صحابہ کرام کا استثناء نہیں کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں وفات پا گئے تھے۔''

یعنی اس جماعت اہل علم کے نزدیک یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں عام ازیں کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی زندگی مبارک میں وفات پا گئے تھے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے وقت زندہ موجود تھے۔

علامہ ابن عبد البر کا موقف:

اس کے بعد علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا موقف اور نظریہ بیان

کیا ہے:

''قال ابو عمر: والذی عندی فی هذا الباب مما یصح فی التأمل والنظر و صحیح الاعتبار والاثر مما شهد له الکتاب و السنة والاصول المجتمع علیها ان السابقین الاولین من المهاجرین و الانصار ممن شهد العقبة ثم شهد بدرا والحدیبیة افضل من کل من لم یدرک تلک المشاهد و لم یشهدها لان هؤلاء من شهد لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم بالفضل و قال: لن یدخل النار من شهد بدرا و الحدیبیة (الی ان قال) و حسبک بقول الله عزوجل: لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔ (الحدید:10)

و قد مضی القول فیمن مات شهیدا (الی ان قال) و حسبک بهذا۔''

(الاستذکار 14/236 تا 238)

''ابوعمر (علامہ ابن عبدالبر) نے کہا ہے:

اور جو میرے نزدیک اس باب (مسئلہ افضلیت) میں، نظر و تامل اور صحیح اعتبار و اثر کی رو سے صحیح اور درست ہے، جس کے لیے کتاب و سنت اور اجماعی اصول شاہد ہیں وہ یہ کہ بیشک مہاجرین و انصار سے سابقین اولین جو بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے پھر بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ ان تمام صحابہ سے افضل ہیں جنہوں نے یہ مشاہد نہیں پائے اور ان میں حاضر نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت کی شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: وہ شخص دوزخ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا ہے۔ (تا) اور تجھے کافی ہے

اللہ عزوجل کا قول: لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح الایۃ۔ (الحدید)
تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے عظیم ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔،،

اور ان صحابہ کرام کے بارے میں قول گزر چکا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں جام شہادت نوش کیا اور جو اس حال میں فوت ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے راضی تھے۔ اور جو صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد باقی اور موجود تھے تو ان کے لیے پہلے فضائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدح اور ثنا ہے: کہ کفار پر بڑے سخت آپس میں رحمدل ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا، اور (ان کی عظمت کے بیان میں) تجھے یہی کافی ہے۔،،

عبارت مذکورہ سے پہلے جن اہل علم کا موقف اور نظریہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارکہ میں جام شہادت نوش کر چکے تھے وہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے افضل تھے، اس سے ان کی مراد فضیلت جزئیہ اور خاصہ کا اثبات ہے نہ کہ افضلیت مطلقہ کا۔ لہٰذا اس سے علمائے اہل سنت میں افضلیت مطلقہ کا اختلافی ہونا لازم نہیں آتا۔ وللہ الحمد

عبارت مذکورہ کے بعد علامہ ابن عبد البر کی وہ عبارت ہے جو صاحبِ زبدہ نے سب سے پہلے نقل کی ہے یہ عبارت اور اس کے بعد والی کچھ عبارات علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کے لیے بطور تمہید لکھی ہیں اور

ان کے بعد طعن کی صراحت کی ہے۔

.علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی عبارت کی حقیقی صورت حال کا بیان:

"واما التعیین فیھم وتفضیل بعضھم علی بعض فھذا لا یصح فی نظر ولا اعتبار ولا یحیط بذلك الا الواحد القھار المطلع علی النیات الحافظ للاعمال الامن جاء فیه اثر صحیح بانه فی الجنة جاز ان یقال فیة ذلك اتباعا للاثر لا انه افضل من الذین شارکوہ فی مثل فضله ذلك ومن فضله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بخصلة وشھد له بھا جاز ان یفضل بھا فی نفسه لا علی غیرہ۔ (الاستذکار 14/238-239)

"لیکن ان میں تعیین کرنا اور ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دینا، تو یہ امر نظر واعتبار میں صحیح نہیں ہے اور اس کا احاطہ واحد قہار کے بغیر کوئی نہیں کرسکتا جو نیات پر اطلاع رکھنے والا ہے اعمال کا حافظ ونگہبان ہے۔ مگر وہ صحابی جس کے حق میں اثر صحیح وارد ہوا ہے کہ وہ جنتی ہے تو اثر وحدیث کی اتباع کرتے ہوئے جائز ہے کہ اس کے حق میں کہا جائے کہ وہ جنتی ہے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ان لوگوں سے افضل ہے جو اس کے ساتھ اس طرح کی فضیلت میں شریک ہیں۔

اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے کسی خصلت کے ساتھ فضیلت دی ہے اور اس کے لیے اس خصلت کی شہادت دی ہے تو جائز ہے کہ اسے اس خصلت اور خوبی کے ساتھ فی نفسہٖ فضیلت دی جائے، اسے اس کے غیر پر فضیلت نہ دی جائے۔"

صاحب زبدہ نے صرف اسی قدر عبارت نقل کی ہے جبکہ الاستذکار میں اس

سے متصل بعد درج ذیل عبارت ہے:

"و قد شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لجماعة من اصحابه بفضائل وخصائل من الخير كثيرة اثنى بها عليهم و وصف كل واحد منهم بخصلة منها افردہ بها ولم يشرك معه غيره فيها ۔"(الاستذکار 14/239)

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے لیے فضائل اور نیکی کی خصائل کثیرہ کے ساتھ ضرور شہادت دی ہے، ان فضائل وخصائل کے ساتھ ان صحابہ کی مدح اور ثنا فرمائی ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ان خصائل سے کسی خصلت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے اور اسے اس خصلت اور فضیلت کے ساتھ مفرد اور یکتا کر دیا ہے اور اس کے ساتھ دوسرے کو اس میں شریک نہیں کیا۔"(الاستذکار)

الجواب: بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت منقولہ کی غرض وغایت یہ سمجھنا کہ علامہ موصوف نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی کی ہے یہ صاحبِ زبدہ کی سنگین غلطی ہے کیونکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی تو وہ شخص کرے جو اس کا منکر ہو جبکہ علامہ موصوف نے تمہید شرح موطا، الاستیعاب، الاستذکار، اپنی تینوں کتب میں بڑے اہتمام سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کی ہے۔

بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ علامہ موصوف کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اسی الاستذکار میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهذا هو الحق الذى لا يجوز عندنا خلافه والحمد لله ۔"

(الاستذکار 14/244)

''حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم وتفضیل کا نظریہ (تا) وہ حق ہے جس کے خلاف نظریہ اور عقیدہ ہمارے نزدیک جائز ہی نہیں ہے۔ اور پھر اس نظریہ کو بیان کرنے پر آخر میں حمدِ باری تعالیٰ بجالائے ہیں'' والحمد للہ''۔ (ہذا کا مشار الیہ گزشتہ مضمون ہے جس میں تقدیم شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سر فہرست ہے)۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر علامہ موصوف کے طعن کا مقصود ومدعی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار ہرگز نہیں ہے جیسا کہ عنقریب خوب واضح ہوجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن عبارت منقولہ میں علامہ کی بیان کردہ رائے سے اتفاق ہرگز نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ یہ سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اسے درست کیسے مانا جاسکتا ہے؟

دین متین کا ادنیٰ خادم بھی جانتا ہے کہ فضائل دو طرح کے ہیں:

مشترکہ اور مختصّہ۔ اور فضائل مشترکہ پھر دو حال سے خالی نہیں ہیں بعض فضائل مشترکہ ایسے ہیں کہ نفس فضیلت میں اشتراک کے باوجود زیادت ونقصان یا شدت وضعف کے اعتبار سے ان میں تفاوت ہوسکتا ہے۔ اور بعض فضائل مشترکہ وہ ہیں جو زیادت ونقصان یا شدت وضعف کے اعتبار سے تفاوت کو قبول نہیں کرتے۔

اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جو فضائل مشترکہ زیادت ونقصان یا شدت وضعف کو قبول کرتے ہیں تو ان میں اصل فضیلت میں شرکت کے باوجود جس ذات اقدس میں وہ فضل وکمال زیادہ ہوگا تو اس زیادت کے اعتبار سے اسے دوسرے شرکاء پر فضیلت دی جائے گی اور دوسروں سے افضل کہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں اس کا اظہار واعلان ضروری بھی ہوسکتا ہے۔ اور فضائل

مختصہ میں جب شرکت ہی نہیں ہے تو صاحبِ فضیلت کو اس فضیلت میں دوسرے افراد واشخاص پر فضیلت حاصل ہونا ایک واضح حقیقت ہے تو اسے اس فضیلت میں دوسرے لوگوں سے افضل قرار دینا ناجائز اور ممنوع کیونکر ہوسکتا ہے؟

جبکہ علامہ ابن عبدالبر نے فضائل مشترکہ وعامہ اور فضائل مختصہ وخاصہ، سب کے بارے میں ایک ہی حکم ذکر کر دیا ہے کہ اسے صرف صاحبِ فضیلت کہنا جائز ہے اور دوسرے سے افضل کہنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ صرف ایک صورت میں علامہ ابن عبدالبر کی یہ بات درست ہے اور دوصورتوں میں ناقابل اعتبار اور غلط ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن جب ایسی تمہیدات پر مبنی ہے تو وہ کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

صاحبِ زبدہ کا معیارِ تحقیق:

اب صاحب زبدہ کا تحقیقی معیار ملاحظہ کریں، چنانچہ انہوں نے علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کی عبارت مذکورہ کا نتیجہ یہ بیان کیا ہے:

''اس سے پتہ چلا کہ عالم اسلام میں یہ نظام رائج تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے جتنے بھی فیضیاب لوگ تھے سب کو اصحاب فضیلت مانا جاتا تھا وہ فضیلت اس میں تسلیم ہوتی تھی مگر دوسروں سے اس فضیلت کی نفی نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی اس فضیلت کے ذریعے سے اس کی دوسروں پر برتری ثابت کی جاتی تھی۔ جن کو جنتی کہا گیا انہیں جنتی سمجھا جانا چاہیے اور جنہیں علم، شجاعت وسخاوت، ہنر کے اوصاف

سے نوازا گیا انہیں ان اوصاف کا حامل ماننا چاہیے اور ان اوصاف کے ذریعے سے دوسروں پران کی برتری ثابت کرنا ہمارے اسلاف کے طریقہ کار کے خلاف ہے۔،،

(زبدۃ التحقیق ،ص181)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ فرمالیں کہ مسئلہ تفضیل کے بارے میں عالم اسلام میں کونسا نظام رائج تھا۔ جبکہ دوسری جگہ یہ گوہر افشانی فرمائی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔(زبدہ،ص 190)

الجواب:

اقول: ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ الاستذکار کی ایک عبارت سے صاحب زبدہ کو یہ پتہ چلا ہے کہ عالم اسلام میں یہ نظام رائج تھا(تا) ان اوصاف کے ذریعے سے دوسروں پر ان کی برتری ثابت کرنا ہمارے اسلاف کے طریقہ کار کے خلاف ہے۔

جبکہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات 463ھ میں یعنی پانچویں صدی ہجری کے نصف ثانی کے اوائل میں ہے جس کا نتیجہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحب زبدہ کی تحقیق کے مطابق پانچویں صدی ہجری کے دوسرے نصف کے ربع اول تک عالم اسلام میں یہ نظام رائج تھا، تا آخر۔

اور اوصاف وکمالات کے ذریعے سے کسی کو دوسروں پر فضیلت دینا اور ان پر برتری ثابت کرنا پانچویں صدی تک کے ہمارے اسلاف کے طریقہ کار کے خلاف ہے۔ اور صاحبِ زبدہ کو یہ پتہ صرف اس لیے چلا ہے تا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما کی حدیث: جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت برملا بیان کرنا مذکور ہے۔اس کو مردود اور ناقابل اعتبار قرار دے سکیں اور کہہ سکیں کہ اس حدیث کا مضمون ہمارے اسلاف کے طریقہ کار اور اسلام میں رائج نظام کے خلاف ہے جبکہ الاستذکار کی دوسری عبارت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا معاملہ سامنے آیا تو صاحب زبدہ کو پہلی تحقیق بھول گئی اور بڑے فاخرانہ انداز میں لکھ دیا:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔،،(زبدہ،ص 190)

جبکہ تیسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

''جملہ عباسیہ علویہ فاطمیہ ہاشمیہ اور بیسیوں فقہاء ومجتہدین وافاضل صحابہ رضی اللہ عنہم کا افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ مسئلہ افضلیت اختیاری تھا،،۔ (زبدہ،ص 254)

صاحب زبدہ کی دوسری اور تیسری عبارت کا پہلی عبارت سے تضاد دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے۔لیکن اس فاضل کے نزدیک یہ زبدۃ التحقیق ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

صاحب زبدہ سے جواب طلب سوال:

اگر مسئلہ تفضیل میں پانچویں صدی ہجری تک عالم اسلام میں یہی نظام رائج

تھا تو پھر کیا جملہ صحابہ کرام اور جملہ عباسیہ فاطمیہ وغیرہ جو حضرت مولا مرتضیٰ کو سب سے افضل جانتے تھے وہ عالم اسلام اور ہمارے اسلاف کرام سے خارج ہیں؟

کیا ایسی تضاد بیانی کا نام تحقیق ہے؟

کیا افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کے لیے عالم اسلام میں رائج نظام اور اسلاف کرام کے طریقہ کار سے موافقت کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق بخشے۔ آمین

جس نظام کا صاحبِ زبدہ کو پتہ چلا ہے وہ تو سراسر ان کی غلطی ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی افتراء اور بہتان ہے اگرچہ اس بحث میں ان سے بھی خاصی بے احتیاطی ہوئی ہے لیکن انہوں نے کسی ایسے نظام کا اشارہ بھی نہیں دیا البتہ الاستذکار کے اسی صفحہ کے آخر میں:

''ھذا طریق التفضیل فی الظاھر عند السلف من الصحابة والتابعین لھم باحسان۔،، (الاستذکار 14-239)

کے ساتھ حضرات اسلاف صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک طریقۂ تفضیل رائج ہونے کی صراحت کی ہے اور یہ طریقہ صاحبِ زبدہ کے بیان کردہ نظام کے متضاد ہے۔

صاحبِ زبدہ نے جس چیز کی نفی کی ہے علامہ ابن عبدالبر نے اسی کا اثبات کیا ہے، جو صاحب زبدہ کے غلطی پر ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس عبارت کی وضاحت عنقریب آرہی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر اندلسی (متوفی 463ھ) کتاب الاستذکار 239/14 حدیث 20186 کے تحت فرماتے ہیں:

”ولم یات عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجہ صحیح تجب الحجة بمثلہ انہ قال: فلان افضل من فلان اذا کانا جمیعا من اھل السوابق والفضائل وذلک من ادبہ ومحاسن اخلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لئلا یومی للمفضول بغیبة و یحطہ فی نفسہ فیخرجہ و یخزیہ و لم یکن ذلک ایضا من دینہ۔“

ترجمہ: کسی بھی طریقہ صحیحہ سے ہم تک یہ بات نہیں پہنچی جس سے حجت شرعیہ ثابت ہو کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: فلاں فلاں سے افضل ہے جبکہ وہ دونوں سابقین اولین میں سے تھے اور اصحاب فضائل میں سے تھے اور یہ بات آپ ﷺ کے حسن آداب اور فضائل اخلاق میں سے تھی تاکہ مفضول کی غیر حاضری میں اس کی طرف (تنقیدی) اشارے نہ کیے جائیں اور وہ اپنے آپ کو خود ہی نہ گرادے اور (اس طرح اس کو سرکار ﷺ اپنی صفوں سے) نکال نہ دیں اور رسوا نہ کریں اور یہ بات بھی آپ کے دین کا حصہ نہیں تھی۔“

اسی فقرے میں اختتام پر علامہ موصوف فرماتے ہیں:

”فلما لم یفعل علمنا ان قول القائل: فلان افضل من فلان، باطل ولیس بدین ولا شریعة۔“

ترجمہ: چونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا (یعنی فلاں فلاں سے افضل ہے نہیں فرمایا) تو ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ کہنے والے کا فلاں فلاں سے افضل ہے، قول، قول باطل ہے نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی یہ شریعت۔

حقیقت حال در بارہ افضلیت ایک حد تک واضح ہو آئی۔

(زبدۃ التحقیق، ص 182)

نوٹ:

راقم الحروف نے الاستذکار کی عبارت اصل کتاب سے نقل کی ہے کیونکہ زبدہ میں متعدد اغلاط تھیں البتہ صاحب زبدہ کی عبارت بعینہ نقل کر دی ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) صاحب زبدہ نے اس مقام پر متعدد غلطیاں کی ہیں۔

نمبر 1 شروع عبارت میں لکھا ہے: علامہ ابن عبدالبر اندلسی (تا) حدیث 20186 کے تحت فرماتے ہیں۔ (زبدہ)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ الاستذکار کی جملہ عبارات پر نمبر لگے ہوئے ہیں اور اس مقام پر 20181 تا 20193 کی عبارات میں علامہ ابن عبدالبر نے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔ اور 20186 نمبر علامہ موصوف کی اسی عبارت پر لگا ہوا ہے جسے صاحب زبدہ نے نقل کیا ہے لیکن صرف اپنی بات کا وزن بڑھانے کے لیے لکھ دیا: حدیث 20186 کے تحت فرماتے ہیں۔ (زبدہ)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا صاحب زبدہ کے نزدیک علامہ ابن عبدالبر اندلسی کی بات بھی حدیث ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نیز اگر یہی حدیث ہے تو اس کے تحت کیا فرمایا ہے؟

نمبر 2: "ولم یأت عنه صلی الله علیه وسلم" کی جگہ "ولم یأت انه" بنادیا ہے۔

نمبر 3: عبارت کے ضبط اور ضمائر کے مراجع اور عبارت کا مفہوم و معنی بیان کرنے میں بھی ٹھوکریں کھائی ہیں۔

(ب) نمبر 1: عبارت منقولہ سے علامہ ابن عبدالبر کا مقصود و مدعی افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی سمجھنا صاحب زبدہ کی غلطی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ علامہ موصوف کے نزدیک جو قول باطل ہے نہ دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے اسی کو ایسا حق قرار دیا ہے جس کے خلاف کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر جیسے فاضل سے جب یہ ناممکن ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ عبارت مذکورہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی اور انکار کے لیے ہرگز نہیں ہے۔

نمبر 2: اس عبارت کو حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید کے لیے تمہید ٹھہرانا بھی سراسر غلط ہے۔ کیونکہ بالفرض اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت نہ ہی ہو کہ آپ نے فرمایا ہے: فلاں، فلاں سے افضل ہے تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا باطل اور مردود ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں، فلاں سے افضل ہے اور فلاں، فلاں سے افضل ہے۔ بلکہ انہوں نے فرمایا: کنا نقول

الحدیث کہ ہم صحابہ کرام کہا کرتے تھے، تا آخر۔

جب علامہ ابن عبدالبر کے بیان کردہ مضمون اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں تضاد اور منافات ہی نہیں ہے تو اس سے حدیث کا بطلان کیونکر لازم آئے گا؟

(ج) علامہ ابن عبدالبر کا یہ قول: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو: فلاں، فلاں سے افضل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قائل کا یہ قول: فلاں فلاں سے افضل ہے۔ قول باطل ہے، نہ ہی دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے۔ بذات خود قول باطل اور مردود ہے اور علامہ موصوف کی زبردست علمی لغزش ہے۔ اس لیے کہ دین متین کا ادنیٰ خادم بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی عمل کو صرف نہ کرنے کی وجہ سے اس عمل کا باطل و مردود اور دین و شریعت کے خلاف ہونا لازم نہیں آتا۔

بفضلہٖ تعالیٰ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ اس مردود قول کی بنیاد پر حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کرنا بذات خود باطل اور مردود ہے اور حدیث شریف کی صحت پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

(د) صاحبِ زبدہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ یہ کہنا کہ فلاں، فلاں سے افضل ہے، قول باطل ہے، نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث: جس میں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین سے افضل قرار دیا گیا ہے یہ قول اور نظریہ: قول باطل ہے نہ ہی یہ دین ہے اور نہ شریعت ہے۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جواب طلب سوال:

کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول بھی قول باطل ہے، نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی یہ شریعت ہے یا وہ قول حق ہے دین بھی ہے اور شریعت بھی ہے اور صرف حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا قول، قول باطل ہے نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحب زبدہ نے علامہ موصوف پر یہ تھوپا ہے کہ ان کے نزدیک حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا قول اور نظریہ، قول باطل ہے نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے۔اور صاحب زبدہ کے نزدیک یہ اعلیٰ درجہ کی تحقیق ہے لہٰذا ان کا اپنا بھی یہی موقف ہونا ایک امر لازمی ہے۔جیسا کہ آخر میں لکھا ہے۔حقیقت حال دربارۂ افضلیت ایک حد تک واضح ہو آئی۔ (زبدہ، ص 182)

جبکہ چند صفحات کے بعد افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔جو قول اور نظریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں قول باطل ہے نہ ہی دین ہے اور نہ ہی شریعت ہے بعینہ وہی نظریہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں قول حق بھی ہے اور دین اور شریعت بھی۔

واہ رے مسئلہ افضلیت کا تحقیقی جائزہ۔کیسا انصاف ہے؟

حالانکہ اسی مبحث میں علامہ ابن عبد البر کی اپنی تصریحات سے واضح ہے کہ

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تقدیم وتفضیل سے اس عبارت کا کوئی تعلق نہیں ہے، کیا یہ نہیں فرمایا؟ وھذا ھو الحق الذی لا یجوز عندنا خلافہ والحمد للہ

جبکہ صاحب زبدہ نے علامہ موصوف کی مراد کے خلاف ان پر تھوپا ہے۔ بلکہ دوسری غلطی یہ کی ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں علامہ ابن عبد البر کا نظریہ اور عقیدہ پیش ہی نہیں کیا اور خیانتاً چھپایا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

(ھ) عبارت منقولہ کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی تردید کے لیے بنیاد بنانا بایں طور بھی باطل ہے کہ فلانٌ افضلُ مِن فلانٍ، کہ فلاں، فلاں سے افضل ہے۔ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرزد نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے:

لئلا یومیٔ للمفضول بغیبۃ ویحطہ فی نفسہ فیخرجہ ویخزیہ۔

بالفرض اگر کسی فرد خاص سے افضل قرار دینے میں اس علت کے وجود کا امکان ہوسکتا ہے لیکن ساری امت میں سے بعض کو افضل قرار دینے میں اس علت کا امکان بھی نہیں ہے۔

کیا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو ماسوائے حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی جوانوں اور مشائخ اور بزرگوں کا سردار نہیں فرمایا گیا؟

کیا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو مقتدیٰ نہیں ٹھہرایا گیا اور سب کو ان کی اقتداء کا حکم نہیں دیا گیا؟

کیا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو زمین والوں میں سے اپنے وزراء نہیں فرمایا؟

توکیا اس سے ساری امت کو نفی نفسہا گرا دیا ہے اور رسوا کر کے اپنی صفوں سے نکال دیا ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی صحابہ کرام کا تمام امت میں سے حضرات شیخین کریمین وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی افضلیت بیان کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک کے مطابق وموافق ہوا نہ کہ مخالف۔ اور عبارت منقولہ کو حدیث کی تردید میں پیش کرنا خلط مبحث ہے۔ والحمد للہ فی الاولی والآخرۃ۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تیسری عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان:

صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

کیا مسئلہ افضلیت ضروریات دین میں سے ہے؟

اسی صفحہ پر علامہ موصوف اس سوال کا جواب تحریر فرماتے ہیں:

"قد اجمع علماء المسلمین ان اللہ تعالیٰ لا یسأل عبادہ یوم الحساب من افضل عبادی، ولا هل فلان افضل من فلان، ولا ذلك مما یسأل عنه احد فی القبر ولكن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد مدح خصالا وحمد اوصافا من اهتدی الیها حاز الفضائل۔"

ترجمہ: علماء اسلام نے اس پر اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے سوال نہیں کرے گا "میرے بندوں میں سے افضل کون ہے، اور نہ ہی یہ سوال ہوگا، کیا فلاں فلاں سے افضل ہے اور نہ ہی یہ ان چیزوں میں سے ہے جنکے بارے میں قبر میں سوال ہوگا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ساری عادات

(صفات) کی تعریف فرمائی ہے (انہیں) سراہا ہے، جو انکی طرف راہ یاب ہو جائے گا وہ فضائل حاصل کر لے گا۔،، (زبدۃ التحقیق ،ص 183)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) ایسی تحقیق پر لاحول ولاقوۃ الاباللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا علامہ ابن عبدالبر کی عبارت منقولہ میں سوال مذکور کا جواب دیا گیا ہے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے یا نہیں، کیا ضروریات دین کی یہی تعریف ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ان کا سوال کرے گا اور قبر میں بھی ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ اور جن چیزوں کے بارے میں قیامت کے دن اور قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا وہ ضروریات دین سے نہیں ہیں؟ کیسی دینی بصیرت ہے؟

قبر کے سوالات میں تو عامۂ طرق حدیث کے مطابق اسلام کے ارکان اربعہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ذکر بھی صراحتاً نہیں ہے تو کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک یہ ارکانِ اسلام بھی ضروریاتِ دین سے نہیں ہیں؟

اور اگر کسی مسئلہ کے ضروریات دین سے ہونے کے لیے اس کے بارے میں قبر میں اجمالی سوال ہی کافی قرار دیا جائے، پھر تو تمام اسلامی مسائل کا ضروریات دین سے ہونا لازم آئے گا کیونکہ قبر کے سوالات میں سے ایک سوال ہے: ما دینك؟ تو مومن جواب دے گا: ''دینی الاسلام''۔

اور یہ بات تو علم دین کے طلبہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام صرف ضروریاتِ دین سے عبارت نہیں ہے بلکہ جملہ اُمورِ دینیہ کو جامع ہے۔ اور جہاں تک قیامت کے دن کے سوال کا تعلق ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مقدس جو فرمان باری تعالیٰ سے مبرہن ہے کافی ووافی ہے۔

الا فاعملوا و انتم من الله علی حذر واعلموا انکم معرضون علی اعمالکم فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۔ رواہ الشافعی۔ (مشکوٰۃ، ص 444-445)

اور فرمان رسول کریم ﷺ۔

کلکم راع و مسئول عن رعیته۔ (صحیح البخاری 1-324)

اس کے تحت فرمایا:

کلکم راع و لا اقل من کون راعیا علی اعضائه و جوارحه و قواه مسئول عن رعیته، ای: عما یجب رعایته۔ (مجمع البحار 2/346-347)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا تزول قدما ابن آدم یوم القیامة حتی یسأل عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وماذا عمل فیما علم۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰۃ، ص 443)

ان نصوص شرعیہ سے خوب واضح ہے کہ قیامت کے دن کے سوالات کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے۔ تو کیا یہ تمام اُمور جن کی بابت سوال کیا جائے گا، ضروریات دین ہیں؟ کیا الاستدکار کی اس پوری بحث میں جو متعدد صفحات پر محیط ہے صراحتاً تو در کنار

اشارۃً یا کنایۃً بھی یہ سوال: کیا مسئلہ افضلیت ضروریات دین میں سے ہے؟

منقول ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں ہے بلکہ صاحب زبدہ نے خود ہی غلطی کی ہے کہ اپنی طرف سے ایک سوال گھڑ کر علامہ ابن عبدالبر کی عبارت کو اس کا جواب قرار دیدیا اور دوسری غلطی یہ کی ہے کہ ضروریات دین کی ایک غلط تعریف اختراع کر کے علامہ موصوف پر تھوپ دی اور ان کی عبارت کو ضروریات دین کی تشریح قرار دیدیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(ب) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت منقولہ کو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی کے لیے پیش کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ یہ تو ان کے موقف اور نظریہ ہی کے خلاف ہے اور نہ ہی اسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر طعن کے لیے بنیاد ٹھہرانا درست ہے اس لیے کہ اس پوری عبارت کے مضمون کو اگر درست ہی تصور کرلیا جائے پھر بھی اس کے ذریعے حدیث مذکور پر طعن کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے کیونکہ مضمون عبارت اور مضمون حدیث شریف کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے۔

(ج) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ:

"قد اجمع علماء المسلمین ان اللہ تعالیٰ لایسأل عبادہ یوم الحساب من افضل عبادی۔" (الاستذکار) کہ تمام علماء مسلمین اس امر پر ضرور اجماع کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے یہ سوال نہیں کریگا کہ:

من افضل عبادی؟ میرے بندوں میں سب سے افضل کون ہے؟"

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: علامہ موصوف کا یہ اپنا خیال اور مفروضہ تو ہوسکتا

ہے اسے علماء مسلمین کا اجماعی مسئلہ قرار دینا ان کی علمی لغزش ہے اس لیے کہ من افضل عبادی؟ کا سوال، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کیا جانا لازم اور ضروری سمجھنا، رجم بالغیب ہے تو علماء اسلام اس پر اجماع کیسے کر سکتے ہیں؟

حضور نبی کریم ﷺ کا ''انا سید ولد اٰدم یوم القیامة ولافخر'' (ترمذی) کے ساتھ اپنی عظمت سے آگاہ کرنا یقیناً حکمتوں پر مبنی ہے اور ان میں سے ایک حکمت یہ ہونا بھی ممکن ہے کہ تم سے سوال ہو سکتا ہے لہٰذا تمہیں جواب سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

نیز حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ اور ان کے بعد افضل کون ہے؟ اور ماسوائے حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی جوانوں اور مشائخ اور بزرگوں کے سردار کون ہیں؟

ان حقائق سے آگاہ کرنا بھی یقیناً حکمتوں پر مبنی ہے اور یہ حکمت بھی ممکن ہے کہ سوال کے جواب کی تیاری کرانا بھی مطلوب ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

نیز جہاں تک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا مسئلہ ہے تو یہ احادیث متواترۃ المعنیٰ سے ثابت ہے اور منکرین افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے معرض وجود میں آنے سے پہلے ہی اس پر اجماعِ امت ہو چکا تھا اس لیے اگرچہ ضروریات دین سے نہیں ہے مگر قطعیاتِ اسلام سے ضرور ہے۔

اور اگر اس کی قطعیت کے بارے میں کوئی شخص شک وشبہ میں مبتلا ہے تو اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمام علماء اہل سنت کے نزدیک یہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ضرور ہے۔ اور اس کے خلافِ نظریہ، بدعت اور

بدعقیدگی ہے کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اس کی سزا مفتری کی حد یعنی 80 درے ہے۔ نیز جب اعضاء ظاہرہ کے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا تو اعمال قلب کے بارے میں کیوں نہ ہوگا؟

کیا بداعتقادی قابل مؤاخذہ جرم نہیں ہے؟ کیا روشن عقیدگی وسنیت اور بدعقیدگی وبدعت کے بارے میں سوال نہیں ہوگا؟ کیا ''ماانا علیہ واصحابی'' پر قائم رہنے والوں کو فرقہ ناجیہ قرار دے کر سنیت کو لازم پکڑنے کی تاکید نہیں فرمائی گئی؟ کیا ناجی اور ناری ہونے کے درمیان مابہ الامتیاز جو مسائل ہیں ان کی بابت بھی سوال نہیں ہوگا؟

ان حقائق واقعیہ کے ہوتے ہوئے علامہ ابن عبدالبر اندلسی اور ان کے وکیل کا یہ دعویٰ کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے کہ ''من افضل عبادی'' سوال نہ ہونے پر علماء اسلام کا اجماع ہے؟

اس دعویٰ کا حاصل تو یہ ہے کہ: مسئلہ افضلیت میں بدعقیدگی اور گمراہی سے الگ رہتے ہوئے روشن عقیدگی پر قائم رہنے کی بابت قیامت کے دن سوال نہ ہونے پر علماء اسلام کا اجماع ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(د) نہایت ہی افسوس ناک بات یہ ہے کہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت: ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مدح خصالا وحمد اوصافا من اھتدی الیھا حاز الفضائل۔ سے متصل بعد والی عبارت صاحبِ زبدہ نے خیانتاً حذف کردی ہے۔ اس لیے کہ اگر نقل کرتے تو انہوں نے پہلی

عبارت کے تحت جو نتیجہ بیان کیا تھا کہ: اس سے پتہ چلا کہ عالم اسلام میں یہ نظام رائج تھا، تا آخر۔ (زبدہ، ص181)

اس سب پر پانی پھر جاتا اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ علامہ ابن عبدالبر کی عبارات کے جو نتائج صاحبِ زبدہ بیان کر رہے ہیں وہ سراسر دھاندلی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کی عبارت متروکہ ملاحظہ فرمائیں:

و بقدر مافیه منها کان فضله فی ظاهر امره علی من لم ینلها و من قصر عنها لم یبلغ من الفضل منزلة من ناله۔

هذا طریق التفضیل فی الظاهر عند السلف من الصحابة والتابعین لهم باحسان۔ (الاستذکار 239/14)

صاحب زبدہ کی نقل کردہ اور ترک کردہ مکمل عبارت کا حاصل یہ ہے:

اور لیکن رسول اللہ ﷺ نے متعدد عادات و خصال کی مدح فرمائی ہے اور متعدد اوصاف کی تعریف کی ہے تو جو شخص ان کی طرف راہ پائے گا وہ فضائل جمع کر لے گا۔

اور حضور نبی کریم ﷺ نے جن عادات و خصال اور اوصاف کی مدح اور حمد فرمائی ہے ان میں سے جس قدر کسی انسان کے اندر موجود ہوں گی اسی تناسب سے ظاہر امر میں اس کی دوسرے انسان پر فضیلت ہے جس نے ان عادات و خصال اور اوصاف کو نہیں پایا۔ اور جو شخص ان عادات و خصال اور اوصاف سے قاصر رہا وہ اس شخص کی فضیلت کے مرتبہ کو نہیں پہنچے گا جس نے ان خصال و اوصاف کو پالیا ہے۔ یہ ہے ظاہر میں طریقۂ تفضیل، سلف صالحین، حضرات صحابہ کرام اور نیکی میں ان کے

تابعین رضی اللہ عنہم کے نزدیک۔"

بزعم علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کے اسلاف کرام حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں طریقۂ تفضیل جو رائج تھا عبارت مذکورہ میں اس کو بیان کیا ہے۔

اس میں دو چیزوں کی خصوصی طور پر نشاندہی کی ہے:

نمبر 1: جن عادات وخصال اور اوصاف کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدح فرمائی ہے وہ معیار فضیلت ہیں لہٰذا ان میں جو فائق ہے وہی افضل ہے۔

نمبر 2: اسلاف کرام حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراہی ہوئی عادات وخصال اور اوصاف کے پیش نظر ظاہر امر میں بعض کو بعض سے افضل سمجھتے تھے۔

صاحبِ زبدہ کی دلیری اور دھاندلی:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ تو سلف صالحین حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ خصال واوصاف کے ذریعے طریقۂ تفضیل رائج ہونے کی تصریح کر چکے ہیں جبکہ صاحب زبدہ کہتے ہیں:

انہیں ان اوصاف کا حامل ماننا چاہیے اور ان اوصاف کے ذریعے سے دوسروں پر ان کی برتری ثابت کرنا ہمارے اسلاف کے طریقہ کار کے خلاف ہے۔

(زبدہ، ص181) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واللہ تعالیٰ اعلم حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے مخالفین کونسے

لوگ صاحب زبدہ کے نزدیک اسلاف ہیں جن کا حوالہ دے رہے ہیں؟

ضروری تنبیہ:

نمبر 1: اسلاف کرام حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک طریقۂ تفضیل ثابت ہونے کی تصریح سے ثابت ہوا کہ گزشتہ عبارت میں علامہ موصوف نے جولکھا ہے:

علمنا ان قول القائل: فلان افضل من فلان، باطل، و لیس بدین و لا شریعة۔

تو اس سے حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کے نزدیک ثابت شدہ طریقۂ تفضیل کے خلاف محض ھوائے نفس سے صادر ہونے والا قول مراد ہے۔ اس لیے کہ اگر علامہ موصوف کی اس عبارت کا یہ محمل تسلیم نہ کیا جائے پھر تو حضرات صحابہ وتابعین کے طریقۂ تفضیل کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ عبارت خود ہی مردود ہے۔

نمبر 2: حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تفضیل ثابت ہونے سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی حقانیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کیونکہ علامہ ابن عبدالبر کو خود اس چیز کا اعتراف ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تفضیل ثابت ہے البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عہد نبوی میں حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت بیان کرنے کا جو تذکرہ فرمایا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تائید وتصویب اور تصدیق شدہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پر انکار نہ کرنا حدیث مرفوع تقریری صحیح سے ثابت ہے۔

نیز افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما احادیث نبویہ متواترۃ المعنی سے بھی ثابت ہے جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ظاہر امر ہی بیان نہیں فرمایا بلکہ حضرات

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا واقعی اور نفس الامری عند اللہ تعالی روحانی مرتبہ ومقام بیان فرمایا ہے، اسی لیے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہے نہ کہ صرف ظاہر امر میں۔ جیسا کہ ارشادات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں تفصیل گزر چکی ہے۔ اور یہی وجہ ہے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا تسلیم کیا ہے چنانچہ فرمایا

"وھذا ھو الحق الذی لا یجوز عندنا خلافہ والحمد للہ" (الاستذکار 244/1)

"اور یہ وہ حق ہے جس کا خلاف ہمارے نزدیک جائز ہی نہیں والحمد للہ۔"

لہذا علامہ ابن عبد البر کی عبارت مذکورہ، حدیث مذکور پر طعن کی تمہید نہیں بن سکتی البتہ مضمونِ حدیث کی حقانیت کے لیے مثبت ضرور ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

درج ذیل اور آئندہ صفحہ پر "الاستذکار،، کا عکس ملاحظہ کر کے صاحب زبدہ کی خیانت کی تصدیق کر لیں۔

الاستذكار

الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار فيما تضمنه "الموطأ"
من معاني الرأي والآثار وشرح ذلك كله بالإيجاز والاختصار

تصنيف

ابن عبد البر
الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري الأندلسي
٣٦٨هـ - ٤٦٣هـ

يطبع لأول مرة كاملاً في ثلاثين مجلداً
بالفهارس العلمية عن خمس نسخ خطية عزيزة

المجلد الرابع عشر

وثق أصوله وخرج نصوصه ورقمها
وقنن مسائله وصنع فهارسه

الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي

دار قتيبة للطباعة والنشر
دمشق - بيروت

دار الوعي
حلب - القاهرة

٢٠٢١٢ - وقالَ ابْنُ أبي خَيْثمةَ : كانَ أحْمَدُ بْنُ إبراهيمَ الدورقيُّ ، يقُولُ : لا أشهدُ لأحَدٍ بالجنَّةِ غيرَ الأنْبِياءِ - عَلَيهم السَّلامُ .

٢٠٢١٣ - **قال أبو عُمرَ** : وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ - رَحمه اللهُ - تَقْدِيمُ الشَّيْخَيْنِ ؛ أبو بكرٍ وَعُمَرُ - رضي الله عنهما - مِنْ رِوَايةِ ابْنِ القَاسِمِ وغيرِهِ .

٢٠٢١٤ - حدَّثنا خلَفُ بْنُ قَاسِمٍ ، قالَ : حدَّثنا أحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بنِ عَبْدِ المُؤْمِنِ، قالَ : حدَّثنا أبو بشرٍ الدُّولابيُّ ، قالَ : حدَّثنا إسْمَاعِيلُ بْنُ إسْحاقَ ، قالَ : حدَّثنا أبو مصعبٍ ، قالَ : حدَّثنا عَبْدُ العَزيزِ بْنُ أبي حَازِمٍ ، قالَ : سألْتُ مَالِكًا فِيما بَيني وَبَينَهُ : مَنْ تُقَدِّمُ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ؟ قالَ : أُقَدِّمُ أبا بكرٍ وَعُمَرَ ، قالَ : ولَمْ يَزَلْ على هَذا .

٢٠٢١٥ - **قال أبو عمر** : جَمَاعَةُ أهْلِ السنَّةِ ؛ وَهُم أهْلُ الفِقْهِ والآثَارِ على تَقْدِيمِ أبي بكرٍ وَعُمَرَ وتولي عثمان وعليّ وجماعة أصحاب النبي - عليه السلام - وَذِكْرِ مَحَاسِنِهِم ، وَنَشْرِ فَضَائِلِهِم ، والاسْتِغْفَارِ لَهُم .

٢٠٢١٦ - وهَذا هُوَ الحَقُّ الَّذي لا يَجُوزُ عِنْدَنا خِلافُهُ ، والحمدُ للهِ .

٢٠٢١٧ - أخبَرَنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أسيدٍ ، قالَ : حدَّثنا مُحمدُ بْنُ مسرورٍ، قالَ : حدَّثنا أحْمدُ بْنُ مغيثٍ قالَ : حدَّثنا الحسينُ بْنُ حَسَنِ بْنِ حَرْبٍ المَرْوَزِيُّ ، قالَ : أخبَرنا ابْنُ المُبارَكِ ، قالَ : حدَّثنا ابْنُ لهيعَةَ ، قالَ : حدَّثنا يزيد ابْنُ أبي حبيبٍ أنَّ أبا الخيرِ المزنيَّ حدثَهُ أنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الجهنيَّ حَدَّثَهُم : أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلّى على قَتْلى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَاني سِنِينَ ، كَالمُوَدِّعِ لِلأحْيَاءِ والأمْوَاتِ ، ثمَّ

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی چوتھی عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر الاستذکار 14-240۔حدیث 20192 کے تحت فرماتے ہیں:

''روی سخنون عن ابن القاسم من کتاب الدیات من "المدونة" قال: سمعت مالکا وسئل عن علی وعثمان فقال: ما ادرکت احدا اقتدی بہ فی دین یفضل احدھما علی صاحبہ۔''

ترجمہ: ''سخنون نے ابن قاسم سے ''مدونہ'' کی کتاب الدیات سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے امام مالک کو سنا، تا آخر۔'' (زبدہ، ص 183-184)

الجواب:

اقول: صاحب زبدہ کی پہلی غلطی یہ ہے کہ لکھا ہے: حدیث 20192 کے تحت فرماتے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نمبر علامہ ابن عبدالبر کی عبارت منقولہ پر ہی لگا ہوا ہے اور علامہ موصوف نے عبارت منقولہ سے متصل پہلے یا بعد میں بھی کوئی حدیث نقل نہیں کی واللہ تعالیٰ اعلم صاحبِ زبدہ بار بار غلط بیانی کس لیے کر رہے ہیں؟

دوسری غلطی کاتب کی تصور کر لیتے ہیں کہ سحنون ''حا'' کے ساتھ ہے لیکن ''خا'' کے ساتھ سخنون لکھ دیا ہے۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ صاحب زبدہ نے یہ سمجھا ہے کہ سحنون نے ابن قاسم سے "مدونہ" کی کتاب الدیات سے روایت کیا ہے۔(زبدہ)

اور اس کے مطابق ہی عربی عبارت بنالی ہے۔روی سحنون عن ابن القاسم من کتاب الدیات من "المدونۃ"(زبدہ)

یعنی سحنون نے اپنی کسی کتاب میں ابن قاسم سے روایت کیا ہے اور ابن قاسم نے اسے وہ روایت "مدونہ" کی کتاب الدیات سے بیان کی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ "المدونۃ الکبریٰ" جو حضرت امام دارالہجرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے جسے ان سے حضرت امام عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور ان سے حضرت امام سحنون بن سعید التنوخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے تو امام سحنون "المدونۃ الکبریٰ" کے راوی ہیں۔

اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ امام سحنون نے حضرت امام عبدالرحمن بن قاسم سے "مدونہ" کی کتاب الدیات میں روایت کیا ہے۔

اور الاستذکار میں عبارت بھی درست ہے، ملاحظہ کریں:

وروی سحنون عن ابن القاسم فی کتاب الدیات من "المدونۃ" الخ۔
(الاستذکار 14/240)

جبکہ صاحبِ زبدہ نے حقیقت حال سے بے خبری کی وجہ سے الاستذکار کی عبارت میں تبدیلی کر کے "فی" کی جگہ "من" لکھ کر اسے غلط بنالیا اور پھر اس کے مطابق اس کا مفہوم ومعنی لکھ دیا ہے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مذکور کو

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی کے لیے پیش کیا ہے جبکہ اس کا کوئی جواز ہی نہیں ہے کیونکہ اس عبارت کا ان نفوس قدسیہ کی افضلیت کی نفی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دینی مقتدی جنہیں میں نے پایا ہے وہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل کے بارے میں توقف کا موقف رکھتے تھے۔

جبکہ خود حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے توقف والے نظریہ سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ ہے صاحبِ زبدہ کا معیار تحقیق جبکہ ہمہ دانی اور عقل کل ہونے کے زعم میں مبتلا ہیں اور اکابر ائمہ اعلام واسلافِ اہل سنت کو تضحیک کا نشانہ بنانے پر بڑے نازاں ہیں۔

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ جو شخص ائمہ اعلام کے کلام کو کما حقہ سمجھنے سے بھی محروم ہے اور خیانتوں پر دلیر ہے وہ حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز جیسی شخصیات کو بھی عقائد اہل سنت سے ناواقف اور جاہل سمجھتا ہے اور ان کی تحقیق کا مذاق اڑاتا ہے۔ نعوذ باللہ من الحرمان والخذلان۔

علامہ ابن عبد البر کی پانچویں عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان:

علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

"وحدثنا عبد الوارث بن سفیان قال: حدثنا قاسم بن اصبغ قال! حدثنا ابوبکر بن ابی خیثمة قال: حدثنا احمد بن زهیر بن حرب قال حدثنا عبد السلام بن صالح قال: حدثنا عبد الله بن وهب قال: سمعت مالکا یقول: لا افضل احدا من العشرة ولا غیرهم علی صاحبه وکان یقول: هذا من

علم الله الذی لا یعلمه غیره. قال: وقال مالك: ادرکت شیوخنا بالمدینة و هذا رأیهم. ،،(الاستذکار 14/240)

حاصل کلام یہ ہے کہ عبداللہ بن وہب نے کہا: میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا: کہ میں عشرہ مبشرہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتا ہوں۔ اور امام مالکؒ کہتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کے اس علم سے ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عبداللہ بن وہب نے کہا: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے مدینہ منورہ میں اپنے شیوخ کو پایا ہے کہ یہی ان کا موقف اور نظریہ تھا۔

الجواب: بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: کیا حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے واقعی یہ کچھ کہا ہے جو عبارت منقولہ میں ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے؟

اس کی حقیقی صورتحال کو جاننا کچھ مشکل نہیں ہے۔

(الف) اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمام شیوخ مدینہ منورہ کو اسی موقف اور نظریہ پر پایا ہے۔

جبکہ یہ دعویٰ قطعی اور یقینی طور پر غلط اور خلاف واقع ہے اس لیے کہ خود علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے۔

الاستیعاب کی اصل عبارت گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ: تمام اہل سنت سلف وخلف فقہاء ومحدثین کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں اگر اہل سنت

میں اختلاف ہے تو صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔ (الاستیعاب)

جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما سے افضل ہونا بھی اہل سنت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔

جب حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے افضل الامت ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے اور اجماع کرنے والوں میں علامہ ابن عبدالبر نے سلف وخلف فقہاء ومحدثین سب کے شامل ہونے کی تصریح کی ہے، تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ قول مذکور حضرت امام مالک اور ان کے زمانہ میں پائے جانے والے شیوخِ مدینہ منورہ پر افتراء اور بہتان ہے۔

(ب) خود علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی کتاب ''الاستذکار،، میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کا عقیدہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے اور تازندگی اسی نظریہ پر قائم رہنے کی تصریح بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ سے روایت کی ہے۔ لہٰذا قول مذکور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت شدہ حقیقت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے

(ج) علامہ ابن عبدالبر اندلسی کے روایت کردہ قول مذکور کی سند میں ایک راوی عبدالسلام بن صالح ابوالصلت ہے جس کے حال کا کچھ بیان تاریخ ابن ابی خیثمہ کی روایات پر کلام کے ضمن میں ائمہ اعلام کے اقوال کی روشنی میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ وہ رافضی خبیث کذاب ہے۔

جبکہ دوسری طرف حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف لطیف ''المدونۃ الکبریٰ''، میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں شک نہ ہونے

یعنی قطعی ہونے کی تصریح کی ہے اور دیگر ائمہ اعلام نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے اور حضرت عثمان ذوالنورین و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل میں توقف والے نظریہ سے رجوع کر کے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا موقف اختیار کرنا بھی روایت کیا ہے جیسا کہ حضرت امام مالک کے موقف کی تفصیل کے تحت گزر چکا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ حقائق مذکورہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے قول مذکور ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ صریح افتراء اور بہتان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر طعن کی بنیاد: ایک قول مردود اور باطل ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب قول مذکور کی حقیقی صورتحال کے بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر علامہ ابن عبدالبر کا طعن سراسر باطل اور زبردست علمی لغزش ہے کیونکہ علامہ موصوف نے اس طعن کی ساری عمارت حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب قول مذکور پر کھڑی کی ہے جیسا کہ اس سے بعد والی عبارت میں علامہ موصوف نے تصریح کی ہے۔

جب بنیاد ہی ناقابل اعتبار اور محض باطل ہے تو اس پر مبنی طعن بھی لامحالہ باطل اور مردود ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ضروری تنبیہ: قول مذکور کی سند میں لکھا ہے:

قال: حدثنا ابوبکر ابن ابی خیثمة قال: حدثنا احمد بن زهیر بن حرب، قال: حدثنا عبدالسلام بن صالح۔

اس سند کے بیان میں کسی راوی کو وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ابوبکر بن ابی خیثمة ہی احمد بن زہیر بن حرب ہیں۔ صاحبِ تاریخ کبیر المعروف بہ تاریخ ابن ابی خیثمة اور عبدالسلام بن صالح الہروی ابوالصلت ہے جو گزشتہ روایات مرفوعہ میں بھی ابوبکر بن ابی خیثمة کا شیخ ہے۔

یا پھر کاتب کی غلطی سے ایسا لکھا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھٹی عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

اسی صفحہ پر علامہ موصوف امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں:

"قول مالك هذا يدل على انه لم يصح عنده حديث نافع عن ابن عمر: كنا نفاضل على عهد رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)، فيقول ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم يسكت فلا يفضل احدا وكان افهم الناس لنافع واعلمهم بحديثه وكان نافع عنده احد الذين يقتدى بهم في دينه فلو كان هذا الحديث عنده صحيح عن نافع عن ابن عمر ما قال قوله هذا۔

ترجمہ: امام مالک کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے (یہ بتاتا ہے) کہ ان کے نزدیک

نافع رضی اللہ عنہ کی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت صحیح نہیں: ہم حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں افضلیت دیا کرتے تھے، وہ کہا کرتے ابوبکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم پھر چپ کر جایا کرتے تھے اور کسی کو فضیلت نہیں دیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ نافع رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور ان کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور نافع رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک ان لوگوں میں سے تھے جن کی دین میں پیروی کی جایا کرتی تھی۔ اگر یہ حدیث ان کے نزدیک نافع رضی اللہ عنہ سے صحیح ہوتی اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح ہوتی تو امام مالک رضی اللہ عنہ یہ جملہ کبھی نہ بولتے۔،،

امام مالک رضی اللہ عنہ نے برملا طور پر کہا ہے کہ میں نے ایسے بزرگوں میں سے کسی بھی شخص کو نہیں پایا جو ایک دوسرے پر افضلیت دیتا ہو۔ چونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور نافع رضی اللہ عنہ بھی وہیں کے رہنے والے تھے۔ اور ایک دن میں درجنوں مرتبہ ملاقات کے اتفاقات ہو سکتے تھے۔ پانچوں اوقات کی نماز میں تو ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ایک دن میں پانچ مرتبہ ناگزیر تھی۔

اندریں حالات امام مالک رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہونا اور امام بخاری کو اطلاع ہو جانا کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بخارا کے رہنے والے ہوں اور ادوار بھی مختلف ہوں، وہ یہ حدیث معلوم کر لیں اور امام مالک رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہو؟

اب ذرا غور فرمایئے کہ اگر سنی ہونے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اقرار ضروری ہوتا تو امام مالک رضی اللہ عنہ تو سنی نہ ہوئے حالانکہ وہ سنیت کی جان ہیں۔ درآں حال کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی کی بھی افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

خواہ ابوبکر صدیق ہوں یا علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) ہوں وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث کو جو آئندہ موضوع گفتگو بننے والی ہے درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔

(زبدۃ التحقیق، ص184 تا186)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: صاحب زبدہ نے اس مقام پر بہت ساری غلطیاں کی ہیں:

(الف) شروع میں لکھا ہے: اسی صفحہ پر علامہ موصوف امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں: قول مالك هذا يدل، تا آخر (زبدہ)

اقول: کیا یہ ہے امام مالک کا قول: قول مالك هذا الخ؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ب) الاستذکار کے جس نسخہ سے صاحب زبدہ نے عبارت نقل کی ہے اس میں اس مقام پر عبارت مذکورہ میں کتابت کی متعدد اغلاط ہیں چنانچہ لکھا ہے: "کنا نقاتل" جبکہ درست "کنا نفاضل" ہے۔ لکھا ہے: "فیقول" جبکہ صحیح "فنقول" ہے "ثم یسکت" جبکہ درست "ثم نسکت" ہے۔ فلا یفضل احدا" جبکہ صحیح "فلا نفضل احدا" ہے۔

صاحب زبدہ نے پہلی غلطی کی تصحیح تو کرلی ہے کہ "کنا نفاضل" لکھا ہے اور باقی تینوں جملے غلط ہی نقل کیے ہیں اور اسے صرف کاتب کی غلطی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ صاحب زبدہ نے ترجمہ بھی اس غلط عبارت کے مطابق لکھا ہے بلکہ اس میں بھی غلطی کی ہے کہ تینوں جگہ صیغہ مفرد کا ہے اور ترجمہ جمع کا لکھا ہے۔ حالانکہ حدیث

شریف کا ادنیٰ خادم بھی اول نظر سے ہی سمجھ رہا ہے کہ الاستذکار کی عبارت منقولہ میں کتابت کی اغلاط ہیں لیکن صاحب زبدہ نہیں سمجھ پائے۔

(ج) عبارت مذکورہ میں ''قول مالك هذا'' سے امام مالک کا وہی قول مراد ہے جو اس سے پہلی عبارت میں گزرا ہے جس کی حقیقی صورتحال آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جب وہ قول ثابت ہی نہیں ہے بلکہ امام مالک قدس سرہ العزیز پر افتراء اور بہتان ہے تو علامہ ابن عبدالبر کا اسے نقل کرنا پھر اسی کو بنیاد بنا کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحت ثابت نہ ہونے کا دعویٰ کرنا ان کی سنگین غلطی ہے۔ اور صاحب زبدہ کا عبارت منقولہ کو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی اور انکار کے لیے پیش کرنا اور یہ انکار حضرت امام مالک اور علامہ ابن عبدالبر رحمہما اللہ تعالیٰ پر تھوپنا ان پر سراسر افتراء اور بہتان عظیم ہے کیونکہ دونوں بزرگوں کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے تو اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ انہیں منکرینِ افضلیت قرار دیدیا ہے؟ صاحبِ زبدہ سراسر تحریف اور دھاندلی میں مصروف ہیں۔

(د) صاحبِ زبدہ نے لکھا: امام مالک رضی اللہ عنہ نے برملا طور پر، تا آخر،

(زبدہ) راقم الحروف محوِ حیرت ہے کہ ایک طرف ایسی سنگین لغزشیں اور دوسری طرف دعوائے تحقیق بلکہ ہمہ دانی اور عقل کل ہونے کا زعم۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جب حضرت امام مالک سے قول مذکور ثابت ہی نہیں ہے تو اس پر تعمیر کی جانے والی عمارت خود بخود ہی زمین بوس ہوگئی۔

حضرت نافع اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی ملاقات ثابت کرنے کے لیے صاحبِ

زبدہ کی انوکھی تحقیق سے واضح ہے کہ انہیں یہ علم ہی نہیں ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت نافع قدس سرہ العزیز کے باقاعدہ شاگرد ہیں اور ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کر کے ان سے اقتباس علم کرتے رہے ہیں جیسا کہ کتب اسماء الرجال کے صفحات اس مضمون کی تصریحات سے چمک رہے ہیں جبکہ صاحب زبدہ کہتے ہیں:

چونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور نافع رضی اللہ عنہ بھی وہیں کے رہنے والے تھے اور ایک دن میں درجنوں مرتبہ ملاقات کے اتفاقات ہو سکتے تھے۔ پانچوں اوقات کی نماز میں تو ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ایک دن میں پانچ مرتبہ ناگزیر تھی (زبدہ) صاحب زبدہ کی راویان حدیث کے حالات سے کیسی آگاہی ہے؟

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ھ) صاحب زبدہ نے لکھا: اندریں حالات امام مالک رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہونا، تا آخر، (زبدہ) اقول: کیا کسی حدیث کے ثابت ہونے یا نہ ہونے کو جاننے کے لیے یہی ضابطہ اور اصول ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صاحب زبدہ کو اسناد کی غرض وغایت تو یقیناً معلوم ہوگی۔ تو پھر ایسی بے اصولی باتیں کرنے کا کیا جواز ہے؟

کیا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث شریف متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت نہیں کی ہے؟ جب ایک حدیث اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے اور مضمون حدیث بھی ایسا نہیں ہے جو شرعاً یا عقلاً ناممکن ہے یا اسلاف کرام علمائے ربانیین کے نظریہ اور عقیدہ کے خلاف ہے تو ایسی حدیث کے ثابت نہ ہونے کا کیا معنی؟ بالفرض اگر حدیث مذکور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں آئی تھی تو

کیا حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اہل مدینہ منورہ کی جو حدیث میرے علم میں نہ آئے وہ صحیح نہیں ہے اگرچہ دوسرے محدثین اور ائمہ اعلام اسانید صحیحہ کے ساتھ اہل مدینہ سے وہ حدیث روایت کریں؟

(و) صرف حضرت نافع رضی اللہ عنہ ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کے راوی نہیں ہیں بلکہ بشمول حضرت نافع جلیل القدر پانچ تابعین عظام کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مذکور روایت کرنا تو فقیر راقم الحروف کی پیش کردہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جبکہ یہ کافی تتبع اور تلاش کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے بلکہ صرف چند کتب: مسند امام احمد، صحیح البخاری، سنن ابی داؤد، فضائل صحابہ از امام احمد اور کتاب السنۃ اور فضائل الصحابۃ از خیثمۃ بن سلیمان اور فتح الباری میں ذکر کردہ، طرق حدیث کا نتیجہ ہے۔ نیز صاحبِ زبدہ کا صرف امام بخاری کے ذکر پر اکتفاء کرنا بھی باعث تعجب ہے کیونکہ حدیث مذکور کے راوی صرف حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ہی نہیں ہیں بلکہ کثیر ائمہ اعلام نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حدیث مذکور کو روایت کیا ہے جن میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جیسی شخصیات بھی شامل ہیں۔

نیز یہ کہنا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور امام بخاری بخارا کے رہنے والے تھے، تا آخر۔ (زبدہ)

یہ فاضلانہ کلام نہیں ہے بلکہ خطیبانہ لسانی اور سراسر دھوکا دہی ہے۔ کیا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا میں رہتے ہوئے اپنی مرویات تمام احادیث معلوم کرلیں تھیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا امام بخاری مدینہ منورہ بار بار حاضر نہیں ہوئے؟

کیا اسماء الرجال کی کتب میں امام بخاری کے اساتذہ مدنیین کی خاصی تعداد کا تذکرہ نہیں ہے؟

کیا قبر انور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور منبر شریف کے درمیانی بقعہ مبارکہ جو''روضة من رياض الجنة'' ہے، میں بیٹھ کر صحیح بخاری کے تراجم ابواب لکھنے کا تذکرہ علماء اعلام نے تحریر نہیں فرمایا؟

اگر صاحب زبدہ کی اس لسانی کو درست مان لیا جائے پھر تو احادیث مبارکہ سے امان ہی اٹھ جائے گی۔اس لیے صرف نفسانی خواہش سے احادیث مبارکہ کو رد کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی بلکہ اصول روایت و درایت کے مطابق کسی حدیث کے ثابت یا غیر ثابت ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

(ز) صاحب زبدہ نے آخر میں لکھا ہے: اب ذرا غور فرمائیے کہ اگر سنی ہونے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اقرار ضروری ہوتا تو امام مالک رضی اللہ عنہ تو سنی نہ ہوئے ،تا آخر (زبدہ)

اقول: لاحول و لا قوة الا بالله۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب ''المدونۃ الکبری'' میں اپنا نظریہ اور عقیدہ یہ بیان کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں شک ہی نہیں ہے یعنی ان کی افضلیت قطعی ہے لیکن صاحب زبدہ نے ان پر انکارِ افضلیت تھوپ دیا ہے۔نعوذ باللہ من الافتراء علی الاسلاف الکرام۔

صاحب زبدہ کی تحقیق بھی انوکھی ہے کہ یہاں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے: وہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی کی بھی افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھتے خواہ

ابوبکر صدیق ہوں یا علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) ہوں (زبدہ) جبکہ آگے چل کر صرف امام مالک ہی کیا ائمہ اربعہ پر افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھوپا ہے۔

اب ان متضاد مضامین میں سے سچ کیا ہے؟ یہ فیصلہ صاحب زبدہ کی صواب دید پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اپنی ان دونوں تحقیقات میں غلط بیانی کسے تسلیم کرتے ہیں اور سچ کسے قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا اعتبار نہ کرنا بھی حضرت امام مالک پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ساتویں عبارت کی حقیقی صورتحال اور صاحب زبدہ کی گوہر افشانی کی ایک جھلک:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں: کتاب الاستذکار 14/341 حدیث نمبر 20195 علامہ ابن عبدالبر جیز تحریر میں لاتے ہیں:

"وھو حدیث شاذ لا یعضدہ شیء من الاصول و کل حدیث لا اصل لہ لا حجۃ فیہ وقد مالت العامۃ بجھلھا الیہ وھم مجمعون علی خلافہ بحیث لا یعلمون وقد نقضوہ مع قولھم بہ لانھم لا یختلفون فی ان علیا فی التفضیل رابع الاربعۃ۔"

ترجمہ: یہ حدیث شاذ ہے۔ اصول میں سے کوئی بھی اس کی تائید نہیں کرتی۔ جس حدیث کی کوئی اصل بھی تائید نہ کرے۔ اس میں کوئی دلیل تسلیم نہیں ہوتی۔ جاہل لوگ بوجہ اپنی جہالت کے اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور انہوں نے (جہلاء نے)

غیر شعوری طور پر اس کے خلاف اجماع کرلیا ہے اور اس کو ماننے کے باوجود اس کی خلاف ورزی کرلی ہے۔ کیونکہ وہ اس میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضلیت میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ (زبدہ، ص186)

نیز لکھا ہے: کتاب الاستذکار کے ص241 علامہ ابن عبدالبر 20196 کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"وفی حدیثهم عن ابن عمر انهم لایفضلون احدا بعد عثمان و انهم یسکتون بعد الثلاثة عن تفضیل احد فقد نقضوا ما ابرموا والله المستعان عن جهل عامة هذا الزمان۔"

ترجمہ: ان کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں یہ بات ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو افضلیت نہیں دیتے اور یہ کہ وہ لوگ تین کے بعد کسی کو کسی پر افضلیت نہیں دیتے۔ تو جو انہوں نے اٹل فیصلہ کیا تھا وہ توڑ دیا ہے اللہ تعالیٰ اس زمانے کے عوام کی جہالت سے بچائے۔" (زبدۃ التحقیق، ص189)

نیز صاحب زبدہ عبارت منقولہ کے پہلے حصہ کے تحت ترجمہ مذکورہ کے بعد رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر مالکی اندلسی (متوفی 463ھ) مذہب مالکی کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس حدیث کی فنی حیثیت پر گفتگو فرماتے ہیں۔

یہ حدیث (فنی طور پر) شاذ ہے کیونکہ علم حدیث کی بنیادی کتب میں سے کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کرتی۔ بایں معنی وہ راوی روایت حدیث میں متفرد ہوتا ہے اور اس عمل سے راوی کی اپنے سے اوثق راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے

جس کی وجہ سے حدیث شاذ کہلائے گی۔اور ثقہ کی اوثق سے مخالفت، روایت کے عدم قبول کی وجہ ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ عوام اپنی جہالت کی وجہ سے اس حدیث کے قبول کرنیکی طرف مائل ہوئے ہیں۔جبکہ اس حدیث کو سند مان لیا تھا تو اس کی مخالفت نہ کرتے مگر انہوں نے افضلیت میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر رکھ کر اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔حالانکہ اس حدیث نے تو ترتیب وار تین خلفائے راشدین کو افضل مانا ہے، چوتھے کے بارے میں سکوت اور توقف اختیار کیا ہے۔چاہیے یہ تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر نہ رکھتے۔انہوں نے ایسا کر کے حدیث کی مخالفت کی ہے۔ (زبدۃ التحقیق ص 187-186)

نوٹ: علامہ ابن عبدالبر کی عبارت مسلسل تھی لیکن صاحب زبدہ نے اسے دو حصوں میں نقل کیا ہے اس لیے راقم الحروف نے دونوں حصے نقل کرنے کے بعد صاحب زبدہ کی گوہر افشانی نقل کی ہے جو انہوں نے پہلے حصہ کے تحت فرمائی ہے عبارت منقولہ بغور پڑھ لیں:

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالی اقول: ''نمبر 20195'' علامہ ابن عبدالبر کی عبارت منقولہ پر ہی لگا ہوا ہے جسے صاحب زبدہ نے ''حدیث نمبر 20195'' قرار دیدیا ہے -لاحول ولا قوۃ الا باللہ-

اس تحریر سے فقیر راقم الحروف کا مقصود و مدعیٰ صرف اظہار حق اور عقیدۂ اہل سنت سے منحرف ہونے والوں پر اتمام حجت اور اہل اسلام کی خیر خواہی ہے اس لیے

ضبط وتحمل کا دامن نہیں چھوڑے گا ورنہ تمام اسلاف کرام حضرات صحابہ ومن بعدہم اور ائمہ اعلام فقہاء ومحدثین ومفسرین ومتکلمین وصوفیاء کرام حتی کہ خیر القرون سے لیکر آج تک کے تمام علماء ربانیین کو صاحب زبدہ کا جاہل لوگ، جہلاء، عوام جیسے القاب سے نوازنا اور ایک سنی کا اسے پڑھ کر تحمل کا مظاہرہ کرنا، آسان نہیں ہے اور یہ تحمل صرف اس لیے کہ اتمام حجت میں خلل واقع نہ ہو جائے اس لیے جواب آں غزل کے طور پر گفتگو کرنے سے فقیر کلی طور پر اجتناب کرے گا۔

صاحب زبدہ نے مذکورہ اوصاف سے ان لوگوں کو نوازا ہے جو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں گزارش یہ ہے کہ جہاں تک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو اس پر حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اب نتیجہ خوب واضح ہے کہ صاحبِ زبدہ کے نزدیک تمام اہل سنت جہلاء اور عوام ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بحث میں علامہ ابن عبدالبر اندلسی سے سنگین علمی لغزش سرزد ہوئی ہے لیکن ان کے کلام کو ڈھال بنا کر افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں صاحب زبدہ نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اسے پڑھ کر بندہ یقینی طور پر جان لیتا ہے کہ صاحبِ زبدہ قصداً اور ارادۃً دھوکا دہی میں مصروف ہیں۔ ان کی تحریر سے ان کی قلبی کیفیات روز روشن کی طرح واضح ہیں

علامہ ابن عبدالبر نے حدیث مذکور کے بارے میں جو فنی گفتگو کی ہے اس کی حقیقی صورتحال کی وضاحت سے پہلے عبارت کا مفہوم ومعنی بیان کرنے میں صاحب

زبدہ کی زیادتی کا ایک منظر ملاحظہ کریں:

علامہ ابن عبدالبر نے اسی مسئلہ کے بارے میں الاستیعاب میں بھی کلام کیا ہے جوالاستیعاب کی عبارات کے بیان میں مذکور ہے یہاں اس کا صرف وہ حصہ لکھا جاتا ہے جس سے الاستذکار کی عبارت مذکورہ سے علامہ موصوف کی مراد اور عبارت کا مفہوم ومعنی واضح ہوجائے، وباللہ التوفیق۔

علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

"واهل السنة اليوم على ما ذكرت لك من تقديم ابى بكر فى الفضل على عمر وتقديم عمر على عثمان وتقديم عثمان على على رضى الله عنهم، وعلى هذا عامة اهل الحديث من زمن احمد بن حنبل الا خواص من جلة الفقهاء وائمة العلماء فانهم على ما ذكرنا عن مالك ويحيى القطان وابن معين فهذا ما بين اهل الفقه والحديث فى هذه المسئلة وهم اهل السنة۔"

(الاستیعاب 58/2)

"اور اہل سنت آج اس نظریہ اور عقیدہ پر ہیں جو میں نے تجھے ذکر کیا ہے یعنی فضیلت میں حضرت ابوبکر کی حضرت عمر پر تقدیم ہے اور حضرت عمر کی حضرت عثمان پر اور حضرت عثمان کی حضرت علی پر رضی اللہ عنہم اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث (عامۂ محدثین) اس موقف پر ہیں مگر خواص جلیل القدر فقہاء اور ائمۃ العلماء، اس لیے کہ وہ اس نظریہ پر ہیں جو میں نے امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین سے ذکر کیا ہے (حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما میں توقف)"۔

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں، بحمد اللہ تعالیٰ اس عبارت میں علامہ ابن عبد البر نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ حضرات شیخین کریمین کی تفضیل و تقدیم کے بارے میں تو اہل سنت میں دوسری کسی رائے کا تصور ہی نہیں ہے البتہ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل و تقدیم میں حضرت امام مالک حضرت یحییٰ بن معین اور حضرت یحییٰ بن سعید القطان توقف کے قائل ہیں لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث (عامۂ محدثین کرام) اسی موقف اور نظریہ پر ہیں کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تقدیم و تفضیل ہے یعنی وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں (اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ خود حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ اور عقیدہ ہے) اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں مگر کچھ خواص جلیل القدر فقہاء وائمۃ العلماء کا وہی موقف ہے جو حضرت امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان اور ابن معین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور الاستیعاب میں حدیث مذکور پر طعن کے بیان میں علامہ موصوف کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ کریں:

"لان القائل بذلك قد قال بخلاف ما اجتمع عليه اهل السنة من السلف و الخلف من اهل الفقه والاثر: ان عليا افضل الناس بعد عثمان رضی اللہ عنہ و هذا مما لم يختلفوا فيه وانما اختلفوا فی تفضيل علی وعثمان۔"

(الاستیعاب 57/2)

اس لیے کہ بیشک اس حدیث کے مطابق نظریہ رکھنے والے اور قول کرنے

والے نے اس کے خلاف قول کیا ہے جس پر اہل سنت سلف وخلف فقہاء ومحدثین کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے: کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔اور یہ مسئلہ ان مسائل سے ہے جن میں اہل سنت کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اہل سنت نے صرف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں اختلاف کیا ہے۔

نتیجۂ کلام:

اس عبارت سے دو حقیقتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں:

نمبر 1: حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں اہل سنت سلف وخلف فقہاء ومحدثین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

نمبر 2: حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو صرف اور صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل کے بارے میں ہے۔

(و اختلف السلف ایضا فی تفضیل علی وابی بکر ،کی حقیقی صورتحال بیان کی جا چکی ہے۔)

جب علامہ ابن عبدالبر کی اپنی عبارات سے یہ حقیقت روز روشن کی واضح ہے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہی نہیں ہے اگر اہل سنت میں اختلاف ہے تو صرف حضرات عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔

اور بقول علامہ ابن عبدالبر، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عامۂ محدثین تقدیم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نظریہ اور موقف پر ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

وعلی ھذا عامۃ اھل الحدیث من زمن احمد بن حنبل الخ۔

(الاستیعاب)

اوران شاء اللہ تعالیٰ یہ حقیقت الاستذکار کی عبارت سے بھی واضح کی جائے گی کہ اختلاف صرف حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے صرف ان لوگوں کو مورد طعن ٹھہرایا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضلیت کے قائل ہیں جو بزعم علامہ موصوف کے عامۂ اہل حدیث ہیں۔

صاحب زبدہ کی کرم فرمائی کا ایک منظر:

الاستذکار کی عبارت مذکورہ: وقد مالت العامۃ بجھلھا الیہ وھم مجمعون علی خلافہ بحیث لایعلمون، میں العامۃ سے عامۃ اہل الحدیث مراد ہیں جیسا کہ الاستیعاب میں علامہ موصوف نے تصریح کی ہے۔ لیکن صاحب زبدہ نے اس کا ترجمہ درج ذیل تحریر کیا ہے:

"جاہل لوگ بوجہ اپنی جہالت کے اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور انہوں نے (جہلاء نے) غیر شعوری طور اس کے خلاف اجماع کر لیا ہے۔"

(زبدۃ التحقیق، ص186)

نیز لکھا ہے: علامہ ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ عوام اپنی جہالت کی وجہ سے اس حدیث کے قبول کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ (زبدۃ، ص187)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی کے کلام کا

ترجمہ نہیں ہے بلکہ تحریف معنوی ہے۔اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطافرمائے۔اٰمین یارب العالمین

علامہ ابن عبدالبر کی مراد: عامۂ اہل حدیث ہیں نہ کہ عوام الناس اور جہلاء مراد ہیں جیسا کہ صاحب زبدہ نے لکھا ہے۔

حدیثِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر علامہ ابن عبدالبر کے طعن کا خلاصہ:

نمبر 1: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث شاذ ہے اصول سے کوئی چیز اس کی تائید نہیں کرتی اور ہر وہ حدیث جس کے لیے کوئی اصل مؤید نہ ہو اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔

نمبر 2: عامۂ اہل حدیث اپنی بے خبری کے سبب اس حدیث کی طرف مائل ہوئے ہیں اور وہ اپنی لاشعوری میں اس کے خلاف نظریہ پر اجماع کیے ہوئے ہیں۔اس حدیث کو تسلیم کرنے اور اس کے مطابق نظریہ اور موقف اختیار کرنے کے دعویٰ کے باوجود انہوں نے اس کے خلاف موقف اختیار کرلیا ہے اس لیے کہ وہ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فضیلت میں چوتھے نمبر پر ہیں، حالانکہ ان کی حدیث میں، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، یہ بتایا گیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو کسی پر فضیلت دینے سے خاموش ہو جایا کرتے تھے۔

تو ان عامۂ اہل حدیث نے اس حدیث کو حجت مان کر جس نظریہ اور عقیدہ کو محکم کیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خاموش ہونے کی بجائے چوتھے نمبر پر حضرت

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر اجماع کر کے اسے توڑ دیا۔ اس زمانہ کے عامہء اہل حدیث کی بے خبری پر اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔ (الاستذکار)

علامہ ابن عبدالبر کے طعن کا جواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) الاستذکار کی عبارت کی رکاکت کے پیش نظر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت علامہ ابن عبدالبر جیسے فاضل کی نہیں ہے بلکہ افضلیت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے کسی منکر کے ہاتھ کی صفائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اگر ''العامۃ'' سے مراد عوام اور جہلاء ہیں جیسے صاحب زبدہ نے کہا ہے، پھر تو اس عبارت کے مدسوسہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں تصریح کی ہے:

وعلی ھذا عامۃ اھل الحدیث من زمن احمد بن حنبل۔

تو الاستذکار میں عامۂ محدثین کرام کو عوام اور جہلاء کیسے کہہ سکتے ہیں؟

(ب) الاستذکار کی عبارت مذکورہ کے آخر میں ہے:

''واللہ المستعان علی جھل عامۃ ھذا الزمان'' تو لامحالہ عبارت مذکورہ کے پہلے حصہ ''وقد مالت العامۃ'' میں ''العامۃ'' سے علامہ ابن عبدالبر کے زمانہ کے عامہ مراد ہیں۔ جبکہ الاستیعاب میں تصریح کر چکے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث (عامۂ محدثین) کا یہی موقف اور نظریہ ہے۔

اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کی ولادت 164ھ میں اور وصال 241ھ

میں ہے۔ جبکہ علامہ ابن عبد البر کی وفات 463ھ میں ہے۔

تو اب راقم الحروف جیسا طالب العلم اس بات پر وثوق کیسے کر سکتا ہے؟ کہ علامہ ابن عبد البر جیسا متبحر فاضل اپنی ایک کتاب میں تصریح کر دے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقدیم و تفضیل حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث (عامۂ محدثین) کا موقف اور نظریہ ہے اور اپنی دوسری کتاب میں لکھ دے: میرے زمانہ کے عوام اور جہلاء کا یہ نظریہ ہے۔ واللہ المستعان علی جهل عامة هذا الزمان۔

اور اگر ''العامة،، سے عامۂ اہل حدیث مراد ہیں پھر بھی اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ علامہ موصوف ایک جگہ لکھیں: حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث کا یہ نظریہ ہے اور دوسری جگہ یہ دعویٰ کر دیں کہ میرے زمانہ کے عامۂ اہل حدیث کا یہ موقف ہے جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور علامہ ابن عبد البر قدس سرہ العزیز کی وفات کے مابین تقریباً سوا دو سو سال کا طویل زمانہ ہے۔ تو اس صورت میں ''واللہ المستعان علی جهل عامة هذا الزمان'' کہنے کا کیا جواز ہے؟

اور بالفرض اگر عامۂ اہل حدیث (بشمول حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کیونکہ ان کا موقف بھی یہی ہے) کو علامہ موصوف جاہل سمجھتے ہیں تو پھر یوں کہنا چاہیے تھا۔ ''واللہ المستعان علی جهل عامة اهل الحديث من زمن احمد بن حنبل'' (نعوذ باللہ من ذلك) جبکہ ایسی بدگمانی فقیر کے لیے مشکل ہے۔

جب علامہ موصوف کی اپنی تحقیق کے مطابق یہ نظریہ صدیوں سے چلا آ رہا تھا تو صرف اپنے زمانے کے جاہل لوگوں کا نظریہ قرار دینے کا کیا جواز ہے؟

(ج) تاہم یہ بھی علامہ ابن عبدالبر کا زعم ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے عامۂ اہل حدیث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت کا نظریہ رکھتے ہیں۔ نفس الامری حقیقت تو یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر جمہور علماء اہل سنت کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے حضرت امام مالک نے بھی توقف والے نظریہ سے رجوع کرلیا اور مذہب جمہور اپنالیا تھا اور حضرت یحییٰ بن معین نے تو دوٹوک لفظوں میں فرمایا: کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت کا نظریہ: ھذا مذھبنا وقول ائمتنا۔(الاستیعاب 57/2)

یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی ہمارے ائمہ اعلام کا قول اور نظریہ ہے۔

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ارشادات بھی گزر چکے ہیں تو اب اگر یہ نظریہ جہالت ہے تو علامہ ابن عبدالبر کے زمانہ کے صرف عوام یا عامۂ اہل حدیث ہی جاہل نہ ٹھہرے بلکہ حضرات صحابہ ومن بعد ہم جمہور علمائے اہل سنت کا جاہل ہونا لازم آیا۔ نعوذ باللہ من ذلك

جبکہ صاحب زبدہ تو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا نظریہ رکھنے والوں کو بھی شامل کررہے ہیں تو اس طرح تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سمیت تمام علمائے اہل سنت کا جاہل ہونا لازم آیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

(د) الاستیعاب میں علامہ موصوف کا شبہ صرف اسی قدر تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق عقیدہ رکھنا اجماعِ اہل سنت کے خلاف ہے اس لیے کہ اہل سنت سلف وخلف فقہاء ومحدثین سب کا اس امر پر اتفاق اور اجماع

ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔اہل سنت کے مابین اختلاف صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔جبکہ حدیث مذکور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان پر خاموش ہو جانے کا ذکر ہے۔تو اجماعِ مذکور اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث وہم اور غلط ہے (کسی راوی کا وہم ہے اور اس نے غلطی سے یہ مضمون روایت کر دیا ہے) اور اس کا معنی ومفہوم صحیح نہیں ہے اگر چہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ

''لان القائل بذلك قد قال بخلاف ما اجتمع عليه اهل السنة من السلف والخلف من اهل الفقه والاثر الخ-''

(الاستیعاب 57/2) (مکمل عبارت اور ترجمہ گزر چکا ہے)

سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

جبکہ الاستذکار میں ہے:

''وقد مالت العامة بجهلها اليه وهم مجمعون على خلافه بحيث لا يعلمون (الى ان قال) والله المستعان على جهل عامة هذا الزمان-''

(الاستذکار 241/14)

الاستیعاب کی عبارت سے دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر ماننے والوں میں حضرات اہل سنت میں سے سلف وخلف فقہاء ومحدثین بھی ہیں اور یہی حقیقت واقعیہ ہے کیونکہ یہ جمہور اہل سنت سلف وخلف کا موقف اور نظریہ ہے جبکہ الاستذکار میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر ماننے والے اور اس پر اتفاق اور اجماع کرنے والے، علامہ موصوف کے صرف اہل

زمان اور وہ بھی عامہ (جو بزعم صاحب زبدہ عوام اور جہلاء ہیں) اس لیے کہ آخر میں کہہ دیا ہے: واللہ المستعان علی جھل عامۃ ھذا الزمان،

جبکہ یہ کھلی تضاد بیانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اگر اس تمام تر تضاد بیانی کے باوجود بھی عبارت منقولہ علامہ ابن عبدالبر مالکی کی ہے تو اسے علامہ موصوف کی سنگین علمی لغزش اور غلطی ہی کہا جائے گا جو اپنی تضاد بیانی اور خلاف حقیقت ہونے کی وجہ سے خود بخود ہی مردود اور نا قابل اعتبار ہے۔ اور صاحب زبدہ کا اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھنا اور فاخرانہ انداز میں اسے نقل کرنا، اس سے بھی بڑی غلطی ہے۔

(ھ) الاستذکار کی عبارت مذکورہ صاحب زبدہ نے سرمایۂ تحقیق سمجھ کر پیش کی ہے اور افضلیت شیخین کریمینؓ وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا کوئی منکر عبارت مذکورہ کا مدسوسہ ہونا بھی تسلیم کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوگا اس لیے فقیر راقم الحروف عبارت منقولہ کے بارہ میں کچھ گزارشات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے تا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے منکرین کے لیے الاستذکار میں مذکور تحقیقی سرمایہ کی حقیقت واضح ہو جائے۔

و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علیھم و علی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستذکار کی عبارت منقولہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ دی ہے کہ:

یہ حدیث شاذ ہے اصول سے کوئی اصل اس کی تائید نہیں کرتا، اور ہر حدیث جس کے لیے کوئی اصل نہیں ہے اس میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے لہٰذا حدیث مذکور میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے۔ (الاستذکار)

اور یہ بات تو طلباء بھی جانتے ہیں کہ دلیل کے مقدمتین جب ثابت ہوں گے تو مدعی ثابت ہوگا ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل قرار دیا جائے گا

پہلا مقدمہ یہ ہے: یہ حدیث شاذ ہے اصول سے کوئی اصل اس کی تائید نہیں کرتا۔

فقیر راقم الحروف حدیث شاذ کی تعریف اور اس کا حکم، ائمہ اصول حدیث کے کلمات مبارکہ کی روشنی میں سپرد قلم کر دیتا ہے اس کے بعد خود بخود واضح ہو جائے گا کہ حدیث مذکور کو شاذ قرار دینا علامہ ابن عبد البر کی سنگین علمی لغزش ہے۔

حدیث شاذ کی تحقیق:

شیخ الاسلام الامام الحافظ تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف با بن الصلاح علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں:

"قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ لیس الشاذ من الحدیث ان یروی الثقة ما لا یروی غیره. انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف ماروی

الناس و حکی الحافظ ابو یعلی الخلیلی القزوینی نحو هذا عن الشافعی و جماعة من اهل الحجاز۔ ثم قال الذی علیه حفاظ الحدیث ان الشاذ ما لیس له الا اسناد واحد یشذ بذلك شیخ ثقة کان او غیر ثقة فما کان عن غیر ثقة فمتروك لا یقبل و ما کان عن ثقة یتوقف فیه و لا یحتج به۔ و ذکر الحاکم ابو عبدالله الحافظ ان الشاذ هو الحدیث الذی ینفرد به ثقة من الثقات و لیس له اصل بمتابع لذلك الثقة۔ (الی ان قال)

قلت: اما ما حکم الشافعی علیه بالشذوذ فلا اشکال فی انه شاذ غیر مقبول۔ و اما ما حکیناه عن غیره فیشکل بما ینفرد به العدل الحافظ الضابط کحدیث "انما الاعمال بالنیات" فانه حدیث فرد تفرد به عمر رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم تفرد به عن عمر علقمة بن وقاص ثم عن علقمة محمد بن ابراهیم ثم عنه یحیی بن سعید علی ما هو الصحیح عند اهل الحدیث۔

و اوضح من ذلك فی ذلك حدیث عبدالله بن دینار عن ابن عمر "ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع الولاء و هبته" تفرد به عبدالله بن دینار وحدیث مالك عن الزهری عن انس "ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل مکة و علی رأسه مغفر" تفرد به مالك عن الزهری۔ فکل هذه مخرجة فی الصحیحین مع انه لیس لها الا اسناد واحد تفرد به ثقة، وفی غرائب الصحیح اشباه لذلك غیر قلیلة۔

و قد قال مسلم بن الحجاج للزهری نحو تسعین حرفا یرویه عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یشارکه فیها احد باسانید جیاد والله اعلم۔

فھذا الذی ذکرناہ وغیرہ من مذاھب ائمۃ الحدیث یبین لك انہ لیس الامر فی ذلك علی الاطلاق الذی اتی بہ الخلیلی والحاکم بل الامر فی ذلك علی تفصیل نبینہ فنقول:

اذا انفرد الراوی بشیء نظر فیہ فان کان ما انفرد بہ مخالفا لما رواہ من ھو اولی منہ بالحفظ لذلك واضبط کان ما انفرد بہ شاذا مردودا، وان لم تکن فیہ مخالفۃ لما رواہ غیرہ وانما ھو امر رواہ ھو ولم یروہ غیرہ فینظر فی ھذا الراوی المنفرد فان کان عدلا حافظا موثوقا باتقانہ و ضبطہ قبل ما انفرد بہ لم یقدح الانفراد فیہ کما فیما سبق من الامثلۃ وان لم یکن ممن یوثق بحفظہ و اتقانہ لذلك الذی انفرد بہ کان انفرادہ خارما لہ مزحزحا لہ عن حیز الصحیح۔

ثم ھو بعد ذلك دائر بین مراتب متفاوتۃ بحسب الحال فان کان المنفرد بہ غیر بعید من درجۃ الحافظ الضابط المقبول تفردہ استحسنا حدیثہ ذلك و لم نحطہ الی قبیل الحدیث الضعیف و ان کان بعیدا من ذلك رددنا ما انفرد بہ وکان من قبیل الشاذ المنکر۔

فخرج من ذلك ان الشاذ المردود قسمان:

احدھما الحدیث الفرد المخالف۔

والثانی الفرد الذی لیس فی راویہ من الثقۃ والضبط ما یقع جابرا لما یوجب التفرد والشذوذ من النکارۃ والضعف واللہ اعلم۔''

(مقدمۃ ابن الصلاح، ص 100 تا 104)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''حدیث شاذ وہ نہیں ہے جسے ثقہ روایت کرے کہ اس کے سوا کسی نے وہ حدیث روایت نہیں کی، (بلکہ) شاذ صرف وہ حدیث ہے جسے ثقہ راوی نے روایت کیا ہے اور وہ حدیث دوسرے (ثقہ) لوگوں کی روایت کے مخالف ہو۔

اور حافظ الحدیث ابویعلی خلیلی قزوینی نے امام شافعی اور اہل حجاز کی ایک جماعت سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔

پھر حافظ ابویعلی خلیلی نے کہا: جس نظریہ اور موقف پر حفاظِ حدیث ہیں وہ یہ ہے کہ بیشک شاذ وہ حدیث ہے جس کی صرف ایک سند ہو اور اس کے ساتھ کوئی شیخ منفرد ہو، عام ازیں کہ وہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔ پھر جو حدیث غیر ثقہ سے مروی ہے وہ متروک، غیر مقبول ہے اور جو ثقہ سے مروی ہے اس میں توقف کیا جائے گا اور اس کے ساتھ حجت و دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔

اور حاکم ابوعبداللہ حافظ الحدیث نے کہا: بیشک شاذ وہ حدیث ہے جس کے ساتھ کوئی ثقہ راوی منفرد ہو اور اس کے لیے کوئی اصل اس ثقہ کے متابع نہ ہو۔

(تا، شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے فرمایا:)

میں کہتا ہوں جس حدیث پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے اس کے شاذ غیر مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ ہم نے جو ان کے علاوہ دوسروں سے بیان کیا ہے اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ ان کی بیان کردہ شاذ کی تعریف سے تو لازم آتا ہے کہ جس حدیث کو صرف اکیلا عادل حافظ ضابط راوی روایت کرے وہ بھی حجت نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' اس لیے کہ یہ حدیث فرد ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس

کے ساتھ متفرد ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں علقمہ بن وقاص پھر علقمہ سے محمد بن ابراہیم پھر ان سے یحییٰ بن سعید روایت کرنے میں متفرد ہے۔ تفرد کا یہ حکم اس پر ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔

اور اس سے زیادہ واضح اس باب میں حدیثِ عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی عن بیع الولاء وھبتہ ،، ہے۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولاء (ولاء عتق) کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کو اکیلے عبداللہ بن دینار نے روایت کیا ہے۔

اور حدیثِ مالك عن الزھری عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دخل مکۃ و علی راسہ مغفر ،، (بھی) اس باب میں خوب واضح ہے۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سراقدس پر خود تھا۔

اس حدیث کو زہری سے روایت کرنے میں امام مالک متفرد ہیں۔

پھر یہ تمام احادیث مبارکہ صحیحین (صحیح البخاری وصحیح مسلم) میں اخراج کی گئی ہیں باوجودیکہ ان کے لیے صرف ایک ایک اسناد ہے اس کے ساتھ ثقہ متفرد ہے۔ اور غرائب صحیح میں اس کی امثال کثیرہ ہیں۔

اور امام مسلم بن حجاج نے فرمایا: زہری نے کوئی نوے احادیث مبارکہ اسانید جیدہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں ان احادیث کی روایت میں زھری کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ ائمہ حدیث کے مذاہب سے، تیرے لیے اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ حدیث شاذ کے بارے میں امر علی الاطلاق ایسے نہیں ہے جو خلیلی اور حاکم نے بیان کیا ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے، ہم اسے بیان کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں:

جب راوی کسی چیز کے ساتھ منفرد ہو تو اس میں دیکھا جائے، اگر تو وہ روایت جس کے ساتھ وہ منفرد ہے حفظ وضبط میں اس سے اعلیٰ اور فائق کی روایت کے مخالف ہے۔ پھر تو جس کے ساتھ یہ منفرد ہے وہ شاذ مردود ہے۔ اور اگر اس منفرد کی روایت میں دوسروں کی روایت کی مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ صرف وہ ایک ایسا امر ہے جسے اس نے روایت کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں نے روایت نہیں کیا، تو پھر اس منفرد راوی کے بارے میں دیکھا جائے گا اگر تو وہ جس چیز کی روایت میں منفرد ہوا ہے اس سے قبل، عادل، حافظ اور اپنے ضبط واتقان کے ساتھ موثوق بہ ہے، تو اس میں انفراد، قدح اور طعن کا موجب نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ امثلہ (انما الاعمال بالنیات وغیرہ احادیث مبارکہ ہیں)۔

اور اگر وہ راوی اس انفراد سے قبل اپنے حفظ واتقان کے ساتھ موثوق بہ نہیں ہے تو اس کا انفراد اس حدیث کو کاٹ کر حیز صحیح سے دور کر دے گا۔ پھر اس کے بعد وہ حدیث بحسب حال راوی، مراتب متفاوتہ کے درمیان دائر ہے۔

اگر تو اس حدیث کے ساتھ منفرد راوی، حافظ ضابط مقبول التفرد کے درجہ کے قریب ہے تو ہم اس کی اس حدیث کو حسن قرار دیں گے اور اسے حدیث ضعیف کے قبیلہ اور درجہ کی طرف نہیں اتاریں گے اور اگر وہ منفرد راوی، حافظ ضابط مقبول

التفرد کے درجہ سے بعید ہے تو ہم اس حدیث کو جس کے ساتھ وہ متفرد ہے رد کردیں گے اور وہ حدیث شاذ منکر کے قبیلہ سے ہوجائے گی۔،،

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلا کہ حدیث شاذ مردود کی دو قسمیں ہیں:

(اول) حدیث فرد مخالف (وہ حدیث جسے ایک ثقہ راوی نے اپنے زیادہ ثقہ لوگوں کے مخالف روایت کیا ہے)

(ثانی) وہ حدیث فرد جس کے راوی میں اس درجہ کی ثقاہت اور ضبط نہیں ہے کہ تفرد اور شذوذ جس نکارت اور ضعف کا موجب ہوتا ہے اس کمی اور نقصان کو پورا کردے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔،،

حاصل کلام:

بحمد اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے حدیث شاذ اور اس کی اقسام اور احکام کے بارے میں نہایت لطیف اور نفیس اور تحقیقی کلام فرمایا ہے کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

ائمہ محدثین سے حدیث شاذ کی متعدد تعریفات نقل کی ہیں۔حضرت امام شافعی اور اہل حجاز کی ایک جماعت کا موقف نقل کر کے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حدیث شاذ کی یہ تعریف ایسی ہے کہ اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

پھر حافظ ابویعلی خلیلی سے ایک تعریف نقل کی ہے جسے انہوں نے حفاظ حدیث کا موقف قرار دیا ہے پھر حاکم ابوعبداللہ صاحب مستدرک کا موقف نقل کیا ہے۔

پھر علامہ ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے ان دونوں مذاہب کا رد کیا ہے کہ ان کی بیان کردہ تعریف اور اس پر بیان کئے گئے حکم کے اطلاق سے تو لازم آئے گا کہ بہت ساری احادیث صحیحہ بھی حجت نہ ہوں جبکہ یہ بات ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے پھر مسئلہ کی تفصیل بیان کی ''بما لا مزید علیه'' کہ اس کے بعد کسی وضاحت کی حاجت اور ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ کوئی اشتباہ اور ابہام ہی باقی نہیں چھوڑا۔

اور آخر میں نتیجہ بیان فرمادیا کہ شاذ مردود کی صرف دو قسمیں ہیں۔ وللہ الحمد

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو شاذ قرار دینا قول باطل اور مردود ہے:

حقائق مذکورہ سے واضح ہوا کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور کو شاذ قرار دینا سراسر باطل اور بے اصل بات ہے۔

حتی کہ شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے حدیث شاذ کی جن تعریفات کو غلط اور مورد اشکال قرار دیا ہے ان کی رو سے بھی حدیث مذکور کو شاذ قرار دینا درست نہیں ہے اس لیے کہ حدیث شاذ کی کوئی تعریف ایسی نہیں ہے جس میں راوی کا انفراد شرط نہ ہو جبکہ حدیث مذکور میں راوی کے انفراد اور تفرد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ کثرت ہی کثرت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(1) باب فضل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ حدثنا سلیمان عن یحیی بن سعید عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(صحیح البخاری مع الفتح 19/7)

(2) حدثنی محمد بن حاتم بن بزیع حدثنا شاذان حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمة الماجشون عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم۔

تابعہ عبد اللہ بن صالح عن عبد العزیز۔ (صحیح البخاری مع الفتح 66/7)

(3) حدثنا احمد بن صالح ثنا عنبسة ثنا یونس عن ابن شھاب قال قال سالم بن عبد اللہ ان ابن عمر قال کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی، افضل امة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنہم۔ (سنن ابی داؤد 280/2)

(4) حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی، قثنا بشر بن شعیب بن ابی حمزة ابو القاسم قال حدثنی ابی عن الزھری قال: اخبرنی سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن عمر قال: انا کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی۔ افضل امة رسول اللہ بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان۔

(فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل 1/107-108)(اسنادہ صحیح)

(5) حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قال ثنا ابو معاویة قال ثنا سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابن عمر قال: کنا نعد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی واصحابہ متوافرون۔ ابو بکر و عمر و عثمان ثم نسکت"۔

(فضائل الصحابة 1/108)(اسنادہ صحیح)

والحدیث اخرجہ الامام احمد فی المسند (8/243) باسناد صحیح عن سھیل عن ابیہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اور ابو صالح ذکوان السمان ابو یزید المدنی ہے۔

(6) حدثنا عبداللہ قال: حدثنی ابی، نا وکیع عن ھشام بن سعد عن عمر بن اسید عن ابن عمر قال: کنا نقول فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ خیر الناس ثم ابوبکر ثم عمر۔ (فضائل الصحابۃ 1/108-109)

ہشام بن سعد کے سوا اس حدیث کے تمام راویوں کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے اور ہشام بن سعد کے بارے میں اکثر نے کہا ہے کہ ثقہ نہیں ہے تاہم شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اقوال کے ساتھ درج اقوال بھی نقل کیے ہیں:

قال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین: صالح ولیس بمتروك الحدیث (الی ان قال) و قال العجلی: جائز الحدیث حسن الحدیث و قال ابو زرعۃ: محلہ الصدق و ھو احب الی من ابن اسحاق۔ (تہذیب التہذیب 11/37)

(7) اخرجہ خیثمۃ من طریق یوسف بن الماجشون عن ابیہ عن ابن عمر۔ کنا نقول فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان، ثم ندع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا نفاضل بینھم۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری 7/20)

(8) حدثنا محمود بن غیلان من اھل مرو۔ نا حجین بن المثنی نا عبدالعزیز بن الماجشون عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ قال: کنا نقول علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ابو بکر و عمر و عثمان، و یبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکرہ علینا۔

حدیث 1357 (کتاب السنۃ 2/576-577) اسنادہ صحیح

بفضلہٖ تعالیٰ فقیر راقم الحروف نے اصل حقیقت کی طرف صرف توجہ دلانے

کے لیے متعدد کتب احادیث کے حوالہ جات سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارک کے آٹھ (۸) طرق پیش کیے ہیں جن میں حدیث نمبر 1 نمبر 2 نمبر 8 میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت نافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

اور حدیث نمبر 3 نمبر 4 میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کے بیٹے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔

اور حدیث نمبر 5 میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت ابو صالح ذکوان السمان المدنی راوی ہیں۔

اور حدیث نمبر 6 میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عمر بن اسید قدس سرہ العزیز راوی ہیں۔

اور حدیث نمبر 7 میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت امام محدث ابو یوسف یعقوب بن دینار الماجشون رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں۔

اور یہ حضرات تابعین کرام صرف ثقہ عادل ضابط و متقن راوی ہی نہیں ہیں بلکہ جلیل القدر ائمہ اعلام ہیں بالخصوص حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہم اور ان نفوس قدسیہ کی عظمت کے بیان سے کتب اسماء الرجال کے صفحات چمک رہے ہیں۔

پھر ان پانچ حضرات سے روایت کرنے والوں کی تعداد صرف روایات مذکورہ میں ہی ان حضرات سے بھی زیادہ ہوگئی ہے اور ان میں بھی اغلب و اکثر ائمہ اعلام اور کبار محدثین و فقہاء و مجتہدین ہیں۔

اور اگر طرق مذکورہ کے علاوہ دیگر طرق اور اسانید دیکھی جائیں تو مزید

کثرت سامنے آئے گی۔ پھر نیچے والے درجات میں راویوں کی کثرت میں اضافہ ہونا تو ایک واضح امر ہے اور ان حضرات میں بھی اکثر و بیشتر اکابر محدثین اور ائمہ اعلام ہی ہیں۔

حدیث مذکور کے بعض راویوں کے مختصر تراجم گزشتہ اوراق میں آ چکے ہیں ان حقائق مذکورہ کے پیش نظر یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور، صرف حدیث صحیح ہی نہیں بلکہ یقینی اور قطعی طور پر حدیث مشہور ہے اور اس کی صحت اور قبول پر تمام علمائے اہل سنت اسلاف کرام کا اجماع اور اتفاق ہے اور یہ اجماع صرف ایک ہی زمانہ کے علمائے اہل سنت کا نہیں ہے بلکہ مسلسل چار صدیوں تک کے علمائے اعلام نے روایت و درایت کے اعتبار سے کسی طرح کا بھی کوئی طعن اس حدیث پر نہیں کیا اور پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابن عبدالبر کو وہم لاحق ہوا تو انہوں نے اپنی غلط فہمی کی وجہ سے قرون اربعہ کے علمائے اہل سنت کے اجماع کے خلاف حدیث مذکور پر طعن کر دیا جس کی وجہ سے خود مورد طعن ٹھہرے، اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے طعن کو علمائے اہل سنت نے مسترد کر دیا اور پھر علامہ موصوف کے زمانہ سے لیکر آج تک باقی تمام علمائے اہل سنت اس حدیث کی صحت اور قبول پر متفق و متحد ہیں۔

البتہ جن لوگوں کے دلوں میں افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے انکار کا مرض ہے انہوں نے محض دھوکا دہی کے لیے علامہ موصوف کے طعن کا چرچا جاری رکھا ہوا ہے۔ جبکہ ایسے لوگوں کی یہ سراسر زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ تو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بھی منکر ہیں جبکہ علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز کے نزدیک افضلیت شیخین

کریمین رضی اللہ عنہما قطعی اور یقینی ہے۔

اور علامہ موصوف کے طعن کی اصل وجہ فضیلت میں تیسرے درجہ پر حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی تعیین کرنا پھر سکوت اور خاموشی اختیار کرنا ہے جو بزعم علامہ موصوف کے، اجماع اہل سنت کے خلاف ہے اور علامہ موصوف کے نزدیک حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں توقف اور سکوت لازم اور ضروری ہے۔ لیکن تفضیلیہ نے علامہ موصوف کی عبارت کو غنیمت باردہ سمجھا اور اس کی معنوی تحریف کر کے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی اور انکار پر فٹ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بحمد اللہ تعالیٰ جب ثابت ہو چکا کہ حدیث مذکور، حدیث مشہور ہے جو باجماع علمائے امت، حجت اور دلیل ہے تو اسے حدیث شاذ قرار دینا سراسر باطل اور مردود ہے تو اس پر مبنی باقی عمارت خود بخود زمین بوس ہوگئی۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

فقیر راقم الحروف نے گزشتہ اوراق میں الاستذکار کی عبارت مذکورہ کے مدسوسہ ہونے کا جو خدشہ ظاہر کیا ہے اب اسے اچھے طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ حافظ الحدیث اور متبحر فاضل علامہ ابن عبدالبر اندلسی قدس سرہ العزیز جیسے وسیع النظر انسان کے بارے میں فقیر راقم الحروف تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مسند امام احمد اور فضائل الصحابۃ از حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور صحیح البخاری، سنن ابی داؤد اور فضائل الصحابۃ از امام خیثمہ بن سلیمان اور کتاب السنۃ جیسی کتب احادیث پر ان کی نظر نہ ہو اور وہ خواہ مخواہ ہی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا صرف ایک ہی راوی: حضرت

نافع رضی اللہ عنہ ہونے پر بضد ہوں۔ جبکہ علامہ موصوف کی اپنی کتب میں کئی ایک مسائل میں کتب مذکورہ میں سے اکثر کے حوالہ جات جابجا موجود ہیں۔

بہرحال یہ فقیر کے دل کی آواز ہے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور اگر عبارت مذکورہ واقعی طور پر علامہ موصوف کی ہے تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق میں ان سے وہ کچھ سرزد ہو گیا جو ان کے شایانِ شان ہرگز نہیں ہے۔

اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنا۔

بحمد اللہ تعالیٰ حقائق واقعیہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ علامہ ابن عبدالبر کا حدیث مذکور کو شاذ قرار دینا سراسر باطل اور خلاف واقع بات ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کی عبارت کے باقی حصص کی حقیقی صورتحال کا بیان:

اب ان کی عبارت کے باقی حصص کے حوالہ سے مختصر گزارشات پیش کی جاتی ہیں تا کہ ازالہ شبہ اور اتمام حجت میں کمی نہ رہے۔ وباللہ التوفیق:

علامہ موصوف کی دلیل کا پہلا مقدمہ "لا یعضدہ شیئ من الاصول" کہ کوئی اصل اس حدیث کی تائید نہیں کرتا، کا بطلان بھی واضح ہو گیا۔ اس لیے کہ جب پہلے مرحلہ (تابعین کرام) میں پانچ راوی تو فقیر نے ہی ثابت کر دیئے ہیں اور وہ بھی جلیل القدر ائمہ اعلام تو پھر حضرت نافع رضی اللہ عنہ والے طریق کے لیے اصل مؤید نہ ہونے کا کیا معنیٰ؟

علامہ موصوف کی دلیل کا دوسرا مقدمہ "کل حدیث لا اصل له لا حجة فیه" یعنی ہر وہ حدیث جس کے لیے کوئی اصل نہ ہو اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔ اس مقدمہ

کاحدیث مذکور سے دور کا علاقہ بھی نہیں ہے کیونکہ حدیث مذکور کے پہلے مرحلہ میں پانچ راوی تو زیادہ تتبع وتلاش کے بغیر پیش کردیئے ہیں اور مزید تتبع وتلاش سے اور بھی سامنے آسکتے ہیں۔

نیز ''لا اصل له،، میں اصل متابع کی نفی مقصود ہے جیسا کہ حدیث شاذ پر کلام کرنے سے ظاہر ہے جبکہ شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز کی مذکور تحقیق کی روشنی میں یہ حکم، علی الاطلاق درست نہیں ہے بلکہ ان کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق حکم لگے گا کیونکہ اس مقدمہ کے اطلاق سے لازم آئے گا کہ بہت ساری احادیث صحیحہ بھی حجت نہ ہوں۔ لہٰذا اس مقدمہ کو اگر عموم اور اطلاق پر رکھا جائے تو اس کی صحت غیر مسلم ہے۔

(ز) بالفرض اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مذکور کے راوی صرف حضرت نافع رضی اللہ عنہ ہی ہوتے پھر بھی اس حدیث کو شاذ قرار دینا اور اس کے حجت ہونے کی نفی کرنا، سراسر باطل اور مردود ہے اس لیے کہ یہ امر علم اصول حدیث سے واضح ہو چکا ہے کہ راوی کے صرف منفرد اور تنہا ہونے کی وجہ سے حدیث کا صحیح نہ ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ شاذ مردود ہونا لازم آئے۔

شاذ مردود کی صرف دو ہی قسمیں ہیں اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ جیسے عظیم فقیہ اور مجتہد اور محدث تابعی کے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور حدیث روایت کرنے کی صورت میں اس حدیث کا شاذ مردود کی کسی قسم سے بھی نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس لیے کہ شاذ مردود کی پہلی قسم (یعنی حدیث فرد مخالف) سے ہونا ناممکن ہے کیونکہ اس حدیث کے خلاف دوسرے ثقہ لوگوں نے کوئی حدیث روایت

نہیں کی۔

اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوسرے ثقہ لوگوں کا اس حدیث کے خلاف روایت کرنا تو درکنار کسی دوسرے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس کا خلاف ہرگز منقول نہیں ہے بایں طور کہ کسی دوسرے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مفاضلہ کا سرے سے انکار کیا ہو یا مفاضلہ تو ذکر کیا ہو لیکن ترتیب اس کے خلاف بیان کی ہو یا ان تینوں نفوس قدسیہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو حذف کر کے اس کی جگہ کسی اور صحابی کا ذکر کیا ہو یا کسی دوسرے صحابی کو ان تینوں نفوس قدسیہ سے افضل قرار دیکر اسے پہلے نمبر پر ذکر کیا ہو یا ان تینوں حضرات علیہم الرضوان کے درمیان کسی اور صحابی کو شامل کر کے تعداد بڑھائی ہو اور ترتیب بھی اس سے مختلف بتائی ہو،

جب ان میں سے کوئی صورت بھی ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس دوسری طرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر نصوص تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذوات مقدسہ کے بارے میں کلمات ثنا بھی اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے برابر کسی کو بھی نہیں سمجھتے تھے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بے مثال اسلامی خدمات اور دیگر فضائل کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد فضیلت میں ان کو شمار کرنا ایک حقیقت واقعیہ کو بیان کرنا ہے تو اس بارے میں ایک جلیل القدر مجتہد اور فقیہ صحابی نے عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے عمل کی خبر دی ہے اور ان سے روایت کرنے والے بھی جلیل القدر فقیہ اور مجتہد تابعی ہیں اور ان کے بعد بھی بکثرت ائمہ اعلام ہیں۔

اور حدیث مذکور میں ذکر کردہ مضمون کے حقیقت واقعیہ ہونے کی ایک روشن دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اپنے زمانۂ خلافت میں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بیان تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور نام کے تعیین کے بغیر تیسرے درجہ پر افضل کا بیان بھی تواتر کے ساتھ مروی ہے۔ اور تیسرے نمبر پر نام کی تعیین کے ساتھ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت بھی ثقہ راویوں نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے کی ہے۔

اور یہ تمام اُمور حدیثِ نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حقانیت کے روشن دلائل ہیں کیونکہ اس میں بھی انہی تینوں نفوس قدسیہ کی افضلیت بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا حدیث نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت نافع قدس سرہ العزیز کا روایت میں تفرد فرض کرنے کی صورت میں بھی حدیث فرد مخالف قرار دینا ناممکن ہے، بلکہ فرد ثقہ صحیح ہے جو بالاجماع حجت اور دلیل ہے۔ نیز شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز کی تحقیق کے مطابق حدیثِ فرد مخالف میں ثقہ راوی کا حفظ وضبط میں اپنے سے اعلیٰ اور اولیٰ راوی کی مخالفت کرنا ملحوظ ہے۔

جبکہ کسی دوسرے تابعی کو نامزد کر کے، محض اپنی رائے سے، اسے حفظ وضبط میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ اور اولیٰ قرار دینا بھی رجم بالغیب کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا بالفرض اگر حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف کسی دوسرے تابعی کی روایت موجود ہوتی تب بھی حدیث نافع کو حدیث فرد مخالف قرار دینا سراسر تحکم اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ وللہ الحمد

اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا روایت میں تفرد فرض کرنے کی صورت میں حدیث مذکور کا شاذ مردود کی دوسری قسم سے نہ ہونا بھی دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے۔ کیونکہ اس قسم میں روایت حدیث میں ایسا راوی منفرد ہوتا ہے جس میں اس درجہ کی ثقاہت اور ضبط نہیں ہے کہ اس راوی کے حدیث روایت کرنے میں منفرد اور اکیلا ہونے کی وجہ سے حدیث میں جو ضعف آیا ہے اس کی ثقاہت اور ضبط کی وجہ سے یہ کمی پوری ہو جائے۔ جبکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پہلے مرحلہ میں ہی راوی جلیل القدر فقیہ اور مجتہد اور اکابر تابعین سے ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ شان کا عادل ضابط ثقہ ہے اور اسی طرح اس کے بعد بھی ضبط واتقان اور حفظ وثقاہت میں اعلیٰ شان کے لوگ ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی کا حدیث نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث شاذ قرار دینا قابل اعتبار ہونا تو درکنار لائق التفات بھی نہیں ہے جبکہ اس حدیث کے راوی صرف حضرت نافع رضی اللہ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ متعدد جلیل القدر تابعین عظام رضی اللہ عنہم روایت حدیث مذکور میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور بلاشک وشبہ یہ حدیث مشہور ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

علامہ ابن عبدالبر کے دعویٰ:

وقد مالت العامة بجهلها اليه الخ کی حقیقت

الاستیعاب کی عبارت کے تناظر میں اس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ عامۂ محدثین

(مسئلہ کی حقیقت سے) اپنی لاعلمی اور بے خبری کے سبب اس حدیث کی طرف ضرور مائل ہو چکے ہیں۔ اور بقول صاحب زبدہ جاہل لوگ اور عوام اپنی جہالت کی وجہ سے اس حدیث کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔

الجواب:

(1) بالفرض اگر صاحبِ زبدہ کی ترجمانی کو درست تصور کر لیا جائے تو فقیر کہتا ہے:

مذکورہ حقائق سے اس دعویٰ کی اصل حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے۔ اس لیے کہ جب ثابت ہو چکا ہے کہ چار صدیوں تک اس حدیث کی صحت وقبول پر تمام علمائے اہل سنت کا اجماع تھا اور پانچویں صدی ہجری میں یہ نئی تحقیق سامنے آگئی کہ اس زمانے کے عوام اور جاہل لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس حدیث کی طرف مائل ہو چکے ہیں تو ایسی تحقیق پر ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' ہی پڑھنا چاہیے کیونکہ علامہ ابن عبد البر سے پہلے اور بعد تمام علمائے اہل سنت کا اس حدیث کی صحت وقبول پر اجماع ہے۔

نوٹ: علامہ موصوف نے الاستذکار پانچویں صدی ہجری میں تصنیف کی ہے اس لیے کہ چوتھی صدی مکمل ہونے پر علامہ موصوف کی عمر بتیس سال سے کچھ اوپر تھی جبکہ الاستذکار میں التمہید شرح الموطا اور التمہید میں بعض مسائل کی تحقیق اور تفصیل میں کتاب الصحابۃ یعنی الاستیعاب کا حوالہ بھی دیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ الاستذکار کی تصنیف سے قبل ایسی بڑی بڑی کتب تصنیف کر چکے تھے۔

اور علامہ موصوف نے پانچویں صدی ہجری کے تقریباً 63 سال پائے ہیں کیونکہ سنہ 463ھ میں ان کی وفات ہے۔ تو ان حقائق سے واضح ہوا کہ الاستذکار پانچویں صدی

ہجری میں معرضِ وجود میں آئی ہے۔

(2) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ذکر کے بعد خاموش ہوجانے سے، بعد کے زمانہ میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابہ سمجھنے کی نفی ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں ہے۔

تو اس طرح جمہور علمائے اہل سنت کا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے افضل تسلیم کرنا اس حدیث کے منافی اور مناقض کیسے ہوگیا؟ اور جمہور علمائے اہل سنت سے اس حدیث کی مخالفت کیسے سرزد ہوگئی؟ اور وہ اس مسئلہ میں جہالت میں کیسے مبتلا ہوگئے؟ لہٰذا علامہ موصوف کی وجوہ طعن خود ان کو موردِ طعن ٹھہرا رہی ہیں نہ کہ حدیث مذکور موردطعن ہے اور نہ ہی جمہور علماء اعلام۔

علامہ موصوف تو اس بحث میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں لیکن ان وجوہ باطلہ کے ذریعے حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ناقابل اعتبار قرار دینے والے سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی پر کمر بستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق بخشے۔

آمین یارب العالمین۔

صاحبِ زبدہ کی تحقیق کا قابل دید منظر:

علامہ ابن عبدالبر اندلسی کی عبارت مذکورہ کے تحت ان کے دعویٰ کو حق ثابت کرنے میں صاحب زبدہ کی انوکھی تحقیق کی کچھ جھلکیاں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

(الف) یہ تو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ "قد مالت العامة بجهلها اليه" میں علامہ موصوف کی الاستیعاب میں تصریح کے مطابق "العامة" سے مراد عامۃ اہل حدیث یعنی عامۂ محدثین ہیں۔

جبکہ صاحب زبدہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: جاہل لوگ بوجہ اپنی جہالت کے اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔(زبدہ،ص186)

اقول: اس کو صاحب زبدہ نے اعلیٰ درجہ کی تحقیق کے طور پر پیش کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون سے لیکر آج تک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے اور جمہور علمائے اعلام حتی کہ علامہ ابن عبدالبر کے نزدیک بھی افضلیت مذکورہ قطعی ہے۔ جبکہ صاحب زبدہ کے نزدیک اس عقیدہ والے تمام لوگ جاہل ہیں اور عالم صرف صاحبِ زبدہ اور ان کے ہم خیال لوگ ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یادر ہے کہ ہمارے آقا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے قطعی ہونے کی تصریح کی ہے۔

اب صاحبِ زبدہ کی اس روشن عقیدگی کی سنگینی کا اندازہ خود ہی کرلیں، فقیر راقم الحروف کو مزید کسی تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ اسے

علامہ ابن عبدالبر کی ترجمانی قرار دینا ان پر ظلم عظیم ہے۔

(ب) صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ مذہب مالکی کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس حدیث کی فنی حیثیت پر گفتگو فرماتے ہیں۔ یہ حدیث فنی طور پر شاذ ہے کیونکہ علم حدیث کی بنیادی کتب میں سے کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کرتی۔ بایں معنی وہ راوی روایت حدیث میں متفرد ہوتا ہے اور اس عمل سے راوی کی اپنے سے اوثق راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے حدیث شاذ کہلائے گی۔

(زبدہ، ص186-187)

الجواب:

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما پر وجوہ باطلہ کے ساتھ طعن کرنا مذہب مالکی کی ترجمانی ہے یا علامہ موصوف کی علمی لغزش؟

نعوذ باللہ من سوء الظن بالاسلاف الکرام۔

کیا مذہب مالکی یہی ہے کہ حدیث مذکور مردود ہے اور جاہل لوگ بوجہ اپنی جہالت کے اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں؟ کیا یہ مذہب مالکی ہے کہ تمام صحابہ کرام و تابعین عظام جاہل ہیں؟ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

کیا حدیث شاذ یہی ہوتی ہے کہ علم حدیث کی بنیادی کتب میں سے کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کرتی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

قربان جائیں صاحبِ زبدہ کی علم اصول الحدیث میں بصیرت پر، کہ علامہ

ابن عبدالبر کی عبارت مذکور میں ''لا یعضدہ شیئ من الاصول'' میں اصول سے مراد علم حدیث کی بنیادی کتب بتاتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کیا یہ علامہ ابن عبدالبر کی ترجمانی ہے کہ عبارت منقولہ میں ان کے نزدیک اصول سے مراد علم حدیث کی بنیادی کتب ہیں؟

یہ صاحب زبدہ کی اختراع ہے علم اصول الحدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور خواہ مخواہ علامہ موصوف پر تھوپ دیا ہے جبکہ وہ اس سے بری ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر کی عبارت منقولہ میں اصول سے ان کی مراد متابعات اور شواہد ہیں جیسا کہ ائمۂ حدیث کی اس اصطلاح کو شیخ الاسلام حافظ ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے بھی اپنے مقدمہ میں ''معرفة الاعتبار والمتابعات والشواهد'' کے تحت نہایت نفیس انداز میں بیان فرمایا ہے جن کی عبارت نقل کر کے صاحبِ زبدہ نے دھاندلی کی ہے۔

اصول سے مراد علم حدیث کی بنیادی کتب نہیں ہیں جیسا کہ صاحب زبدہ نے سمجھ رکھا ہے۔

صاحب زبدہ سے جواب طلب سوال:

اگر یہ حدیث فنی طور پر شاذ ہے کیونکہ علم حدیث کی بنیادی کتب میں سے کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کرتی۔ تو کیا صاحب زبدہ کے نزدیک مسند امام احمد اور فضائل الصحابة از امام احمد رضی اللہ عنہ اور صحیح البخاری و سنن ابی داؤد اور کتاب السنة جیسی کتب بھی علم حدیث کی بنیادی کتب میں سے نہیں ہیں تو پھر کیا شیعہ کی صحاح اربعہ علم حدیث کی بنیادی کتب ہیں؟ صاحب زبدہ وضاحت تو کریں کہ وہ عوام اہل سنت کو کیا عطا کرنا

چاہتے ہیں اور انہیں کیا بنانا چاہتے ہیں؟

صاحب زبدہ نے حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے: بایں معنی وہ راوی روایت حدیث میں متفرد ہوتا ہے، تا آخر، (زبدہ)

الجواب:

اس پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا ثقہ راوی کے روایت حدیث میں متفرد ہونے سے اپنے سے اوثق راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے حدیث شاذ کہلائے گی؟

صاحب زبدہ نے علم اصول الحدیث کو خوب سمجھا ہے۔ اگر صاحب زبدہ اپنے اس مفروضہ کو درست سمجھتے ہیں تو پھر بتائیں فرد ثقہ صحیح اور حدیث صحیح غریب کیا ہے؟ تعجب اس بات پر ہے کہ صاحب زبدہ نے حدیث شاذ کی تحقیق مقدمہ ابن صلاح سے نقل کی ہے جبکہ شیخ الاسلام حافظ ابن صلاح نے اس رائے کی تردید ائمہ اعلام سے نقل کی ہے لیکن صاحب زبدہ پھر بھی اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق کے نام سے پیش کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"قال الشافعی رحمه الله لیس الشاذ من الحدیث ان یروی الثقة مالا یروی غیرہ انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف ماروی الناس۔"

(مقدمہ ابن الصلاح، ص 100-101)

"حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حدیث شاذ وہ نہیں ہے جسے ثقہ راوی روایت کرے جو دوسرے ثقہ لوگ روایت نہیں کرتے۔ (بلکہ) حدیث شاذ صرف وہ حدیث ہے جسے ثقہ راوی روایت کرے جو دوسرے ثقہ لوگوں کی

روایت کے مخالف ہو۔،، اس سے واضح ہوا کہ ثقہ راوی کا روایت حدیث میں صرف متفرد ہونا اس حدیث کو شاذ نہیں بنادیتا جب تک کہ اس کی روایت کردہ حدیث دوسرے ثقہ لوگوں کی روایات کے خلاف نہ ہو۔

اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ ثقہ راوی کے روایت حدیث میں متفرد ہونے سے اس حدیث کا دوسرے ثقہ لوگوں کی روایت کے مخالف ہونا لازم اور ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث صرف ایک ثقہ راوی نے روایت کی ہو اور دوسرے ثقہ لوگوں نے روایت ہی نہیں کی۔ اور ایسی حدیث کو فرد ثقہ صحیح کہتے ہیں اور اس طرح کی بہت ساری احادیث صحیحہ موجود ہیں جیسا کہ مقدمہ ابن صلاح سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

جبکہ صاحب زبدہ محض سینہ زوری اور من مانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک غیر لازم امر کو لازم قرار دینے پر بضد ہیں۔ اور صاحب زبدہ کو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ اس من مانی سے تمام غرائب الصحیح کا حدیث شاذ ہونا لازم آرہا ہے جو باجماع علمائے اعلام باطل اور مردود ہے۔

نیز تحکم اور سینہ زوری کی انتہاء ہے کہ صاحب زبدہ صرف اتنا کہنے پر بھی خوش نہیں ہوئے کہ: اس عمل سے راوی کی دوسرے ثقہ راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ رجم بالغیب کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھا: اور اس عمل سے راوی کی اپنے سے اوثق راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے۔ (زبدہ)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسی ثقہ راوی کے روایت حدیث میں متفرد ہونے سے دوسرے راویوں کا اس سے زیادہ ثقہ اور اوثق ہونا کیسے ثابت ہوگیا

کہ صاحب زبدہ کہتے ہیں: اپنے سے اوثق راویوں سے مخالفت لازم آتی ہے؟

صاحب زبدہ نے بقلم خود مقدمہ ابن صلاح سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فنی رائے (حدیث شاذ کی تعریف) نقل کی ہے:

"انما الشاذان یروی الثقة حدیثا یخالف مارواہ الناس۔"

ترجمہ: شاذ حدیث صرف وہ ہے جسے کوئی ثقہ راوی روایت کرے اور دوسرے لوگوں کی روایت کے خلاف ہو۔" (زبدہ، ص188)

اس کی روشنی میں بھی صاحب زبدہ کی بیان کردہ وجہِ شذوذ کا باطل اور مردود ہونا واضح ہے وہ اس طرح کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے شاذ ہونے کے لیے تین امور ضروری قرار دیئے ہیں۔

نمبر 1: ثقہ راوی نے ایک حدیث روایت کی ہے۔

نمبر 2: دوسرے ثقہ لوگوں نے بھی حدیث روایت کی ہے۔

نمبر 3: اس ثقہ راوی کی حدیث دوسرے ثقہ لوگوں کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو۔

جب یہ تینوں امور پائے جائیں گے تو متفرد ثقہ کی روایت کردہ حدیث شاذ قرار دی جائے گی۔ جبکہ صاحب زبدہ نے حدیث کے شاذ ہونے کے لیے ثقہ راوی کا روایت حدیث میں صرف متفرد اور اکیلا ہونا کافی قرار دیا ہے۔

اور متفرد کی حدیث کی دوسرے ثقہ لوگوں کی روایت کردہ حدیث سے مخالفت کی جگہ یہ تحقیق پیش کی ہے کہ اس ثقہ راوی کے تفرد والے عمل سے اس راوی کی اپنے سے اوثق راویوں سے مخالف لازم آتی ہے جس کی وجہ سے حدیث شاذ کہلائے گی۔ (زبدہ)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثقہ راوی کا کسی حدیث کو روایت کرنا اور دوسرے ثقہ لوگوں کا اس حدیث کو سرے سے روایت ہی نہ کرنا، اگر یہ بھی مخالفت ہے اور اس سے بھی ثقہ متفرد کی حدیث شاذ بن جاتی ہے پھر تو بہت ساری احادیث صحیحہ کا شاذ ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ بات سراسر باطل ہے لہٰذا اس مسئلہ میں حق وہی ہے جو حضرت امام شافعی قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ وللہ الحمد

حدیث شاذ کی تحقیق میں صاحبِ زبدہ کی دھاندلی:

(ج) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں: حدیث شاذ کی تحقیق:

وذکر الحاکم ابو عبداللہ الحافظ ان الشاذ ھو الحدیث الذی یتفرد بہ ثقۃ من الثقات ولیس لہ اصل بمتابع لذلک الثقۃ۔

(مقدمہ ابن صلاح، ص 36 از ابن صلاح، متوفی 642ھ)

ترجمہ: امام حاکم ابوعبداللہ حافظ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ شاذ وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کوئی ثقہ راوی اکیلا ہو اور کوئی اصل بھی اس ثقہ کی حمایت میں نہ ہو۔ اب بقول علامہ ابن عبدالبر "حدیث شاذ" ہے۔ مزید توضیح کے بعد دیکھتے ہیں کہ حدیث شاذ قابل احتجاج ہے کہ نہیں؟

مقدمہ ابن صلاح صفحہ نمبر 36 پر درج ہے:

"الذی علیہ حفاظ الحدیث ان الشاذ مالیس لہ الا اسناد واحد یشذ بذلک شیخ ثقۃ کان او غیر ثقۃ فما کان من غیر ثقۃ فمتروک لا یقبل وما کان من ثقۃ یتوقف فیہ ولا یحتج بہ۔"

ترجمہ: جو حفاظ الحدیث کا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ شاذ وہ حدیث ہے کہ

جس کی سند صرف ایک ہے جس کو کوئی شیخ روایت کرے خواہ وہ ثقہ ہو یا غیر ثقہ جو ایسی حدیث غیر ثقہ سے مروی ہو وہ متروک ہوگی جو قبول نہیں کی جائے گی اور جو حدیث شاذ ثقہ سے مروی ہو وہ متوقف فیہ ہوگی اور اس کو قابل احتجاج نہیں سمجھا جائے گا (تا) مقدمہ ابن صلاح کے اسی صفحہ پر امام شافعی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی فنی رائے منقول ہے:

"انما الشاذان یروی الثقة حدیثا یخالف مارواہ الناس۔"

ترجمہ: شاذ حدیث صرف وہ ہے جسے کوئی ثقہ راوی روایت کرے اور دوسرے لوگوں کی روایت کے خلاف ہو۔" (زبدہ، ص 187-188)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

نمبر 1: صاحب زبدہ نے مقدمہ ابن صلاح سے حدیث شاذ کی انوکھی تحقیق پیش کی ہے جسے پڑھ کر دین متین کے خادمین محو حیرت ہیں۔ علامہ ابن صلاح سے حدیث شاذ کی تین تعریفات نقل کی ہیں جبکہ تینوں ایک دوسری کے مخالف ہیں اور صاحب زبدہ نے کچھ نہیں بتایا کہ ان میں سے صحیح کونسی تعریف ہے اور غلط کونسی ہے؟

صاحب زبدہ کے نزدیک سبھی درست ہیں اسی لیے تو ہر ایک کے تحت حاشیہ آرائی کی ہے۔ پہلی تعریف میں حدیث شاذ میں ثقہ راوی کا متفرد ہونا شرط کیا گیا ہے جبکہ دوسری میں تعمیم ہے کہ متفرد راوی ثقہ ہو یا غیر ثقہ ہو اور تیسری تعریف میں بتایا ہے کہ حدیث کے شاذ ہونے کے لیے صرف ثقہ کا متفرد اور اکیلا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ثقہ راوی کی روایت کردہ حدیث کا دوسرے ثقہ لوگوں کی روایت کردہ حدیث کے مخالف ہونا شرط ہے۔

تو اس تعریف کا پہلی دونوں تعریفات سے مختلف ہونا خوب واضح ہے نیز حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا پہلا حصہ صاحب زبدہ نے قصداً حذف کر دیا ہے جس سے پہلی دونوں تعریفات کا غلط ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے اور ایسی تضاد بیانی کے مجموعہ کا نام زبدۃ التحقیق رکھا ہے۔

فقیر راقم الحروف نے مقدمہ ابن صلاح کی مفصل عبارت اور گزشتہ معروضات میں بھی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا پہلا حصہ نقل کر دیا ہے بلکہ مقدمہ ابن صلاح کی اس مسئلہ سے متعلقہ طویل عبارت نقل کرنے کا اہم سبب صاحب زبدہ کی خیانت کو واضح کرنا ہے ورنہ حدیث شاذ کی تعریف کے لیے عبارت کا ایک حصہ بھی ذکر کیا جا سکتا تھا۔

نمبر 2: حدیث شاذ کی تحقیق میں شیخ الاسلام حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں اس بات کی تفصیل آ چکی ہے کہ حدیث شاذ کی یہ تعریف جسے حافظ ابو یعلیٰ خلیلی قزوینی نے حفاظِ حدیث کا موقف اور نظریہ قرار دیا ہے اور اس کا جو حکم ذکر کیا ہے اور اس سے متصل بعد والی تعریف جو حاکم ابو عبد اللہ صاحبِ مستدرک نے کی ہے جسے صاحب زبدہ پہلے نقل کر چکے ہیں علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں تعریفات کی تردید کی ہے اور حفاظِ حدیث کے بیان کردہ حکم کی بھی تردید کی ہے اور اس کو علی الاطلاق قبول کرنے کے مفاسد بیان کیے ہیں جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

لیکن صاحب زبدہ کی دیانت پر قربان جائیں کہ شیخ الاسلام ابن صلاح نے جن تعریفات کو صرف اس لیے نقل کیا ہے کہ ان کی خرابی واضح کی جائے اور انہوں نے ان کی خرابی واضح کرنے کے بعد اپنی تحقیق مفصل بیان کی ہے تو صاحب

زبدہ نے مقدمہ ابن صلاح کے حوالے سے وہی غلط تعریفات اور حدیث شاذ پر حکم جو علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، نقل کر کے اسے علامہ ابن صلاح قدس سرہ العزیز کی تحقیق قرار دیدیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب زبدہ کا مقصود و مدعی اظہارِ حق ہرگز نہیں ہے ورنہ ایسی خیانت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

گزشتہ صفحات پر مقدمہ ابن صلاح کی مفصل عبارت دوبارہ ملاحظہ کر کے صاحب زبدہ کی خیانت کی تصدیق کرلیں۔

(د) اس تمام تر خیانت کے بعد صاحب زبدہ خود کو فائز المرام سمجھتے ہوئے بڑے فاخرانہ انداز میں رقمطراز ہیں:

سو ابن عبدالبر کا دعویٰ ثابت ہوگیا کیونکہ اس کی سند ایک ہی ہے اور کوئی اصل اس کی متابع نہیں اور چونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ثقہ راوی ہیں لہٰذا اس حدیث میں توقف کیا جائے گا اس کو دلیل نہیں سمجھا جائے گا۔ (زبدہ، ص188)

الجواب:

اقول: لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ صاحب زبدہ کو یقینی طور پر جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا قلم پیدا ہی نہیں کیا جو علامہ ابن عبدالبر اندلسی کا یہ دعویٰ کہ: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث شاذ ہے، ثابت کر سکے۔ صاحب زبدہ اکیلے تو درکنار پوری دنیا سے اپنے ہم نوا، اور حواری جمع کرلیں اور بالفرض تا قیامت زندگی پائیں اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سرتوڑ کوشش کرتے رہیں تب بھی سیدنا عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما کی مذکور حدیث کا شاذ ہونا ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حدیث مشہور ہے۔

صاحب زبدہ کہتے ہیں: کیونکہ اس کی سند ایک ہی ہے اور کوئی اصل اس کی متابع نہیں۔ (زبدہ)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ فقیر راقم الحروف نے گزشتہ صفحات میں مسند امام احمد اور فضائل الصحابۃ از امام احمد اور صحیح البخاری وسنن ابی داؤد اور کتاب السنۃ اور فضائل الصحابۃ از امام خیثمۃ بن سلیمان سے حدیث مذکور کی پانچ اسانید پیش کی ہیں جن میں پانچ جلیل القدر تابعین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں، جس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر یہ حدیث صحیح مشہور ہے لیکن صاحب زبدہ سراسر غلط بیانی اور دھوکا دہی پر کمر بستہ ہیں اس لئے لکھا ہے: کیونکہ اس کی سند ایک ہی ہے، تا آخر۔

(ھ) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

چونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ثقہ راوی ہیں لہٰذا اس حدیث میں توقف کیا جائے گا اس کو دلیل نہیں سمجھا جائے گا۔ (زبدہ، ص 188)

الجواب:

حدیث مذکور میں افضلیت کا بیان بعض روایات کے مطابق حدیث صحیح مرفوع تقریری ہے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں یہ عمل (حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا بیان) پایا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر اطلاع کے باوجود اس پر انکار نہیں فرماتے تھے۔ اور اکثر و بیشتر روایات کی رو سے یہ حدیث موقوف ہے۔

تاہم اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس عمل مقدس کا بیان، نیز اسکے مرفوع تقریری ہونے کا بیان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ اس کے قائل اور صاحبِ کلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور یہ بات اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ احادیث موقوفہ یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال وتقریرات کی صورت میں جس صحابی کا قول یا فعل یا تقریر ہے اس صحابی کو اس حدیث موقوف کا راوی نہیں کہا جاتا۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق یا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اقوال وارشادات ہیں اہل علم یہ نہیں کہتے کہ یہ حضرات اپنے اقوال کے راوی ہیں۔ کیونکہ اگر ان حضرات کو راوی کہا جائے تو ان کے لیے مروی عنہ کا ہونا بھی ضروری ہے جبکہ وہ نفوس قدسیہ ان اقوال کے خود قائل اور صاحبِ کلام ہیں تو اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عہد نبوی میں پائے جانے والے اپنے اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو اپنے اس قول مذکور کیساتھ بیان ضرور کیا ہے لیکن وہ اپنے قول کے راوی نہیں ہیں۔ اسی لیے کبھی کسی نے نہیں کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے فلاں قول کے راوی ہیں۔

اس لیے کہ اگر تو صاحب کلام بھی راوی ہوتا ہے پھر تو لازم آئے گا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احادیث مرفوعہ یعنی ارشادات نبویہ کا راوی کہا جائے جبکہ یہ بات بقائمی ہوش وحواس دین متین کا کوئی ادنیٰ خادم بھی نہیں کہہ سکتا۔

لیکن نہایت افسوس ہے صاحبِ زبدہ پر کہ وہ راوی اور اصل صاحبِ کلام وقائل میں فرق نہیں سمجھتے اس لیے تو لکھا ہے۔

چونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ثقہ راوی ہیں لہٰذا اس حدیث میں توقف کیا جائے گا اس کو دلیل نہیں سمجھا جائے گا۔ (زبدہ)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔صاحب زبدہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے راوی آپ کے تلامذہ ہیں پھر ان سے بعد والے حضرات۔لہٰذا راوی ایک نہیں ہے بلکہ جماعت ہے اس لیے کہ جلیل القدر پانچ تابعین کرام اس حدیث مبارک کے راوی تو فقیر ثابت کر چکا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح مشہور ہے جو بالا جماع حجت ودلیل ہے نہ کہ شاذ مردود ہے۔وللہ الحمد

اب تو فقیر راقم الحروف کو اندیشہ ہے کہ صاحب زبدہ کہیں جوش تحقیق میں تمام احادیث نبویہ اور تمام اقوال صحابہ کرام جو متعدد صحابہ کرام سے منقول نہیں ہیں، کو احادیث شاذہ ہی قرار نہ دیدیں یہ کہتے ہوئے کہ ان کا راوی صرف ایک ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

گزارش یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث مذکور کا راوی قرار دینے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ حدیث مذکور میں افضلیت کا بیان حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام کا قول مشترک ہے۔تو وہ چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی قول ہے اس لیے انہیں اپنے اس قول کا راوی قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ متن حدیث کا باقی حصہ صرف اور صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے تو اس حصہ کا انہیں راوی قرار دینا بداہۃً باطل ہے۔ اس لیے کہ راویوں کا سلسلہ صاحبِ حدیث سے اس حدیث کو نقل کرنے والوں سے شروع ہوتا ہے۔

لہذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس حدیث کا راوی قرار دینے کا اس جگہ

کچھ اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ اس جگہ تو علم اصول الحدیث کی روشنی میں گفتگو ہے۔اور ایسے ہی یہ کہنا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل روایت کیا ہے، اصطلاحات علم اصول الحدیث پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

بالخصوص جبکہ یہ عمل صرف دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا نہیں تھا بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی تھا جیسا کہ متن حدیث میں جمع متکلم کے صیغہ جات سے خوب واضح ہے۔وللہ الحمد

(و) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

مقدمہ ابن صلاح کے اسی صفحہ پر امام شافعی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی فنی رائے منقول ہے:

"انما الشاذان یروی الثقۃ حدیثا یخالف ماروٰہ الناس۔"

ترجمہ: شاذ حدیث صرف وہ ہے جسے کوئی ثقہ راوی روایت کرے اور دوسرے لوگوں کی روایت کے خلاف ہو۔"

چونکہ اس حدیث کو صرف حضرت نافع نے روایت کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمیع شیوخ مدینہ کا توقف بتایا ہے اور عشرہ مبشرہ میں بھی کسی کی افضلیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نافع اس حدیث کو روایت کرنے میں خود بھی متفرد ہیں اور ان کے مروی عنہ بھی متفرد ہیں جو کہ شیوخ مدینہ کی کثرت رائے کے مقابلے میں تفرد ہے اس وجہ سے حدیث قابل احتجاج نہیں ٹھہرے گی۔ (زبدہ،ص188-189)

الجواب:

صاحب زبدہ نے عبارت منقولہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو شاذ ثابت کرنے کے لیے سنگین غلطیاں کی ہیں۔

نمبر 1: مذکور تعریف میں حدیث کے شاذ ہونے کے لیے کسی ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث کے خلاف، حدیث روایت کرنا شرط قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے پانچ راوی جلیل القدر تابعین عظام فقیر ثابت کر چکا ہے لہٰذا اس حدیث کو شاذ کہنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

صاحب زبدہ کی کرم فرمائی ملاحظہ کریں:

چونکہ اس حدیث کو صرف حضرت نافع نے روایت کیا ہے۔ (زبدہ)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ صاف غلط بیانی ہے کیونکہ متعدد تابعین کرام راوی ہیں۔

نمبر 2: بالفرض اگر مذکور حدیث کے راوی صرف حضرت نافع رضی اللہ عنہ ہی ہوتے تب بھی اس تعریف کے مطابق حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شاذ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ دوسرے ثقہ لوگوں نے حضرت نافع کی روایت کردہ حدیث کے مخالف کوئی حدیث روایت نہیں کی نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی سے۔

یہ صاحب زبدہ کی سنگین غلطی ہے کہ اس حدیث کے خلاف ثقہ لوگوں کی روایت کردہ کوئی حدیث تو پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی پیش کر سکیں گے تو محض دھوکا دہی کا

مظاہرہ کرتے ہوئے ثقہ لوگوں کی روایت کردہ حدیث سے مخالفت ثابت کرنے کی بجائے حدیث نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک بے اصل قول سے مخالفت پیش کر کے اس قول کے باطل ہونے کی تصریح کرنے کی بجائے حدیث صحیح مشہور کو حدیث شاذ مردود اور نا قابل احتجاج قرار دیدیا ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحبِ زبدہ سے جواب طلب سوال:

کیا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شاذ کی یہی تعریف کی ہے کہ اگر کسی ثقہ راوی کی روایت کردہ حدیث کی دوسرے ثقہ لوگوں کی روایت کردہ حدیث سے مخالفت ثابت نہ ہو سکے تو کسی قول باطل سے حدیث کی مخالفت ثابت کر کے فرد ثقہ صحیح تو درکنار حدیث صحیح مشہور کو بھی حدیث شاذ مردود قرار دیدیا جائے گا؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

نمبر 3: صاحب زبدہ کہتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمیع شیوخ مدینہ کا توقف بتایا ہے اور عشرہ مبشرہ میں بھی کسی کی افضلیت کا دعویٰ نہیں کیا، تا آخر (زبدہ)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔صاحب زبدہ کو اپنی تضاد بیانی کا بھی پتہ نہیں چل رہا۔اس لیے کہ اگر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمیع شیوخ مدینہ کا مسئلہ تفضیل میں توقف بتایا ہے جبکہ جمیع شیوخ مدینہ میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ اور ان کا موقف توقف نہ ہونا صاحب زبدہ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر جمیع شیوخ مدینہ کا نظریہ توقف ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ تمام شیوخ مدینہ کے توقف کا دعویٰ بھی کرنا اور حضرت نافع کا نظریہ توقف نہ ہونا بھی ماننا، حالانکہ وہ اکابر شیوخ مدینہ منورہ سے ہیں۔کیسی تحقیق ہے؟

نمبر 4: قول مذکور کے باطل اور بے اصل ہونے کی روشن دلیل یہ ہے کہ:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا اپنا موقف یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔ یہ اُن کی اپنی کتاب مستطاب ''المدونۃ الکبری،، سے ثابت ہے اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ حق ہونا اور اسی پر تازندگی قائم رہنا حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی کتاب الاستذکار میں اپنی اسانید کے ساتھ حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے۔ جبکہ بعض دیگر ائمۂ اعلام نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا امام مالک سے روایت کیا ہے۔

ان حقائق واقعیہ سے واضح ہوا کہ اگر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کے مطابق تمام شیوخ مدینہ منورہ توقف کے قائل ہوتے تو خود امام مالک اس کے خلاف افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے کا عقیدہ کیوں اختیار کرتے اور تاحیات اس پر قائم کیوں رہتے؟ لہٰذا قول مذکور بے اصل اور باطل ہے۔

نمبر 5: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے راویان حضرات جو فقیر نے پیش کیے ہیں وہ تمام اکابر شیوخ مدینہ منورہ سے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

اول: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب القرشی المدنی رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے ہیں جیسا کہ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقدمہ میں تصریح فرمائی ہے۔

ثانی: حضرت نافع مولیٰ ابن عمر ابوعبداللہ المدنی تابعی ثقہ ثبت فقیہ مشہور رضی اللہ عنہم۔ انہیں تیس سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت کی سعادت حاصل رہی۔

ثالث: حضرت ابوصالح ذکوان السمان ابویزید المدنی رضی اللہ عنہ۔

رابع: حضرت عمر بن اسید المدنی حلیف بنی زہرہ رضی اللہ عنہ۔

خامس: الامام المحدث الماجشون ابویوسف یعقوب بن دینار المدنی رضی اللہ عنہ

کتب اسماء الرجال کے صفحات ان نفوس قدسیہ کے تراجم سے چمک رہے ہیں جبکہ ان حضرات کے مدنیین ہونے سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور ان تمام حضرات کا عقیدہ حدیث مذکور کے مطابق تھا نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ان حضرات کا ذکر بھی بطور نمونہ ہے ورنہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اسلاف اہل سنت میں اختلاف ہی نہیں ہے۔ ان حقائق واقعیہ کے ہوتے ہوئے حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل میں تمام شیوخ مدینہ کا نظریہ توقف تھا؟ جبکہ اس کا راوی عبدالسلام کذاب ہے۔

نمبر 6: صاحب زبدہ کا عبارت مذکورہ کے آخر میں یہ کہنا:

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نافع اس حدیث کو روایت کرنے میں خود بھی متفرد اور ان کے مروی عنہ بھی متفرد ہیں جو کہ شیوخ مدینہ کی کثرت رائے کے مقابلہ میں تفرد ہے اس وجہ سے حدیث قابل احتجاج نہیں ٹھہرے گی۔ (زبدہ)

اقول: لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ گزارش یہ ہے کہ افضلیت خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے منکرین جن وانس بھی جمع ہوکر یہ دعویٰ ثابت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق بخشے۔ یہ حدیث مشہور ہے جس کے حجت ودلیل ہونے پر اجماع اُمت ہے۔ وللہ الحمد ۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

الاستذکار کی عبارت سمجھنے میں صاحبِ زبدہ کی سنگین غلطی:

الاستذکار کی عبارت کا صحیح مفہوم ومعنی اور مرادِ قائل سمجھنے میں صاحب زبدہ ناکام رہے ہیں اسی وجہ سے اس مقام کے بیان میں سنگین ٹھوکریں کھائی ہیں۔ استذکار میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یا حضرت نافع قدس سرہ العزیز کے تفرد کی وجہ سے حدیث مذکور کو شاذ قرار نہیں دیا گیا جیسا کہ استذکار کی عبارت سے خوب واضح ہے، ملاحظہ کرلیں:

حدثنا عبداللہ بن وھب قال سمعت مالکا یقول: لا افضل احدا من العشرۃ ولا غیرھم علی صاحبہ وکان یقول: ھذا من علم اللہ الذی لا یعلمہ غیرہ۔ قال: وقال مالك: ادرکت شیوخنا بالمدینۃ وھذا رأیھم۔

قال ابو عمر: قول مالك ھذا یدل علی انہ لم یصح عندہ حدیث نافع من ابن عمر کنا نفاضل (الی ان قال) وکان افھم الناس لنافع واعلمھم بحدیثہ وکان نافع عندہ احد الذین یقتدی بھم فی دینہ فلو کان ھذا الحدیث عندہ صحیحا من حدیث نافع عن ابن عمر ما قال قولہ ھذا۔ وھو حدیث شاذ الخ۔ (الاستذکار 14/240-241)

الف: عبارت منقولہ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی روایات ان کے تفرد کی صورت میں کبھی صحیح مصطلح ہوتی ہیں اور کبھی شاذ ناقابل احتجاج ہوتی ہیں۔ اور یہ حدیث امام مالک کے نزدیک صحیح نہیں ہے لہٰذا شاذ ناقابل احتجاج ہے بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقتدایانِ دین سے ہیں۔ اگر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیث مذکور بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما پایہ

ثبوت کو پہنچ جاتی، نفس الامری اور واقعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت نافع رضی اللہ عنہ جیسے دینی مقتدا کی روایت کردہ حدیث کے خلاف موقف کبھی اختیار نہ کرتے اور نہ ہی شیوخ مدینہ کی رائے توقف بتاتے کیونکہ ان کے شیوخ مدینہ منورہ میں ایک عظیم شیخ تو حضرت نافع رضی اللہ عنہ بھی ہیں اب اگر ان کی رائے ہی توقف کے خلاف تھی تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کیسے کہتے:

''ادرکت شیوخنا بالمدینة وھذا رأیھم ؟

میں نے مدینہ منورہ میں اپنے شیوخ کو پایا ہے کہ یہی (توقف وسکوت) ان کی رائے اور ان کا موقف ہے۔،،

(اور بزعم علامہ ابن عبدالبر) جب کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قول تو کہا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام مالک کی معلومات کے مطابق مسئلۂ تفضیل میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا موقف بھی توقف اور سکوت ہے اور حدیث مذکور بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما امام مالک کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ ورنہ امام مالک اپنے عظیم شیخ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کو دوسرے لوگوں سے زیادہ سمجھنے والے اور ان کی مرویات کو خوب جاننے والے تھے اگر یہ حدیث حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہوتی تو امام مالک کے علم میں ضرور ہوتی، یعنی عبارت منقولہ میں ''لم یصح عندہ حدیث نافع'' اور ''لو کان ھذا الحدیث عندہ صحیحا من حدیث نافع،، میں ''لم یصح،، اور ''صحیحا'' ،،صحت بمعنی مصطلح سے مشتق نہیں ہے بلکہ صحت بمعنی لغوی سے ہے اسی لیے تو علامہ موصوف نے الاستیعاب میں لکھا ہے: ان حدیث ابن عمر وھم وغلط

وانہ لا یصح معناہ وان کان اسنادہ صحیحا۔،، (الاستیعاب 57/2)

بیشک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما وہم اور غلط ہے اور بیشک اس کا معنی صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کی سند صحیح ہے۔،، (الاستیعاب)

جبکہ یہ بات علم اصول الحدیث کے طلباء پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ صحیح بمعنی مصطلح کا مقابل وہم اور غلط نہیں ہے البتہ صحیح بمعنی لغوی کے مقابل وہم اور غلط بکثرت بول لیتے ہیں۔ کہہ دیتے ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ وہم اور غلط ہے۔

جب عبارت منقولہ میں صحت بمعنی لغوی کی نفی مقصود ہے تو ''لم یصح'' اور ''صحیحا'' کا حاصل اور مآل ''لم یثبت'' اور ''ثابتا'' ہوا اور جملتین کا حاصل یہ ہوا کہ: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدیثِ نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ثابت نہیں ہے، تا آخر۔

اگر یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک از حدیث نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ثابت ہوتی، تا آخر۔

اس سے واضح ہوا کہ الاستذکار کی عبارت میں علامہ موصوف کا مقصود و مدعی یہ ہے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت نافع رضی اللہ عنہ وہ عظیم مقتدا ہیں کہ بیشک وہ متفرد ہی ہوتے اگر ان کی روایت سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث امام مالک کے نزدیک ثابت ہوجاتی یعنی یہ ثابت ہوجاتا کہ واقعی طور پر انہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے تو امام مالک کبھی قول مذکور نہ کہتے۔

جبکہ صاحب زبدہ نے سنگین غلطی کی ہے کہ علامہ موصوف کے مقصود و مدعی کے برعکس ان کی عبارت کا مفہوم و معنی گھڑ کر ان پر تھوپ دیا ہے کہ الٹا سیدنا عبداللہ

بن عمر اور حضرت نافع رضی اللہ عنہم پر ہی چڑھائی کردی ہے۔ کبھی کہتے ہیں حضرت نافع اس حدیث کو روایت کرنے میں خود بھی متفرد ہیں اور ان کے مروی عنہ بھی متفرد ہیں جو کہ شیوخ مدینہ کی کثرت رائے کے مقابلے میں تفرد ہے اس وجہ سے حدیث قابل احتجاج نہیں ٹھہرے گی (زبدہ) کبھی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما پر اور وجوہ سے ترجیحات ثابت کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ب) علوم حدیثیہ کے طلباء بھی جانتے ہیں کہ کسی حدیث کے صحیح بمعنی مصطلح نہ ہونے سے اس کا شاذ ہونا لازم نہیں آتا اس لیے کہ صحیح کی دو قسم ہیں: صحیح لذاتہ اور لغیرہ پھر اس کے بعد حسن کی بھی دو قسم ہیں: لذاتہ اور لغیرہ۔ پھر اس کے بعد ضعیف کی بھی متعدد اقسام ہیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مشہور حضرات شیخین کریمین و ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے منکرین کے لیے سوہانِ روح ہے:

اس حدیث مشہور کی وجہ سے ایسے لوگوں کی پریشانی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے شاذ اور بے اصل ثابت کرنے کے لیے ہر غیر معقول بات کو نہ صرف قبول کر رہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ مزید اپنی طرف سے اس سے بھی زیادہ غیر معقول باتوں کا اضافہ کر رہے ہیں جس کا ایک منظر صاحب زبدہ کی درج ذیل گوہر افشانی سے ملاحظہ کریں۔ صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

''کل من رد حدیث جابر بن عبداللہ الانصاری وابی سعید خدری''

كنا نبيع امهات الاولاد على عهد رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)،، ولم يقبله لزمه ان يرد قول ابن عمر " كنا نفاضل على عهد رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)،، ولا يقبله بل قول ابن عمر اولى بالرد لانه لا اصل له ولبيع امهات الاولاد حظر من اهل السنة المجتمع عليها ۔،،

ترجمہ: (علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں) جو شخص حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو رد کرے ''ہم امہات الاولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بیچا کرتے تھے،، اور وہ اسے قبول نہ کرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رد کرے ''ہم حضور علیہ السلام کے دور پاک میں افضلیت دیا کرتے تھے،، اور اس کا فرض ہے کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کو قبول نہ کرے بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا رد اولیٰ ہے کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں اور اجماع اہل سنت کے مطابق امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہے۔

یعنی اگرچہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ثابت ہے مگر اصل نہ ملنے کی وجہ سے شاذ ہے جیسا کہ 'مقدمہ ابن صلاح، کے حوالہ سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ حدیث شاذ قابل احتجاج نہیں ہوتی۔

نیز ان سے زیادہ فقیہ اور مجتہد صحابی کے حوالہ جات ان کے خلاف پیش کیے جاچکے ہیں تو جس طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور مجتہد صحابہ کی احادیث اجماع اہل سنت کے برعکس ہونے کی وجہ سے متروک اور ناقابل عمل قرار پائی ہیں اس طرح سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث شاذ اور بے اصل ہونیکی وجہ سے اور ان سے زیادہ فقاہت واجتہاد رکھنے والے صحابہ کی

احادیث کے مقابلے میں اولیٰ بالرد قرار پائے گی۔(زبدۃ التحقیق، ص 194-195)

نوٹ: عربی عبارت میں الانصاری کا اضافہ صاحب زبدہ نے خود کیا ہے۔ اور الخدری کو خدری لکھ دیا ہے اور فقیر نے چونکہ عبارت زبدہ سے نقل کی ہے اس لیے بلفظہٖ نقل کر دی ہے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے جس میں اظہارِ حق مقصود ہی نہیں ہے اور صاحبِ تحقیق کو یہ معلوم ہی نہیں کہ میں جو لکھ رہا ہوں کیا مذہب مہذب اہل سنت میں اس کی کوئی گنجائش بھی ہے یا نہیں؟

عبارت منقولہ اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ اس حدیث مشہور کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تشویش کا کیا عالم ہے؟

فقیر راقم الحروف کہتا ہے قبول حق کے سوا اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ گزشتہ معروضات سے علامہ ابن عبد البر کی عبارت منقولہ کا بطلان بھی روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث مشہور ہے جو بالاجماع حجت ہے اور اس کے معارض کوئی حدیث نہیں ہے۔ صاحبِ زبدہ نے سراسر غلط بیانی کی ہے کہ ان سے زیادہ فقیہ اور مجتہد صحابی کے حوالہ جات ان کے خلاف پیش کیے جا چکے ہیں۔

اس سے صاحب زبدہ کی مراد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ''کنا نتحدث ان افضل اهل المدينة علي بن ابي طالب '' ہے جس پر تفصیلی کلام ان شاء

اللہ تعالیٰ تیسری جلد میں آ رہا ہے اور صاحب زبدہ کی خیانت کا بیان بھی۔

اور دوسرا قول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بیان میں وارد ہے جبکہ اس سے افضلیت مطلقہ ہرگز مراد نہیں ہے۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا موقف کیونکر اختیار کر سکتے ہیں جبکہ وہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنے والی حدیث مرفوع کے خود راوی ہیں۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنا مقتدیٰ بنانے کے بارے میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث، حدیث مشہور ہے تو اسے شاذ قرار دینا اور اس کے لیے اصل نہ ہونے کا دعویٰ کرنا، باطل و مردود ہے۔ اور اسے حدیثِ جابر بن عبداللہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے ساتھ منسلک کرنا بلکہ اولیٰ بالرد قرار دینا ظلم پر ظلم ہے اس لیے کہ اس کا رد اولیٰ ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ فی نفسہٖ باطل اور غیر معقول بات ہے۔ اس کا رد اولیٰ ہونا تو درکنار نفسِ رد بھی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ علامہ ابن عبدالبر کا جب دعویٰ یہ ہے کہ سنت مجتمع علیہا والوں سے امہات الاولاد کی بیع کی ممانعت منقول ہے لہٰذا حدیث جابر و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما رد کی جانی چاہیے تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مشہور حدیث کے لیے کوئی اصل نہ ہونے کا ایک سراسر باطل اور مردود دعویٰ کر کے اسے اولیٰ بالرد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

علامہ ابن عبدالبر کی عبارت منقولہ کے تحت صاحب زبدہ کی گوہر افشانی:

(1) ''لزمہ ان یرد قول بن عمر الخ،،کا ترجمہ لکھا ہے: اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رد کرے۔ ہم حضور علیہ السلام کے دور پاک میں افضلیت دیا کرتے تھے۔ (زبدہ)

ان الفاظ کے ساتھ ترجمہ مکمل ہوگیا۔ لیکن اس حدیث کے حوالے سے صاحبِ زبدہ کا غصہ سرد نہیں ہوا اس لیے مزید لکھا:

اور اس کا فرض ہے کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کو قبول نہ کرے۔ (زبدہ)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: یہ اضافہ: اور اس کا فرض ہے کہ،، مکاری اور دھاندلی ہے تا کہ اردو خواں سمجھیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو رد کرنا واقعی فرض ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ علامہ ابن عبدالبر کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ صاحب زبدہ کے ضمیر کی آواز ہے؟

(2) ''بل قول ابن عمر اولی بالرد لانہ لا اصل لہ،،کا ترجمہ لکھا ہے:

بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا رد اولیٰ ہے کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ (زبدہ)

اور تشریح میں مزید لکھا: اس طرح سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث شاذ اور بے اصل ہونے کی وجہ سے (تا) اولیٰ بالرد قرار پائے گی۔ (زبدہ)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: یہ بھی سراسر دھاندلی ہے اس لیے کہ عبارت منقولہ: ''لانہ لا اصل لہ''میں اصل بمعنی مصطلح ہے جس کا مختصر بیان گزر چکا ہے۔ جبکہ صاحب زبدہ نے زبدہ ص 186 پر دھاندلی کی کہ اصول کی تشریح، علم حدیث کی

بنیادی کتب سے کردی۔اوراب اسے اردومحاورات کے تناظر میں پیش کردیا ہے۔
ایک جگہ لکھا: ''اس کی کوئی اصل نہیں،،۔ اوردوسری جگہ لکھا: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث شاذ اور بے اصل ہونیکی وجہ سے (تا) اولٰی بالرد قرار پائے گی،،

(زبدہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور یہ چالاکی اس لیے کی ہے، تاکہ اردوخواں سمجھیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک بے اصل روایت ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ جبکہ علامہ ابن عبدالبر کا ''لا اصل له،، کہہ کر اصل بمعنی مصطلح کی نفی کرنا بھی سراسر باطل ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

(3) ''و لبیع امھات الاولاد حظر من اھل السنة المجتمع علیھا،، کا ترجمہ لکھا ہے: اور اجماع اہل سنت کے مطابق امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہے۔

(زبدہ،ص 195)

تشریح میں مزید لکھا: توجس طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور مجتہد صحابہ کی احادیث اجماع اہل سنت کے برعکس ہونے کی وجہ سے متروک اور ناقابل عمل قرار پائی ہیں، تا آخر۔ (زبدہ)

الجواب:

فقیر راقم الحروف کہتا ہے اگر یہ عبارت منقولہ کا ترجمہ اور تشریح ہے تو پھر صاحب زبدہ نے اس عبارت کو خوب سمجھا۔

کیا امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہونے پر اہل سنت کا اجماع ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ صاحب زبدہ نے عبارت منقولہ میں امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہونے پر اجماع اہل سنت ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔ اور اسے علامہ ابن عبدالبر کی عبارت

کا ترجمہ قرار دیکر ان کے کھاتے میں ڈال دیا جبکہ وہ اس سے بری ہیں کہ ایسا باطل اور مردود دعویٰ کریں۔ اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پر کلام کرنے میں ان سے زبردست لغزش سرزد ہوئی ہے اور ایسے ہی بعض دیگر مسائل میں لیکن اللہ تعالیٰ سچ اور انصاف کو پسند فرماتا ہے امہات الاولاد کی بیع کے مسئلہ میں انہوں نے کسی اجماع اہل سنت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ دوسرے مقام پر اس کے اختلافی ہونے کی تصریح کی ہے اور مذاہب کا بیان بھی کیا ہے۔ اور عبارت منقولہ میں ''المجتمع علیھا،، السنة کی صفت ہے اور انہوں نے امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہونے کو ''مجمع علیہ،، نہیں کہا جو صاحب زبدہ کی بالغ نظری کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ کریں:

الحافظ الامام ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبد البر قدس سرہ العزیز متوفی 463ھ رقمطراز ہیں:

''قال ابو عمر اختلف السلف والخلف من العلماء فی عتق ام الولد و فی جواز بیعھا (الی ان قال) و کان ابو بکر الصدیق و علی و ابن عباس و ابن الزبیر و جابر بن عبداللہ و ابو سعید الخدری رضی اللہ عنھم یجیزون بیع ام الولد۔،، (الاستذکار 23/152-153)

ابو عمر (علامہ ابن عبد البر) نے کہا: ام ولد کے آزاد ہونے اور اس کی بیع کے جواز میں علمائے سلف و خلف کا اختلاف ہے (تا) اور حضرات ابو بکر صدیق و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زبیر و جابر بن عبداللہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم ام ولد کی بیع جائز قرار دیتے تھے۔،،

فقیر راقم الحروف کہتا ہے اگرچہ جمہور علماء امت کے نزدیک ام ولد کی بیع

ممنوع ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جواز کے قائل تھے۔

لیکن تعجب ہے صاحب زبدہ کی بالغ نظری پر کہ کہتے ہیں:

(1) اجماع اہل سنت کے مطابق امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہے۔(زبدہ)

(2) توجس طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور مجتہد صحابہ کی احادیث اجماع اہل سنت کے برعکس ہونے کی وجہ سے متروک اور ناقابل عمل قرار پائی ہیں۔(زبدہ)

اقول: لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔اس مسئلہ میں تو یہ کہنا بھی ممکن نہیں ہے کہ سلف میں اختلاف تھا لیکن خلف نے عدم جواز پر اجماع کر لیا کیونکہ علامہ ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے:

اختلف السلف والخلف من العلماء الخ۔ (الاستذکار)

فقیر کہتا ہے نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ جو شخص اجماعی مسائل سے بھی باخبر نہیں اور جو مسائل اہل سنت میں واقعی اجماعی ہیں اور ان کے اجماعی ہونے پر ائمہ اعلام واسلاف کرام کی تصریحات بھی بکثرت موجود ہیں ان میں سے افضلیت اور خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اجماعی ہونے کا انکار کر چکا ہے اور اُم ولد کی بیع کے ممنوع ہونے پر کوئی اجماع نہیں ہے بلکہ اس میں اکابر صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات جواز کی قائل ہیں تو اس کے عدم جواز پر اجماع اہل سنت ہونے کا دعوی کر چکا ہے اور تحقیق کے نام پر لکھنے میں بھی اتنا غیر محتاط ہے کہ کتب متداولہ پر ایک نظر ڈالنے کی توفیق بھی اسے نہیں ہے۔

جن مسائل میں اکابر صحابہ کرام کا اختلاف ہے انہیں اہل سنت میں اجماعی قرار دیتا ہے اور جسے علمائے اعلام کا کلام کما حقہ سمجھنے کی توفیق بھی نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبر جس مسئلہ میں علماء سلف وخلف کے اختلاف کی تصریح کر چکے ہیں انہی کی دوسری عبارت کا مطلب یہ لکھ دیا:

اجماع اہل سنت کے مطابق امہات الاولاد کی بیع ممنوع ہے۔(زبدہ)

کیا علامہ ابن عبدالبر ایسے مسئلہ پر اجماع اہل سنت کا دعوی کر سکتے ہیں جس کے بارے میں علمائے سلف وخلف کے اختلاف کی تصریح بقلم خود کر چکے ہیں؟

اور اختلاف کرنے والوں میں اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نام بھی گنوا چکے ہیں جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ تو ایسے شخص نے خود کو عقل کل سمجھ رکھا ہے اور حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام سمیت تمام علماء اہل سنت کے خلاف راستہ اختیار کر چکا ہے اور اکابر علماء کرام وائمۂ اعلام کا مذاق اڑا رہا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود کچھ لوگوں نے اس کی قصیدہ خوانی میں آسمان وزمین ملا دیئے ہیں۔

بڑے ادب سے گزارش ہے کہ جو شخص امت مسلمہ کے بعض اجماعی مسائل کو اختلافی قرار دے اور اختلافی مسائل کو اجماعی بتائے اور اکابر صحابہ کرام کا اختلاف بھی معلوم نہ کر سکے اور اکابر علماء کی عبارات کا صحیح مطلب سمجھنے سے بھی قاصر ہو اس کی تحقیق کا معیار کیا ہو سکتا ہے؟

فقیر راقم الحروف نے کچھ حقائق پیش کر دیئے ہیں جن سے ہر صاحب عقل سلیم صاحب زبدہ کی دھاندلی کی حقیقت بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اگر کسی کو اپنی موت ہی یاد نہیں ہے اور صرف خواہش کی پیروی ہی اس کا دین ومذہب ہے، اللہ تعالیٰ ورسول

کریم ﷺ کی ناراضگی کی اسے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے تو اس سے سچ بولنے اور حق کا اعلان کرنے کی امید نہیں ہے۔

صاحب زبدہ نے دوسری عبارات جو پیش کی ہیں ان میں بھی تحقیق کا یہی معیار ہے سوائے تحریف اور تلبیس کے کچھ نہیں ہے۔ جبکہ عقیدۂ اہل سنت کے بیان میں دھاندلی اور دھوکا دہی کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ اگر کسی کو بدعت سے محبت ہے تو اپنے مبتدع ہونے کا اعلان کرے نہ کہ اپنی بدعت کا نام سنیت رکھے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ضروری تنبیہ:

صاحب زبدہ نے رطب و یابس جمع کر کے یہ دھاندلی بھی کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عہد نبوی میں حضرات شیخین کریمین و عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت بیان کرنے کا جو تذکرہ کیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصود و مدعیٰ یہ ہے کہ یہ تینوں حضرات صحابہ کرام سے افضل ہیں اہل بیت سے افضل نہیں ہیں۔

چنانچہ رقمطراز ہیں: گویا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ صحابہ کرام سے افضل ہیں اہل بیت سے افضل نہیں۔ (زبدۃ، ص 324)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ اگر صاحبِ زبدہ کے نزدیک اس حدیث کا یہی محمل ہے تو اس کی تردید میں درجنوں صفحات سیاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پہلے ہی یہی بات لکھ دی ہوتی۔ جبکہ اس دھاندلی کی حقیقت تو اس سے ہی خوب واضح ہے کہ حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے:

(1) کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی، افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنہم۔

(سنن ابی داود 2/ 280) حدیث صحیح

(2) انا کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی، افضل امۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان۔

(فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل 1/ 107، 108) اسنادہ صحیح

(3) کنا نتحدث علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر ثم عثمان۔

حدیث نمبر 57 (فضائل الصحابۃ 1/ 108) اسنادہ صحیح

اب سوال یہ ہے کیا اہل بیت کرام اُمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افراد نہیں ہیں؟ اور اس اُمت میں داخل نہیں ہیں؟ جب بالیقین امت کے افراد ہیں تو پھر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اہل بیت سے افضل نہ ہونے کا کیا معنی؟ اور اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد قرار دینے کا کیا جواز ہے؟ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد ہرگز نہیں ہے البتہ ان پر افتراء اور بہتان ضرور ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

شبہ عظیمہ:

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع نہیں ہے

کیونکہ تفضیلیہ کی ایک قسم بھی اہل سنت میں شامل ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب اور قاری ظہور احمد فیضی صاحب کا یہی دعویٰ ہے اور دونوں صاحبان نے بطور ثبوت فتاویٰ عزیزی سے ایک عبارت پیش کی ہے۔ ملاحظہ کریں:

سوال: تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر اس کے پیچھے اہل سنت نماز میں اقتداء کریں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: تفضیلیہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں مگر شیخین کی محبت ان کی تعظیم ان کے مناقب و مدائح بیان کرنے اور قول و فعل میں ان کے طریقہ کی اتباع کرنے میں سرگرم اور ثابت قدم ہیں اس قسم کے لوگ شیخین پر جناب مرتضی علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تفضیل کے باوجود اور حضرت علی کی محبت اور اتباع میں سرگرم ہونے کے باوجود اہل سنت میں داخل ہیں لیکن انہوں نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے اور ان کے اس اختلاف کو یوں سمجھنا چاہیے جیسا کہ اشعریہ اور ماتریدیہ کے مابین اختلاف ہے۔ اس قسم کے تفضیلی کی امامت جائز ہے اور اہل سنت کے بعض علماء اور صوفیہ اس روش پر تھے جیسا کہ محدث عبدالرزاق، سیدنا سلمان فارسی اور حضرت حسان بن ثابت اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اور تفضیلیہ کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ہمیں حضرت علی مرتضیٰ

اوران کی اولاد کی محبت اورقول وفعل میں ان کے طریقہ کی اتباع ہی کافی ہے اور ہم شیخین اور دوسرے صحابہ کو برانہیں کہتے لیکن ہمیں ان سے کوئی سروکار بھی نہیں۔نہ محبت نہ عداوت نہ اتباع اور نہ ترکِ اتباع نہ ان کے قول وفعل پر عمل کرنا اور نہ اعراض کرنا، اس قسم کے تفضیلی بلاشبہ بدعتی ہیں اور ان کی امامت کا حکم وہی ہے جو بدعتی کی امامت کا ہے اور معتبر اہل سنت میں سے کوئی شخص اس قسم کا تفضیلی نہیں ہوا۔

(فتاویٰ عزیزی فارسی ص 183,184 ومترجم ص 412,413)

(شرح اسنی المطالب ص 811، 812)(زبدۃ التحقیق ص 207 تا 209)والنظم من الاول۔

شبہ مذکورہ کا پہلا جواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: تفضیلیہ نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے جو ثبوت پیش کیا ہے اس میں مذکور حکم کہ تفضیلیہ نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے، کیا تفضیلیہ اس چیز کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم خطا پر ہیں؟ اگر اپنی غلطی کا اعتراف ہے تو پھر افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے موقف سے رجوع کر کے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ اختیار کرنے کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟

اور اگر انہیں اپنے موقف میں خطا پر ہونے کا اعتراف ہی نہیں ہے تو گزارش یہ ہے کہ جس فتویٰ کو خود بھی تسلیم نہیں کرتے اس کو اپنے موقف کے اثبات کے لیے پیش کرنے کا کیا جواز ہے؟

اگر تفضیلیہ کے نزدیک فتاوی عزیزی میں تفضیلیہ کے خطا پر ہونے والا حکم غلط اور ناقابل اعتبار ہے تو اس کے ساتھ مذکور دوسرا حکم ”کہ تفضیلیہ کی ایک قسم اہل

سنت میں شامل ہے،، اس کا درست اور قابل اعتبار ہونا کونسی دلیل سے ثابت ہے؟

دوسرا جواب:

اللہ تعالیٰ اس پاک دین اور مذہب حق اہل سنت و جماعت کا محافظ ہے لوگ ہزار تلبیسات وتزویرات سے کام لیں پھر بھی اللہ تعالیٰ حق ظاہر فرما دیتا ہے ورنہ تو اس کی حجت بندوں پر تام نہ ہوگی جبکہ ایسا ہونا شرعاً اور عقلاً ناممکن ہے۔ فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ تفضیلیہ کی تقسیم کر کے پھر تفضیلیہ کی ایک قسم کو اہل سنت و جماعت میں داخل قرار دینے والا فتویٰ جعلی ہے جو کسی تفضیلی کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ میں شامل کر کے ان کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے جو در حقیقت ان پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ اور ممکن ہے کہ فقیر کی اس بات سے ناظرین کو تعجب ہو لیکن حقائق سے آگاہی کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ہر منصف مزاج شخص تصدیق کرے گا کہ یہ فتویٰ واقعی طور پر جعلی ہے۔

تمہیدی گزارشات:

(الف) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے راسخ العقیدہ سنی ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے ان کے افکار ونظریات اور ان کا فقہی مسلک ان کی اصل تصانیف سے روز روشن کی طرح واضح ہے، بلکہ فتاویٰ عزیزی میں بھی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ کریں:

”میگوید بندہ ضعیف عبدالعزیز عفی عنہ کہ مذہب فقیر اہل سنت و جماعت است وکسانیکہ مخالف اہل سنت و جماعت اند خواہ از کفرہ باشند وخواہ از متکلمین بکلمۂ

اسلام مثل روافض وخوارج ونواصب وغیرآں ہمہ را باطل میداند و بہزار دل بیزار است۔،، (فتاویٰ عزیزی، جلد دوم ص، 73-74)

''بندہ ضعیف عبدالعزیز عفی عنہ کہتا ہے کہ فقیر کا مذہب اہل سنت و جماعت ہے اور جو لوگ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہیں خواہ کفار سے ہوں، خواہ کلمۂ اسلام پڑھنے والوں سے ہوں جیسے روافض وخوارج ونواصب وغیرہ تمام کو باطل جانتا ہے اور ہزار دل کے ساتھ (ان تمام سے) بیزار ہے۔،،

(ب) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب وتصانیف سے عیاں ہے کہ وہ تبحر علمی کے ساتھ ذکاوت وذہانت میں بھی عظیم انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال درجہ کی قوت حافظہ اور استحضار عطا فرمایا تھا۔ تو ایسے متبحر فاضل سے ایک ہی مسئلہ میں متضاد تحریرات بلکہ متضاد فتاویٰ معرض وجود میں آئیں اور انہیں تا زندگی اپنی تضاد بیانی پر اطلاع ہی نہ ہو اس بات کو کوئی صاحب عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس تسلیم نہیں کر سکتا۔

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز جیسا ذہین اور ذکی محدث ومفسر و فقیہ ومتکلم جن مسائل پر اہل حق فقہاء کرام ومجتہدین عظام کا اجماع بقلم خود نقل کریں پھر خود ہی اس اجماع کے خلاف فتویٰ دیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(د) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز جیسا فقیہ فقہی مسائل میں فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ایک فتویٰ مبرہن تحریر کرنے کے بعد اسی مسئلہ کے بارے میں بغیر کسی مستند کتاب کے حوالہ کے محض ایک مفروضہ قائم کر کے پہلے فتویٰ کے متضاد فتویٰ لکھ دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ جیسا متقی اور پرہیزگار وارثِ رسول کریم ﷺ اپنی ایک کتاب میں ایک شخص کا عقیدہ خود اسی شخص سے بالتفصیل روایت کرنے کے بعد اس پر افتراء اور بہتان باندھے اور اس کے اصل عقیدہ کے برعکس اس پر بدعت اور گمراہی تھوپ دے ایسا ہونا ناممکن ہے۔

(و) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی پر افتراء اور بہتان باندھنا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز جیسی شخصیت سے متصور نہیں ہوسکتا،

(ز) فتاویٰ عزیزی حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی مطبوعہ 1341ھ کے دیباچہ میں محمد عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی نے وضاحت کی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے علمی جواہر پارے میسر آنے کی صورت میں یکجا جمع کر کے چھاپنے کے بارے میں اپنی آرزو اور دلی تمنا کا اظہار کیا ہے اور پھر انہیں جن مولوی صاحبان کے ذریعے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریرات میسر آئیں اور جنہوں نے ان کی تصحیح کی ان کے نام بھی بتائے ہیں اور پھر انہوں نے اپنے مطبع سے طباعت کے زیور سے آراستہ کر کے منظر عام پر لانے کی پوری وضاحت کی ہے۔

فقیر راقم الحروف کے زیر نظر فتاوی عزیزی کے تین نسخے ہیں: نمبر 1 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی 1341ھ نمبر 2 مطبوعہ 1322ھ نمبر 3 مطبوعہ 1314ھ اور مؤخر الذکر سے پہلے کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا، جس سے تو یہی ظاہر ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے وصال سے (75) سال بعد یہ مجموعہ چھپ کر منظر عام پر آیا کیونکہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی ولادت 1159ھ میں ہوئی اور وصال

سنہ 1239ھ میں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے وصال کے ایک عرصہ بعد اس کا جمع کیا جانا اور چھپنا موجب طعن نہیں ہے در اصل موجبِ طعن اس میں تصرفات اور اضافے اور تحریفات اور اسے جمع کرنے والوں کی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہے۔

آئندہ صفحات پر فتاوی عزیزی کے عکسی صفحات سے ان معلومات کی تصدیق کرلیں۔

فتاویٰ عزیزی کے عکسی صفحات

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد علی احسانہ کہ کتاب مستطاب مجموعہ فتاوائے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مسمی

فتاوی عزیزی

باہتمام احقر الانام محمد عبدالاحد مرحوم عفا اللہ عنہ الصمد بماہ رمضان المبارک سنہ ١٣٤١

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

دیباچہ فتاویٰ عزیزی، ص 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد خدای جل وعلا و نعت حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بر ضمائر طالبان ہدایت و بصائر مشتریان درایت مخفی مباد کہ از دیر باز چنین آرزوی بود کہ فتاوای امام المتقین رئیس الکاملین قدوۃ ارباب تمیز حضرۃ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ حضرت ایشان وقتا فوقتا بہ جواب سائلین نوشتہ اند و دران مسائل و نکات عجیبہ و غریبہ بیان فرمودہ اند اگر میسر شوند آن را یکجا جمع کردہ شائع کردہ شود تا خلقے کہ از فیضان ظاہری و باطنی ایشان مستفیض ہست ازین نیز بہرہ وافی بردارد و شائقین از اجوبہ مسائل بالاخیل کہ علماے عصر و دیگر طالبین استفسار نمودہ اند اطلاع یابند و محظوظ شوند فالحمد للہ علی ذلک کہ بتوجہات کامل اکمل فاضل اجل مجموعۂ ذی بہاے بگران مولانا خلیل الرحمن صاحب برہان پوری حال وارد بلدۂ حیدر آباد دکن حفظہ اللہ عن شرور الزمن والفتن حسب تمنای دلی حاصل گردید پس بموجب آنکہ السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ آن مجموعہ را باسرع ازمنہ بتصحیح حضرت مولانا مولوی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی و بحسن سعی کارپردازان مطبع از حلیہ طبع محلی ساختہ پیشکش ناظرین و شائقین کردہ آمد و در اوائل این مجموعہ برائے نزہت ناظرین مختصر حالات و انساب و کمالات کہ حضرت مرزا محمد بیگ صاحب دہلوی نوشتہ اند ملحق کردہ شدہ ہست اید دیر۔

وما توفیقی الا باللہ

محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد مالک مطبع مجتبائی دہلی

۲۷۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۱ھ

(ح) کیا فتاویٰ عزیزی میں ہر فتویٰ واقعی اور نفس الامری طور پر حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا ہے؟

فقیر راقم الحروف کہتا ہے حقائق مذکورہ کی روشنی میں جس فتویٰ کا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے نزدیک باطل ومردود ہونا ثابت ہوجائے گا وہ بالیقین جعلی ہے اور کسی دوسرے شخص کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہے جو اس مجموعہ میں شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تحریرات میں شامل کردیا گیا ہے تاکہ ان کے نام پر یہ بھی چل جائے کیونکہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت کی وجہ سے اہل سنت ان پر اعتماد اور ان کی تحقیقات کو صراط مستقیم سمجھتے ہیں تو اس ذریعہ سے اہل سنت ان جعلی تحریرات کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تحقیق سمجھ کر قبول کرلیں گے اور گمراہی اور بدعت کو مذہب اہل سنت سمجھ کر اس کے مطابق اعتقاد اور عمل کریں گے تو اس طرح آسانی کے ساتھ سنیت کے نام پر بدعت اور گمراہی کی تبلیغ اور نشر واشاعت نہایت ہی مؤثر انداز میں ہوجائے گی تو اس طرح جو لوگ بھی اس فریب کا شکار ہوں گے وہ اس سے بہ مشکل ہی نکل سکیں گے۔ اس بدنیتی سے ایسی تحریرات شامل کی گئی ہیں حتی کہ متعدد مقامات پر رافضیت کی تبلیغ بھی کی گئی ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ ایسی تحریرات اس مجموعہ میں کس شخص کی خیانت اور ظلم کا نتیجہ ہیں تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی ذات اقدس اس مجموعہ کی ہر اس تحریر سے بری ہے جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور اسے مذہب اہل سنت کے بیان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ مذہب حق اہل سنت وجماعت میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے تصلب کی تصریح اور اس کے مخالف

تمام لوگوں سے ان کی کمال بیزاری کا اعلان انہی کے قلم سے اسی مجموعہ میں موجود ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مسئلہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی تحقیق:

''مسئلہ مستفسر عنہا بسیار عویص ومعرکۃ الآراء است آنچہ فقیر را دریں باب منقح است مینویسد لیکن لابد قبل الجواب من تمہید مقدمتین:

مقدمہ اولیٰ: آنکہ مسائل قطعیہ سواء کانت اعتقادیۃ اوعملیۃ بردو قسم است اول آنکہ دران مسائل تعارض ادلہ واختلاف علماء واقع نہ شدہ ودلائل مثبتہ آن مسائل نیز محتمل تاویلی نباشند مثل توحید باری عز اسمہ (تا) ومسئلہ تفضیل بالبداہۃ ازین جنس نیست وازین قسم واقع نہ قسم دوم آنست کہ ادلہ دران متعارض شدند وعلماء مختلف بہ ودلائل ہم محتمل تاویل لیکن بترجیح مجتہدین

(تا) نزاع مرتفع شد وآخرہا احد الطرفین منقح ومقرر گردید پس این قسم ہر چند ابتداء قطعی نبود لیکن آخرہا شد (تا) مسئلۂ تفضیل ازین قسم است زیرا کہ در صدر اول اختلافی بود جماعۃ قلیلہ از صحابہ میل بتفضیل جناب مرتضوی داشتند (تا) لیکن آخرہا درعہد جناب مرتضوی درایام خلافت آنقدر این مسئلہ را تشہیر وترویج فرمودند وتاکید وتقریر نمودند کہ آنہمہ تعارض برہم خورد وجانب تفضیل شیخین معین گشت اگر تفصیل آن روایات را سیر کردہ شود دفترے میباید طولانی مجملش آنکہ ہشتاد نفر از اجلہ اصحاب واحباب آنجناب مسئلۂ تفضیل شیخین را روایت کردہ اند وبتقریبات مختلفہ مسئلہ را از

آنجناب شنیده اند ودار قطنی وبعضی محدثین دیگر از آنجناب روایات صحیحہ آوردہ اند کہ فرمودند لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری واین الفاظ کمال صراحت دارد بر قطعیت اذ لا عقوبة فی الظنیات بالاجماع۔

مقدمہ ثانیہ: گاہے اصل مسئلہ قطعی میباشد وتعیین کیفیت آن ظنی مثل آنکہ اثبات صفات سبعہ بلاشبہ قطعی است وتعین زیادت آنہا بر ذات باری یا عینیت آنہا مر آن ذات را یا لاعین ولا غیر بودن ظنی است وہمچنین مسئلہ عدم خلق قرآن قطعی است و تعیین کیفیت آنکہ قدیم کلام نفسی است یا الفاظ کلیة بی خصوصیات محل ظنی است ھذا فی الاعتقادیات اما فی العملیات فامثلة کثیرة مثاله حجة الوداع فان اصل النسك قطعی لا مجال للتشکیك فیه وتعین کیفیت کہ قِران بود یا تمتع یا افراد ظنی است ولھذا اختلف فیه العلماء مع الاتفاق فی الاصل، مسئلۂ تفضیل ہم ازین باب است زیرا کہ اصل تفضیل قطعی است لیکن بمعنی انه صار قطعیا بعد النزاع والتعارض وکیفیت آن تفضیل کہ در کدام چیز است در کثرت ثواب یا عظم نفع فی الاسلام یا امرے دیگر ظنی است

(تا) چون ہر دو مقدمہ ممہد شد میگویم کہ اصل تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بر حضرت مرتضوی قسم ثانی قطعی است وتعین یافتہ التفضیل ظنی پس مومن محتاط را باید کہ اصل تفضیل را معتقد باشد وتعین کیفیت آنرا مفوض الی علم اللہ داند وان یترجح عنده احد الوجوه بسبب تتبع الدلائل والغور فیها فمرحبا واھلا والا از اصل این عقیدہ کہ قطعی است بیرون نرود فقط۔،،

(فتاویٰ عزیزی، جلد دوم ص 93-94)

ترجمہ: جس مسئلہ کی بابت استفسار کیا گیا ہے نہایت پیچیدہ اور معرکۃ الآراء ہے اس باب میں فقیر کے لیے جو منقح ہے وہ لکھتا ہے لیکن جواب سے پہلے دو تمہیدی مقدمے ضروری ہیں:

مقدمہ اولیٰ: مسائل قطعیہ، اعتقادیہ ہوں یا عملیہ دو قسم پر ہیں:

قسم اول: وہ مسائل جن میں تعارضِ دلائل اور اختلافِ علماء واقع ہوا ہی نہیں اور ان مسائل کے دلائل مثبتہ تاویل کا احتمال بھی نہ رکھتے ہوں۔ مثلاً توحید باری تعالیٰ عزاسمہ (تا) اور یہ بات بدیہی ہے کہ مسئلۂ تفضیل اس جنس اور اس قسم کے مسائل سے نہیں ہے۔

قسم دوم: وہ مسائل جن میں دلائل متعارض ہوں اور علماء کا باہمی اختلاف ہوا ہو اور ان مسائل کے دلائل میں تاویل کا احتمال ہو لیکن ترجیح مجتہدین کے ساتھ (تا) نزاع مرتفع ہو گیا اور بالآخر ایک جانب منقح اور مقرر ہو گئی۔ اس قسم کے مسائل اگرچہ ابتداءً قطعی نہ تھے لیکن بالآخر قطعی ہو گئے (تا) تو مسئلۂ تفضیل اس قسم سے ہے اس لیے کہ صدر اول میں اختلاف تھا صحابہ کرام سے جماعت قلیلہ تفضیلِ جناب مرتضوی کی طرف میلان رکھتی تھی (تا) لیکن بالآخر عہد جنابِ مرتضوی میں، ایام خلافت میں (جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ نے) اس مسئلہ کی اس قدر تشہیر و ترویج فرمائی اور تاکید و تقریر کی کہ وہ تمام تعارض درہم برہم ہو گیا اور تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی جانب معین ہو گئی۔ اور اگر ان روایات کی پوری تفصیل کی جائے تو ایک طویل دفتر چاہیے۔ اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر اصحاب و احباب سے اسی (80) افراد نے تفضیل شیخین

کریمین رضی اللہ عنہما کا مسئلہ (آپ سے) روایت کیا ہے اور مختلف تقریبات ومجالس میں انہوں نے یہ مسئلہ آپ سے سنا ہے اور (امام) دارقطنی اور بعض دوسرے محدثین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری''

جو شخص بھی مجھے حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا میں اسے مفتری کی حد (اَسی (80) کوڑے) لگاؤں گا۔

یہ الفاظ (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے) افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر کمالِ تصریح ہے اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ ظنی مسائل میں عقوبت نہیں ہے۔

مقدمہ ثانیہ:

کبھی اصل مسئلہ قطعی ہوتا ہے اور اس کی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہے جیسا کہ (باری تعالیٰ کی) صفاتِ سبعہ کا اثبات قطعی ہے اور اس امر کا تعین کہ یہ صفات ذات باری تعالیٰ پر زائد ہیں یا عین ذات ہیں یا لاعین ولا غیر ہیں، ظنی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ قطعی ہے اور اس کی کیفیت کی تعیین کہ قدیم، کلام نفسی ہے یا الفاظ کلیہ بلا خصوصیاتِ محل، یہ ظنی ہے۔

یہ مثالیں تو اعتقادیات میں ہیں اور عملیات میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً حجۃ الوداع کہ اصل عبادت (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حج) قطعی ہے اس میں شک کی مجال نہیں ہے اور تعیینِ کیفیت کہ یہ حجِ قران تھا یہ تمتع یا افراد، یہ ظنی ہے اور اسی

کی مجال نہیں ہے اور تعیینِ کیفیت کہ یہ حج قِران تھا یہ تمتع یا افراد، یہ ظنی ہے اور اسی لیے اصل حج میں اتفاق کے باوجود اس کے قِران، تمتع، افراد ہونے میں علماء نے باہمی اختلاف کیا ہے۔

مسئلہ تفضیل بھی اسی باب سے ہے اس لیے کہ اصل تفضیل (حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی باقی تمام امت پر) قطعی ہے لیکن اس معنی کے ساتھ کہ نزاع اور تعارض مرتفع ہوجانے کے بعد قطعی ہوگئی۔

اور اس تفضیل کی کیفیت کہ کونسی چیز میں تفضیل ہے کثرتِ ثواب میں یا اسلام میں نفع عظیم ہونے میں یا کسی دوسرے امر میں، یہ ظنی ہے

(تا) جب ہر دو تمہیدی مقدمے ہو چکے تو (اب مسئلہ مستفسرہ کا جواب سنیے) میں کہتا ہوں: کہ اصل تفضیل حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قطعی ہے اور قطعی کی دوسری قسم ہے اور تعین یافتہ تفضیل (جس تفضیل میں وجہ تفضیل کا بھی تعین ہو) ظنی ہے پس مؤمن محتاط کو چاہیے کہ اصل تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ (ضرور) رکھے اور اس کی کیفیت کا تعین اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف تفویض شدہ جانے۔ اور اگر دلائل کا تتبع اور ان میں غور وفکر کرنے کے سبب تفضیل کی کوئی وجہ اس کے نزدیک راجح ہوجائے تو مرحباً واہلاً، ورنہ اصل اس عقیدہ سے کہ قطعی ہے باہر نہ جائے۔ فقط،،

عبارت منقولہ سے متصل بعد حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز مزید رقمطراز ہیں:

”قال فی الخلاصة: الرافضی ان فضل علیاً علی غیرہ فھو مبتدع (الی

خلافة ابی بکر او عمر او عثمان رضی اللہ عنھم ۔ ویصح ای مع الکراھۃ خلف من یفضل علیا رضی اللہ عنہ لانہ مبتدع ۔ (فتاویٰ عزیزی، جلد دوم ص 94)

ترجمہ: خلاصہ میں کہا ہے: رافضی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے غیر (تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر فضیلت دے تو وہ متبدع (بدعتی) ہے (تا) اور شرح مواہب الرحمن میں ہے: اور نہ پیچھے یعنی حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عمر فاروق اعظم یا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور صحیح ہے یعنی کراہت کے ساتھ اس شخص کے پیچھے جو افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہے اس لیے کہ بلاشک وشبہ وہ شخص مبتدع (بدعتی) ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا یہ فتویٰ ان کے موقف کے بیان میں خوب واضح ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے فتویٰ سے ثابت شدہ مسائل وفوائد:

(1) افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے بایں معنی کہ مجتہدین کی ترجیح سے نزاع مرتفع ہو گیا ایک جانب منقح اور مقرر وثابت قرار پائی، سب کا اتفاق ہو گیا۔

(2) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ سے یہ نزاع مرتفع ہو گیا اور اجماع ہو چکا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما (بالترتیب) افضل الامت ہیں۔

(3) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس مسئلہ کی اس قدر تشہیر وترویج وتاکید وتقریر فرمائی کہ آپ کے اجلہ اصحاب واحباب میں سے اسی (80) اشخاص وافراد نے آپ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔

(4) امام دار قطنی اور بعض دیگر محدثین نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ کا ارشاد مبارک: لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری، روایت کیا ہے۔

(5) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مقدس آپ کی طرف سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت پر کمالِ صراحت ہے کیونکہ بالاجماع ظنی مسائل میں عقوبت نہیں ہوتی۔

(6) اصل افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے البتہ وجہِ افضلیت کی تعین ظنی ہے۔ اس لیے اصل افضلیت کا اعتقاد ضروری ہے کیونکہ قطعی ہے اور اگر کسی کے نزدیک دلائل میں غور وفکر اور تتبع سے کوئی وجہ افضلیت راجح ہو جائے تو فبہا ورنہ افضلیت کی کیفیت کا تعین اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف تفویض کرے اور اصل افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عقیدہ سے باہر نہ جائے کیونکہ قطعی ہے۔

(7) اہل سنت کی معتبر کتاب ''خلاصہ،، میں ہے کہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل مبتدع (بدعتی) ہے۔

اور شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا قائل بلاشک وشبہ مبتدع (بدعتی) ہے۔

تنبیہ:

مذکورہ فتویٰ میں بعض امور محل نظر ہیں شاید کہ وہ مرتب یا ناسخ کے تصرف کا نتیجہ ہیں تاہم تفضیلیہ کے افتراء اور بہتان سے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز

کی براءت کے ثبوت کیلئے یہ کافی ہے۔ وللہ الحمد

ضروری وضاحت:

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ حضرات مہاجرین وانصار، اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہونے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے۔ ملاحظہ کریں:

"عن الهمدانی یعنی عبد خیر، قال: قلت لعلی: من خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال: الذی لانشك فیه والحمد لله: ابوبکر بن ابی قحافة. قال: قلت: ثم من؟ قال: الذی لانشك فیه والحمد لله: عمر بن الخطاب۔"

الحدیث نمبر 33د (فضائل الصحابة 1/446) حدیث صحیح او حسن۔

اور انہی نفوس قدسیہ کے اتفاق واجماع یا اختلاف کی وجہ سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی مسئلہ کے اتفاقی واجماعی یا اختلافی ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور اکابر و مجتہدین صحابۂ کرام کے اتفاق واجماع کے بعد کسی صحابی کا اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ان حضرات کی رائے کے خلاف رائے قائم کرنا اس مسئلہ کو اختلافی ہرگز نہیں بنا سکتا البتہ صرف صورتِ اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ صدر اول میں مسئلہ افضلیت اختلافی تھا پھر خلافت مرتضوی میں اجماع ہو گیا یعنی بعض صحابۂ کرام اپنی غلط فہمی کی وجہ سے افضلیت علی رضی اللہ عنہ کی رائے رکھتے تھے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں برسر منبر متعدد بار جب افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان فرمائی تو ان حضرات کی غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا اور

انہوں نے بھی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا موقف اور نظریہ اختیار کرلیا۔

ورنہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے 25-26 سال بعد افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی پوری تحقیق ہوئی تھی تو ان نفوس قدسیہ کا خلافت مرتضوی میں اس مسئلہ پر اجماع اور اتفاق ہوا تھا۔ کیونکہ اکابر صحابہ کرام میں عہد نبوی بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں تھا۔

اور حضرت قدس سرہ العزیز کی مراد یہ ہو بھی کیسے سکتی ہے جبکہ یہ ارشاد مرتضوی ''الذی لانشك فیه والحمد لله ابوبکر بن ابی قحافة... الذی لانشك فیه والحمد لله عمر بن الخطاب الحدیث۔،، کے بالکل خلاف ہے اس لیے کہ جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اکابر ومجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا بیان فرمایا ہے، تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا صرف افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہی پر اجماع نہیں تھا بلکہ افضلیت کے قطعی ہونے پر بھی اجماع اور اتفاق تھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر صرف اجماع ہی کی وجہ سے افضلیت قطعی نہیں ہے بلکہ احادیث نبویہ متواترۃ المعنی کی وجہ سے اجماع سے قبل ہی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک افضلیت قطعی تھی لہذا قطعیت متعدد وجوہ سے ثابت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بعض صوفیہ کا نظریہ:

تفضیلیہ کے نقل کردہ جعلی فتویٰ میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض صوفیہ بھی اس روش پر تھے۔

راقم الحروف کہتا ہے: جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔ اور اس کے منکر کے لیے آپ نے اسی (80) کوڑے سزا کا اعلان کیا ہے تو اس کے باوجود اگر کوئی صوفی افضلیتِ علی کا نظریہ رکھتا تھا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے میں زندگی بسر کر گیا ہے تو بفضلہ تعالیٰ اہل سنت کسی ضعف اعتقادی کا شکار نہیں، ہیں اس صوفی کا یہ نظریہ باطل و مردود اور سراسر گمراہی اور بدعت ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ پر افتراء اور بہتان ہے کہ انہوں نے بعض صوفیہ کا یہ نظریہ بتایا ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

تفضیلیہ اہل بیت وغیر اہل بیت سے جن بزرگوں کو افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائلین کی صف میں شمار کرتے ہیں وہ سراسر افتراء اور بہتان ہے کوئی سنی افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت سے ہے اور اگر کوئی شخص افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ رکھتا ہے تو وہ اہل بدعت سے ہے اسے اہل سنت میں شمار کرنا سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

بفضلہٖ تعالیٰ فقیر راقم الحروف نے دلائل حقہ سے ثابت کیا ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر حضرات صحابہ کرام و من بعدہم تمام علمائے اہل سنت (کثرھم اللہ تعالیٰ) کا اجماع ہے۔ صرف دعوائے اجماع کی تصریحات اور نقول پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کی۔ جبکہ تمام اہل سنت کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اجماعی مسئلہ ہونے پر ائمۂ اعلام کی تصریحات بھی کتبِ مذہب مہذب میں کثرت سے ہیں۔

اور فقیر نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین کی افضلیت مذہبِ جمہور ہے۔ اہل سنت میں اختلاف صرف حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

فائدہ عظیمہ:

گزشتہ فتویٰ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے صراحت فرمائی ہے کہ اصل تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ قطعی ہے البتہ وجہ افضلیت، دلائل کے تتبع اور غور وفکر کرنے سے اگر راجح ہوجائے تو فبہا ورنہ تفضیل کی کیفیت کا تعین اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑے۔

اور اسی فتاویٰ عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کا مسئلہ افضلیت پر مستقل رسالہ ''السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل'' ہے جسے انہوں نے

تحفہ اثنا عشریہ کا خاتمہ قرار دیا ہے۔اس میں مسئلہ افضلیت کے دلائل میں تتبع اورغور وفکر کرنے سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی جو وجوہ، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے نزدیک جو راجح ہوئی ہیں ان کے تفصیلی بیان کے بعد رسالہ مذکورہ کے آخر میں بطور نتیجہ فرمایا:

''پس مثل آفتاب روشن گشت کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما را ہم در جہاد وہم در علم وہم در قراءت وہم در زہد وہم در تقوی وخشیہ وصدقہ وحسن سیاست خلافت وطاعت خدا ورسول ومحبت دین وترویج احکام شریعت مرتبہ ایست کہ دیگرے را اصلا نیست وہمیں امور را شارع موقع فضل وبزرگی گردانیدہ۔

وسابق گذشت کہ سیادت وعلویت وقرب قرابت با رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بلاغت عبارت وفصاحت الفاظ وقوت وجلادت وشمشیر بازی ونیزہ بازی را بایں فضل کہ متنازعہ فیہ است مساسی نیست۔''

(فتاویٰ عزیزی، جلد دوم ص 92 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی 1314ھ)

پس مثلِ آفتاب روشن اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے جہاد اور علم اور قراءت اور زہد اور تقویٰ وخشیہ اور صدقہ اور حسنِ سیاستِ خلافت اور خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت اور محبت دین اور ترویج احکام شریعت میں وہ مرتبہ ہے کہ کسی دوسرے کے لیے ہرگز نہیں ہے۔اور انہی امور کو شارع نے فضل اور بزرگی کا موقع قرار دیا ہے۔

اور یہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ سیادت اور علویت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربِ قرابت اور بلاغتِ عبارت اور فصاحتِ الفاظ اور قوت وجلادت اور شمشیر بازی

اور نیزہ بازی کو اس فضل متنازعہ فیہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔"

حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعی ہے اور جو کچھ بعض علماء نے مثلاً امام رازی اور آمدی وغیرہما بعض علماء متکلمین ۔ نے لکھا ہے وہ بھی صحیح اور درست ہے اور تفصیل اس امر کی یہ ہے کہ ہر ایک دلیل پر جداگانہ جو نظر کی جاتی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفضیل ظنی ہے۔ (تا) لیکن جب سب ادلہ بحیثیت اجتماعی ملاحظہ کی جاتی ہیں تو قطعی طور پر ان سب ادلہ سے فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی امر کے لیے چند دلیلیں ہیں اور ہر دلیل جداگانہ فرداً فرداً لحاظ کرنے سے اس امر کے بارے میں صرف ظن حاصل ہوتا ہے اور مجموعہ احاد جب حدِ تواتر کو پہنچ جائے تو سب احاد پر بحیثیت مجموعی اور اس کے تواتر کے لحاظ کرنے سے وہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے ایسا ہی فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(فتاویٰ عزیزی مترجم ص 247 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت صرف اخبارِ احاد ہی سے ثابت نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے جس کی ایک جھلک باب دوم میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جبکہ احاد بھی متواترۃ المعنی ہیں۔ وللہ الحمد

نتیجۂ کلام اور تفضیلیہ کی ایک قسم کو اہل سنت میں شامل کرنے والے فتویٰ کے جعلی ہونے کا بیان:

(الف) حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے رسالہ "السر الجلیل فی مسئلۃ

التفضیل ''اور مفصل فتویٰ اور تیسری تحریر (جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) سے یہ ثابت ہوا کہ مسئلہ افضلیت میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا نظریہ جو جماعت قلیلہ کا تھا اپنے زمانہ خلافت میں آپ جناب کے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی زبردست تشہیر وترویج اور تاکید وتقریر عظیم اجتماعات میں (برسرِ منبر) کرنے کی وجہ سے وہ سب نزاع ختم ہوگیا حتی کہ آپ نے افضلیت علی کے قائل کے لیے اسی (80) کوڑے سزا کا اعلان فرمایا تو اس کے بعد اہل حق سے کوئی افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قائل نہ رہا۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ ایسا ہونا ایک لازمی امر تھا اس لیے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کون محب مخلص؟ آپ کے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بار بار اعلان کرنے کے باوجود آپ کو جھٹلاتا اور کہتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسئلہ افضلیت کی تحقیق نہیں ہے اس لیے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو قطعی سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کے لیے اسی (80) کوڑے کی سزا کا اعلان کیے جا رہے ہیں لیکن ہم تو یہی عقیدہ رکھیں گے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(ب) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل کی سزا اسی (80) کوڑے ہونا احادیث مرتضویہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور مطلقاً افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل کے مبتدع ہونے کی تصریح بھی آپ نے متعدد کتب معتبرہ سے نقل کی ہے ان کتب میں صراحت تو درکنار اشارہ اور کنایہ سے بھی اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ بلا استثناء افضلیت علی کے ہر قائل کو مبتدع قرار دیا گیا ہے۔

تو ان حقائق واقعیہ کو اپنے قلم سے نقل کرنے کے بعد کیسے ممکن ہے کہ

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تفضیلیہ کی تقسیم کریں اور لکھیں کہ تفضیلیہ کی ایک قسم اہل سنت میں شامل ہیں؟

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں بھی مسئلہ افضلیت کے بیان میں مطلقاً فرقہ تفضیلیہ کو اہل سنت و جماعت کے مقابل ذکر کیا ہے اور یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ تفضیلیہ کی ایک قسم تو اہل سنت میں شامل ہے ملاحظہ فرمائیں:

کلام باری تعالیٰ: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الآیۃ کے تحت فرمایا:

''اہل سنت و جماعت بہمیں لفظ تفضیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از پیغمبراں (تا) وفرقہ تفضیلیہ گویند کہ مراد از اتقی دریں آیت تقی ست (تا) اہل سنت جواب میگویند کہ اتقی را بمعنی تقی گرفتن، تا آخر۔''

(تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی پارہ عم ص211)

اہل سنت و جماعت نے اسی لفظ (اتقی) کے ساتھ بعد از پیغمبران عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے (تا) اور فرقہ تفضیلیہ کہتے ہیں آیت میں اتقی سے تقی مراد ہے۔ (تا) اہل سنت جواب دیتے ہیں اتقی بمعنی تقی لینا لغت عربیہ کے خلاف ہے، تا آخر۔''

(د) تفضیلیہ کی تقسیم کر کے ایک قسم کو اہل سنت میں شامل کرنے والے فتویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ: اہل سنت کے بعض علماء اور صوفیہ اس روش پر تھے جیسا کہ محدث عبدالرزاق، سیدنا سلمان فارسی اور حضرت حسان بن ثابت اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم ص413-412)(از شرح اسنی المطالب)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: بحمد اللہ تعالیٰ اب اس بات کی حقیقت تک رسائی کہ یہ فتویٰ واقعی طور پر جعلی ہے اور بھی زیادہ آسان ہوگئی وہ اس طرح کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے نزدیک محدث عبدالرزاق اور بعض صحابہ کرام حضرت سلمان فارسی وحضرت حسان بن ثابت وغیرہ رضی اللہ عنہم افضلیت علی کے عقیدہ پر تھے اور تازندگی اسی نظریہ پر قائم رہے پھر تو یہ فتویٰ نفس الامری طور پر شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا ہے۔

اور اگر شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تحقیق یہ ہو کہ ان حضرات کو تفضیلیہ میں شامل کرنا ان پر افتراء اور بہتان ہے پھر تو یہ فتویٰ بالیقین جعلی ہے۔ جبکہ اس بارہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا موقف جاننا کچھ مشکل نہیں ہے۔

وہ اس طرح کہ جہاں تک بعض حضرات صحابہ کرام کا تعلق ہے تو حضرت قدس سرہ کے مفصل فتویٰ میں ان کا موقف آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ صدر اول میں اس مسئلہ میں جو کچھ نزاع تھا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وہ سب نزاع ختم ہوگیا اور مسئلہ منقح ہوگیا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما متعین اور قطعی ہوگئی۔ لہذا خلافتِ مرتضوی کے بعد کسی بھی صحابی پر افضلیتِ علی کا عقیدہ تھوپنے کا حضرت قدس سرہ کے نزدیک کوئی جواز نہیں ہے تو خود حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کیسے لکھ سکتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام بھی اس روش پر تھے؟ کیا وہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم العیاذ باللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا جائز سمجھتے تھے یا خود کو حضرت علی مرتضی سے زیادہ علم والا اور بڑا محقق سمجھتے تھے؟ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مساجد میں منبر پر متعدد بار حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا قطعی ہونا بیان فرمایا اور جو شخص افضلیت علی

کا قول کرے اسے اسی (80) کوڑے مارنے کی سزا کا اعلان بھی متعدد دفعہ کیا تو اس کے باوجود کیا بعض صحابہ کرام کی تسلی اور تشفی نہیں ہوئی تھی کہ وہ افضلیت علی کے عقیدہ پر بضدر ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ثابت ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اس سے بری ہیں کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا اعلان و بیان کرنے کے بعد بھی کسی صحابی کا افضلیت علی کے نظریہ اور عقیدہ پر برقرار رہنا تسلیم کریں چہ جائیکہ خود اس کی تبلیغ کریں۔ وللہ الحمد

ضروری تنبیہ:

اس مقام پر یہ امر بھی ملحوظ رہے: کیا تفضیلیہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ جن صحابہ کرام کے نام ذکر کر کے ان پر افضلیتِ علی کا عقیدہ تھوپ رہے ہیں واقعی طور پر وہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے افضلیت مطلقہ کے قائل تھے؟ ہرگز نہیں ثابت کر سکتے بلکہ محض دھاندلی کر رہے ہیں۔

کیا حضرت حسان بن ثابت اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے؟

گزارش یہ ہے کہ حدیث صحیح مرفوع تقریری جس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ: خیر البریۃ، اتقیٰ، اعدل بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور امت محمدیہ میں اول المومنین بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "صدق" فرما کر تصدیق فرمادی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے جس عظمت کے ثابت ہونے کی خود حضرت حسان رضی اللہ عنہ تصریح کریں اور اس کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصدیق فرما دیں پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ وہ عظمت اور فضیلت مطلقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقریری اور تصدیق شدہ ارشاد مقدس کے برعکس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہونے کا عقیدہ رکھیں؟ ملاحظہ کریں:

حضرت امام ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن بطہ حنبلی متوفی 387ھ رقمطراز ہیں:

حدثنا ابو محمد عبیداللہ بن عبدالرحمن (الی ان قال)

"عن الشعبی قال: قلت لابن عباس: من اول من اسلم؟ فقال: ابوبکر الصدیق، ثم قال اما سمعت قول حسان بن ثابت: (الی ان قال)

خیر البریة اتقاها و اعدلها — بعد النبی و اوفاها بما حملا

الثانی التالی المحمود مشهده — واول الناس منهم صدق الرسلا

فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "صدق"

(الابانة، الکتاب الرابع "جزء فی فضائل الصحابة" المجلد الثانی ص 448,449)

حدیث صحیح۔ (دوسرے باب میں ترجمہ گزر چکا ہے)

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبول اسلام میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولیت کے قائل تھے اور اسی حوالے سے ان کی دیگر صحابہ پر فضیلت کا نظریہ رکھتے تھے نہ کہ فضیلت مطلقہ کا جیسا کہ الاستیعاب سے صراحت گزر چکی ہے۔ وللہ الحمد

باقی رہا محدث عبدالرزاق کا معاملہ تو اس بارے میں درج ذیل گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

کیا محدث عبدالرزاق افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے؟

محدث عبدالرزاق کو تفضیلیہ میں شمار کرنا سراسر غلط بیانی ہے جس کا صدور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے ناممکن ہے۔

اور جس تفضیلی نے یہ جعلی فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ پر تھوپا ہے اس کا یا تو حافظہ کام نہیں کرتا یا غلط بیانی کرنے پر اتنا دلیر ہے کہ اسے اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے محدث عبدالرزاق کے تفضیلی ہونے کی تردید خود ان سے نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''کنیت او ابوبکر و نام و نسب او عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری ست بالولاء (تا) و در وے ہیچ عیب نیافتہ مگر آنکہ فی الجملہ تشیع داشت اما غالی نبود و باوصف ایں تشیع می گفت کہ جرأت بر تفضیل امیر المؤمنین علی بر امیر المؤمنین ابوبکر و عمر نمی توانم کرد و دل من بایں یاری نمی دہد زیرا کہ از امیر المؤمنین علی آن قدر متواتر شدہ کہ مرا بریں ہر دو تفضیل ندہید کہ بر حد یقین انجامیدہ و کار شیعی نیست کہ از فرمودہ امیر المؤمنین علی تجاوز کند۔ (بستان المحدثین، ص 127-126)

ترجمہ: ''محدث عبدالرزاق کی کنیت ابوبکر اور ان کا نام و نسب: عبدالرزاق بن ہمام بن نافع ہے ولاء کے اعتبار سے حمیری ہیں (تا) ان میں کوئی عیب نہیں پایا گیا مگر یہ کہ فی الجملہ تشیع کا نظریہ رکھتے تھے لیکن غالی نہ تھے اور اس تشیع کے باوجود کہتے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر امیر المؤمنین حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے کی جرأت میں نہیں کرسکتا اور میرا دل اس نظریہ کی یاری نہیں دیتا، اس لیے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قدر تواتر کے ساتھ ثابت ہے جو یقین کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ مجھے ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دو۔ اور کسی شیعی کا کام نہیں ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے فرمودہ سے تجاوز کرے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ عبارت منقولہ میں یہ حقیقت بھی بیان کردی گئی ہے کہ محدث عبدالرزاق (جو حفاظِ حدیث سے ہیں اور امام احمد اور امام یحییٰ بن معین رحمہا اللہ تعالیٰ جیسے ائمۂ اعلام کے اساتذہ سے ہیں) نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینے کی ممانعت خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جو قطعی اور یقینی ہے جس کی وجہ سے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے نظریہ اور موقف کی میں جرأت ہی نہیں کرسکتا اور نہ میرا دل اس کی یاری دیتا ہے اور مزید کہا کہ کسی شیعی کا کام نہیں ہے کہ فرمودۂ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے تجاوز کرے۔ اور یہ سب کچھ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اپنی تصنیف لطیف بستان المحدثین میں لکھا ہے۔

فقیر راقم الحروف کا جواب طلب سوال یہ ہے: کیا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ جو عظیم محدث و مفسر و فقیہ و متقی ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے ذکی اور ذہین تھے انہوں نے محدث عبدالرزاق کی تصریحات کے برعکس اپنی طرف سے ہی ان کے کھاتے میں افضلیت علی کا عقیدہ ڈال دیا اور پھر تفضیلیہ کی تقسیم کر کے انہیں تفضیلی سنی قرار دیدیا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ محدث

عبدالرزاق پر افتراء اور بہتان ہرگز نہیں باندھ سکتے تو بحمد اللہ تعالیٰ اس سے مثل آفتاب درنیم روز (دوپہر کے سورج کی طرح) واضح اور روشن ہو گیا کہ فتاویٰ عزیزی میں یہ فتویٰ جعلی ہے جو کسی تفضیلی نے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے فتاویٰ میں شامل کیا ہے چونکہ فتاویٰ عزیزی حضرت قدس سرہ کی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے وصال سے طویل زمانہ بعد آپ کی تحریرات جمع کی گئیں جیسا کہ تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے تو ہاتھ کی صفائی دکھائی گئی اور پھر اصلی اور جعلی تحریرات کا مجموعہ حضرت قدس سرہ کی طرف منسوب ہو کر منظر عام پر آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محدث عبدالرزاق کی افضلیتِ علی کے نظریہ سے براءت:

حضرت امام عبداللہ بن امام اہل سنت احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے سند صحیح کے ساتھ امام عبدالرزاق سے ان کا موقف اور نظریہ روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''حدثنا عبداللہ قثنا سلمۃ بن شبیب ابو عبدالرحمن النیسابوری قال: سمعت عبدالرزاق یقول: واللہ ما انشرح صدری قط ان افضل علیا علی ابی بکر و عمر. و رحمۃ اللہ علی ابی بکر و عمر. ورحمۃ اللہ علی عثمان رحمۃ اللہ علی علی. و من لم یحبھم فما ھو بمؤمن وان اوثق اعمالنا حبنا ایاھم اجمعین رضی اللہ عنھم اجمعین ولا جعل لاحد منھم فی اعناقنا تبعۃ و حشرنا فی زمرتھم و معھم. آمین رب العالمین۔''

(فضائل الصحابۃ 1/179) اسنادہ صحیح۔ (تھذیب التھذیب 6/280) والنظم من الاول۔

''سلمہ بن شبیب ابوعبدالرحمن نیسابوری نے فرمایا: میں نے (محدث)

عبدالرزاق سے سنا وہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم میرا سینہ (اس کے لیے) ہرگز نہیں کھلا کہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر فضیلت دوں۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اور جو شخص ان چاروں نفوس قدسیہ سے محبت نہ کرے تو وہ مؤمن نہیں ہے۔ اور ہمارے اعمال میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور محکم عمل ان تمام نفوس قدسیہ سے ہماری محبت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کے لیے ہماری گردنوں میں کوئی ایسا امر نہ بنائے جس کا انصاف طلب کیا جائے۔ اور ان کے گروہ میں اور ان کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ آمین رب العالمین''

اقول: بحمد اللہ تعالیٰ محدث عبدالرزاق کا یہ پاکیزہ کلام کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے اس میں انہوں نے حلفیہ کہا ہے کہ میں تفضیلی نہیں ہوں اور افضلیتِ علی کے نظریہ کے لیے میرا سینہ کبھی کھلا ہی نہیں یہ نظریہ میرے دل نے کبھی گوارہ ہی نہیں کیا۔ وللہ الحمد

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"و قال ابوالازھر سمعت عبدالرزاق یقول افضل الشیخین بتفضیل علی ایاھما علی نفسہ و لو لم یفضلھما ما فضلتھما کفی بی ازدراء ان احب علیا ثم اخالف قولہ۔'' (تہذیب التہذیب 280/6)

''اور ابوالازہر نے کہا میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا کہ میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس لیے افضل سمجھتا ہوں کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی ذات پر فضیلت دی ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کو اپنی ذات سے افضل قرار نہ دیتے تو میں انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ سمجھتا۔

مجھے عیب لگانے کے لیے یہی کافی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں پھر ان کے قول کی مخالفت کروں۔''

اس مقام پر شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ نے الفاظ کے معمولی تفاوت کے ساتھ فضائل الصحابۃ والا قول مذکور بھی نقل کیا ہے اور اس کے بعد مزید فرمایا:

قال ابو الازھر الخ

بحمد اللہ تعالیٰ ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا کہ محدث عبدالرزاق افضلیت علی کے قائل ہرگز نہ تھے یہ صرف تفضیلیہ کا ان پر افتراء اور بہتان ہے کہ انہیں بھی تفضیلی قرار دیدیا ہے اور پھر اسے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ پر تھوپ دیا۔ البتہ محدث عبدالرزاق کے قول میں تفضیلیہ کے لیے عظیم نصیحت ضرور ہے اگر اس پر عمل کرلیں تو انہیں اس گمراہی اور بدعت سے نجات مل سکتی ہے۔ وہ ہے ''ان المحب لمن یحب مطیع'' کا عملی مظاہرہ۔ جب ضابطہ یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا مطیع اور فرمان بردار ہوتا ہے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ بھی ہو اور ان کے ارشادات عالیہ کی مخالفت پر دلیری بھی ہو، یہ نہایت ہی قبیح عمل ہے اس لیے تفضیلیہ سے گزارش ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا موقف اور نظریہ اختیار کرنے کا اعلان کر کے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے محبین مخلصین ہونے کا عملی مظاہرہ کریں ان کی تکذیب اور جھٹلانے میں ہی عمریں برباد نہ کریں۔

معاصرین تفضیلیہ کے غلو کی مثال تو شاید قرون ماضیہ میں بھی نہ ملے کیونکہ یہ لوگ صرف افضلیتِ علی کے عقیدہ پر ہی نہیں رکے بلکہ انہوں نے بنو ہاشم قبیلہ کی باقی قبائل پر فضیلت والی احادیث و روایات کی معنوی تحریف کر کے تمام بنو ہاشم کو پوری انسانیت پر (ماسوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے) افضلیتِ مطلقہ حاصل ہونے کی تبلیغ شروع کر رکھی ہے یعنی ان کے نزدیک تا قیامت ہونے والا ہر ہاشمی شخص عنداللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور قرب و وجاہت اور روحانی مرتبہ و مقام میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلک۔

دعوتِ حق:

بفضلہٖ تعالیٰ گذشتہ تحریر سے روز روشن کیطرح واضح ہو گیا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت آیاتِ قرآنیہ و احادیث مرفوعہ متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور اس پر حضرات صحابہ کرام و بعدھم تمام اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے جن سے انحراف کی گنجائش مذہبِ اہل سنت میں ہرگز نہیں ہے اور حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت مذہب جمہور ہے۔ تفضیلیہ کو مذہبِ اہل سنت اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

باب چہارم

زبدۃ التحقیق اور شرح اسنی المطالب کا اجمالی جائزہ:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیھم و علی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللہ تعالیٰ: واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا الآیۃ و قال اللہ تعالیٰ: و ما اٰتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا ۔و قال اللہ تعالیٰ: کنتم خیر اُمۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ الآیۃ و قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان۔ (رواہ مسلم)

ان نازک ترین حالات میں اہل اسلام کی صفوں میں اتحاد و اتفاق نہایت ہی ضروری ہے اور اس کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم اور ارشاداتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اعتقاد اور ان کی پاکیزہ ہدایات پر عمل کریں۔

اسی صورت میں اللہ تعالیٰ اور حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی محبت اور اطاعت اور اسلام کی سربلندی کے لیے جذبہ ایثار و قربانی اور باہمی اخوت ومحبت و دیگر بے شمار انعامات نصیب ہوں گے۔ اور اپنے اتحاد و اتفاق کے سبب اقوام عالم

میں ایک پُروقار اور معزز قوم شمار ہوں گے اور اپنے حسن کردار کے ذریعہ دوسرے لوگوں کے اسلام کی طرف راغب ہونے کا باعث بنیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور سب سے اہم اہل سنت و جماعت کا باہمی اتحاد ہے جو اہل اسلام میں سواد اعظم ہیں۔ پھر دوسروں کے شبہات و خدشات کا ازالہ کر کے ان کے اطمینان کی سعی کی جانی چاہیے تو اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ مثبت نتائج مرتب ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ فقیر راقم الحروف کی اس تحریر کا مقصود و مدعی بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کرتا ہوں کہ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لئے مفید بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت عقائد و اعمال میں کتاب و سنت کی تعلیمات اور مقام اشتباہ میں اسلاف کرام کی تشریحات وتوضیحات سے انحراف ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ تمام مسائل کی طرح مسئلہ افضلیت میں بھی اسی ضابطہ پر عمل پیرا ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات وعترت مقدسہ اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہن وعلیہم اجمعین کی تمام عظمتوں اور شانوں کو ماننے والے ہیں۔ البتہ اس امر کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ان نفوس قدسیہ میں سے کسی کے بارے میں بھی کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف افراط وغلو ہرگز جائز نہیں بلکہ حدود شرع کی رعایت لازم اور ضروری ہے۔

عقائد واعمال میں خواہش نفس کی پیروی کرنے کی سنیت میں گنجائش ہرگز

نہیں ہے۔ بلکہ "ما انا علیہ واصحابی" کو اپنا نصب العین بنانا ضروری ہے۔ نیز جن مسائل پر اسلاف کرام کا اجماع واتفاق ہو چکا ہے ان میں کسی نئی تحقیق کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کیونکہ اہل حق کا اجماع خود ایک حجت شرعیہ ہے اور اہل سنت کے اجماعی مسائل کو غلط قرار دینا امت مسلمہ کی تضلیل وتجہیل کے مترادف ہے اور تمام اہل حق کو گمراہ اور جاہل ٹھہرانے والا خود مہتدی کیسے ہوسکتا ہے؟

اور اجماعی مسائل سے مسئلہ افضلیت مطلقہ بھی ہے۔

افضلیت بمعنی عنداللہ تعالیٰ عزت وکرامت ووجاہت اور روحانی مرتبہ ومقام اعظم ہونا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل امیر المؤمنین وامام الصدیقین سیدنا ابوبکر الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے اور آپ کے بعد امیر المؤمنین وامام المتقین واعدل الاصحاب سیدنا عمر بن الخطاب الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہے۔ البتہ ان دونوں نفوس قدسیہ کے بعد امیر المؤمنین وامام المتقین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا موقف اور نظریہ ہے جبکہ بعض امیر المؤمنین و امام المتقین اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر تقدیم وتفضیل کا نظریہ رکھتے ہیں اور بعض ان دونوں حضرات کے مابین تفضیل وتقدیم میں توقف کے قائل ہیں۔

لیکن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین سیدنا ابوبکر الصدیق الاکبر وسیدنا عمر بن الخطاب الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما سے افضل جاننے کی مذہبِ اہل

السنت والجماعت میں ہرگز گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ مدارِ افضلیت اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سراسر خلاف ہے۔ البتہ یہ مبتدعہ کا عقیدہ ضرور ہے کیونکہ ان کے ہاں مدارِ افضلیت ان کی اپنی پسند اور خواہشِ نفس ہے پھر کتاب وسنت کی بعض نصوص کا مفہوم ومعنی اپنی مرضی سے اختراع کر کے اس کو اپنی پسند اور خواہشِ نفس پر منطبق کر لیتے ہیں یا موضوع اور جعلی روایات کے ذریعے اپنی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔ یا اسلاف کرام پر افتراء اور بہتان باندھ کر انہیں افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قائل قرار دیتے ہیں اور پھر ان کو اپنا مقتدا ظاہر کرتے ہیں۔

حالانکہ جو شخص حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھتا ہے اور ان کو اپنا مقتدا مانتا ہے اور ان کی جلالت علمی کا اعتراف کرتا ہے اور اسلام میں جو اُن کی عظمت ہے اس سے آگاہ ہے اس کے لیے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا بیان جس قدر اہتمام سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے دوسرے کسی صحابی رسول نے نہیں فرمایا۔

حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا بیان آپ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے جیسا کہ علماء اعلام وائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بعض حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام آپ کے اجلہ احباب رضی اللہ عنہم سے اَسی افراد نے آپ سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما روایت کی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں عظیم اجتماعات میں مساجد

کے اندر منبر پر جلوہ افروز ہوکر مختلف مواقع میں متعدد بار افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم بیان فرمائی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ہر بار حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اسمائے مبارکہ کی تصریح کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت علی الاطلاق ہونا بیان فرمایا ہے اوراُن کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا بیان فرمایا ہے اور فضیلت میں تیسرے درجہ پر فائز ذات اقدس کا نام پاک ہر مرتبہ ذکر نہیں فرمایا بلکہ اکثر و بیشتر مبہم الفاظ ذکر فرمائے ہیں اور بعض اوقات صراحت فرمائی ہے کہ وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔جبکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اسماء مبارکہ کی تصریح بھی متواتر ہے۔

ضروری تنبیہ:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف افضلیتِ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی تصریح فرمائی ہے بلکہ افضلیت قطعی ہونے کی بھی متعدد بار تصریح فرمائی ہے بلکہ یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ ہم اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہم کے نزدیک افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔اور پھر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دینے والے کو بطور سزا مفتری کی حد یعنی اَسی کوڑے مارنے کا اعلان بھی آپ نے متعدد بار منبر پر فرمایا ہے۔یہ تمام احادیث مبارکہ مرتضویہ مع اسانید افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اہل سنت کے باب میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

عظیم المیہ:

شومیٔ قسمت سے کچھ لوگ جن کا تعارف سنی ہونے کے حوالہ سے تھا

انہوں نے مبتدعہ کے موقف اور نظریہ کی تبلیغ شروع کردی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس کا پس منظر کیا ہے۔ ہم ان کے اس نظریاتی انقلاب پر انہیں اور تو کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ انہیں عقیدۂ اہل سنت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت ضرور دیتے ہیں اور ان کے شبہات کے ازالہ کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

ان لوگوں کی مسلک حق اہل سنت و جماعت کے ساتھ دوسری زیادتی یہ ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس چیز کا اقرار اور اعتراف کرتے کہ ہمارے نظریہ میں تبدیلی آگئی ہے اور ہم عقیدۂ اہل سنت سے بیزار ہیں لہٰذا جو ہمارے پیچھے آنا چاہے آجائے، تو جسے بدعت پسند ہوتی اختیار کرلیتا۔ جبکہ انہوں نے اس کے برعکس تحقیق کے نام پر یہ کرم فرمائی کی کہ اپنی بدعت کو سنیت کا نام دیدیا، اسے مذہب حق اہل سنت و جماعت کا لباس پہنا دیا اور ظلم کی انتہاء کردی کہ دعویٰ یہ کردیا ہے کہ افضلیتِ علی دراصل عقیدہ ہی اہل سنت کا ہے یہ اُمت کا مجموعی عقیدہ ہے یعنی اس پر اجماع امت ہے اور افضلیتِ ابوبکر صدیق تو صرف بحیثیت خلیفہ راشد ہے یعنی انہوں نے خلافت کی ذمہ داریاں بڑے احسن طریقہ سے انجام دی ہیں، فتنوں کا سدِّ باب کیا، اسلامی سلطنت کو وسیع کیا، رعایا میں عدل وانصاف قائم کیا وغیرہ۔

نیز یہ بھی دعویٰ کیا کہ بحیثیت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں بھی اکابرِ اُمت سے لے کر اصاغر تک کا اختلاف ہے۔ نیز افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ راشد پہلے جمہور کا موقف ہونے کی صراحت کی پھر اس کا بھی انکار کردیا اور کہا اسے جمہور کا نظریہ قرار دینا ضعیف اور ناتواں رائے ہے بلکہ بے بنیاد، خیالی اور وہمی دعویٰ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ یعنی

عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور مرتبہ ومقام میں ساری امت میں سے فائق ہونا، عقیدۂ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے تحقیق کے نام پر ایک کتاب بنام زبدۃ التحقیق لکھی ہے۔ جبکہ اس میں تضادات وتناقضات کے علاوہ علمی خیانتوں، دھاندلی ودھوکا دہی اور اکابر اہل سنت پر افتراء اور بہتان کا ارتکاب بھی بڑی فراخ دلی سے کیا گیا ہے۔ حتی کہ اپنا موقف اور نظریہ بیان کرنے میں بھی سراسر دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔

لیکن فقیر راقم الحروف کا مقصود چونکہ صاحبِ زبدہ اور اہل سنت کی خیر خواہی ہے اس لئے زبدہ کی حقیقی صورتحال کا اجمالی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہے تا کہ صاحبِ زبدہ اس کو ملاحظہ کر کے شاید غور وفکر کی زحمت اٹھالیں کہ مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور مجھے عقیدۂ اہل سنت کی طرف واپس آجانا چاہیے۔ اور اہل سنت بھی اس تحقیق کی حقیقت سے آگاہ ہو کر اس فریب میں واقع ہونے سے بچ سکیں۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

صاحب زبدہ کی کرم فرمائی کا اجمالی بیان

تمام صحابہ کرام وکثیر تابعین عظام وائمہ اربعہ و جملہ عباسیہ، فاطمیہ، ہاشمیہ بلکہ ہر خدا پرست اور حق شناس سنی کو انعام دیا ہے کہ یہ تمام افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے حتی کہ جن اکابر اہل سنت کی اس پر تصریحات ہیں کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے ان پر بھی افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اگر کسی نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے قطعی ہونے میں توقف کیا ہے تو اس کے کھاتے میں نفس افضلیت میں توقف کا نظریہ ڈال دیا۔ بلکہ بعض اکابر نے افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قطعی ہونے کی تصریح کی ہے اس کے باوجود اُن کی عبارت میں خیانت کر کے ان پر توقف کا نظریہ تھوپ دیا ہے۔

اور بعض اکابر نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ اہل سنت ہونے کی متعدد تصریحات کی ہیں لیکن صاحب زبدہ نے کہہ دیا ہے کہ انہوں نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجماعی مسئلہ ہونے کی تردید کی ہے اور حوالہ بھی اسی کتاب کا دیدیا جس میں تصریحات مذکورہ موجود ہیں۔ بعض اکابر نے ایک نظریہ کے بارے میں صراحتاً لکھا کہ یہ فلاں معتزلی کا نظریہ ہے تو عبارت میں خیانت کر کے معتزلی اور مبتدع کا نام حذف کر کے اسے اہل سنت و جماعت کا نظریہ قرار دیدیا۔ بعض اکابر نے مسئلہ افضلیت کے بارے میں مختلف اسلامی فرقوں کے نظریات بیان کئے ہیں تو ان کے بارے میں لکھ دیا کہ یہ تمام نظریات اہل سنت کے ہیں اور یہ غلط بیانی متعدد بار کی ہے۔

حتیٰ کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہونے کے انکار سے بھی ان کی قلبی تسکین نہیں ہوئی تو خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہونے کا بھی انکار کر دیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تھوپ دیا کہ انہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا۔

اور جو افضلیت اہل سنت اور مبتدعہ میں موضوع بحث اور محل نزاع ہے، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہرگز تسلیم نہیں کی بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے تسلیم کی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صرف خلافت کے اعتبار سے افضلیت مانی ہے جو محل نزاع ہی نہیں ہے اور پھر اسے بھی اہل سنت میں اختلافی امر قرار دیا ہے۔

اور افضلیت مطلقہ کے بارے میں اپنا اصل نظریہ یہ لکھا ہے:

کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا تا آخر۔

(زبدہ، ص 304)

جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین بمعہ عشرہ مبشرہ، حاضرین بدر، حاضرین احد اہل بیعت رضوان، الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام اُمتی ہیں اور صرف اہل بیت ہی اہل بیت ہیں اور اہل بیت جملہ اقسام اُمت سے افضل ہیں۔(زبدہ، ص 301)

آل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیقی طور یہ اشخاص ہیں علی اور فاطمہ اور اُن کی اولاد اور جو قیامت تک ان دونوں سے پیدا ہوگی۔(زبدہ، ص 289)

یعنی جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی بھی تا قیامت پیدا ہونے والے کسی ہاشمی کا ہم پلہ (رتبہ میں برابر) بھی نہیں ہوسکتا پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے

تا قیامت پیدا ہونے والی اولاد کا مرتبہ دوسرے بنی ہاشم سے بھی اعلیٰ ہے یعنی وہ جملہ صحابہ کرام سے افضل لوگوں سے بھی افضل ہیں۔ جبکہ یہ نظریہ قطعیاتِ اسلام اور اجماع اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسلام میں اس کی ہرگز گنجائش نہیں۔

مسئلۂ افضلیت مطلقہ کے بارے میں صاحبِ زبدہ کا اصل عقیدہ

اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ جو افضلیت اہل سنت اور مبتدعہ کے مابین محل نزاع اور موضوع بحث ہے اس کے بارے میں صاحب زبدہ نے صرف بحیثیت ناقل اپنا تعارف نہیں کرایا بلکہ بحیثیت محقق کرایا ہے اور اپنی کتاب کا نام:

''زبدۃ التحقیق: مسئلہ افضلیت کا تحقیقی جائزہ،، رکھا ہے۔

انہوں نے اپنی کتاب میں'' مسئلہ افضلیت میں اختلافی مذاہب'' کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس میں وہ صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ بحیثیت محقق اقوال و مذاہب کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے کسی کو ضعیف یا بے بنیاد اور نا قابل اعتبار اور کسی کو قوی اور صحیح کہا ہے۔ حتی کہ اپنے بارے میں حد سے زیادہ خوش فہمی اور عقل کل ہونے کے زعم کی وجہ سے تحقیق کی دھند میں اسلاف کرام اور ائمہ اعلام کی تجہیل اور انہیں نشانۂ تضحیک بنانے کی پرواہ بھی نہیں کی اور اختلافی مذاہب میں محاکمہ کیا ہے۔ صرفِ نظر اس سے کہ اس تحقیق کا نفس الامری معیار کیا ہے؟ اور ان کے پیش کردہ اختلافی مذاہب کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس مذہب کو انہوں نے قرآن وحدیث کے دلائل سے مبرہن قرار دیا ہے اور جملہ بنی ہاشم، عباسیہ، علویہ، فاطمیہ، اور صحابہ کرام وتابعین عظام کا عقیدہ ہونے کی تصریحات کی ہیں بلکہ

تمام صحابہ کرام اور امت کا مجموعی عقیدہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے بلاشبہ وہی ان کا مذہب ہے۔ کیونکہ کوئی صاحب عقل وخرد بقائمی ہوش حواس کسی مذہب کے بارے میں ایسے تاثرات اور بیانات کے اظہار کے بعد اس مذہب کے خلاف موقف اور نظریہ اختیار نہیں کرسکتا۔

لہٰذا صاحب زبدہ نے اپنا موقف اور نظریہ واضح کر دیا ہے۔ اس لیے کہ جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دلائل کی تردید کر کے اُن کو اثبات مدعیٰ کے لیے غیر مفید اور ناقابل اعتبار قرار دیا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دلائل کا لاجواب ہونا بیان کیا ہے تو اس کے بعد کسی صاحبِ فہم سلیم کے لیے صاحب زبدہ کے نظریہ اور عقیدہ میں کوئی شک نہیں رہا۔ نیز انہوں نے اپنی ذاتی رائے واضح طور پر لکھی ہے۔

ان حقائق کے باوجود کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ صاحب زبدہ، مذہب اہل سنت کے مطابق افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں بس انہوں نے تو اختلافی مذاہب بیان کئے ہیں، سراسر دھاندلی ہے یا پھر مجرمانہ غفلت اور انتہائی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہے۔

زبدہ کی تصریحات کی روشنی میں صاحب زبدہ کے عقیدہ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ صاحب زبدہ کا یہ بحث چھیڑنا کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سراسر دھوکا دہی ہے اصل معاملہ تو کچھ اور ہی ہے جس کی تبلیغ مطلوب ہے۔ اس لیے کہ صاحب زبدہ کا اصل عقیدہ یہ ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے اعلیٰ

ہے اور آپ سب سے افضل ہیں پھر آپ کے بعد فضیلت میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا مرتبہ اور مقام ہے اور پھر ان کے بعد حضرت فاطمہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے تا قیامت پیدا ہونے والی ان کی باقی اولاد کا مرتبہ اور مقام ہے اور پھر ان کے بعد تا قیامت ہونے والے دوسرے بنی ہاشم کی فضیلت اور مرتبہ و مقام ہے جو باقی تمام اقسام اُمت تمام صحابہ کرام حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے بھی ارفع و اعلیٰ ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سمیت غیر ہاشمی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کوئی بھی قیامت تک ہونے والے کسی ہاشمی کے برابر بھی فضیلت میں نہیں ہو سکتا۔ پھر قیامت تک ہونے والی اولاد فاطمہ زہراء و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا درجۂ فضیلت باقی ہاشمی حضرات سے بھی اعلیٰ ہے پھر ان کے اوپر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما و حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا درجۂ فضیلت ہے پھر سب سے اعلیٰ درجۂ فضیلت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

صاحبِ زبدہ، حضرت ابوبکر صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو فضیلت میں اپنی اولاد کے برابر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ وہ فاطمی ہیں بلکہ قیامت تک کے کسی ہاشمی غیر فاطمی کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ انہوں نے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صرف خلافت کے اعتبار سے یعنی خلافت کی ذمہ داریاں بہت اچھے طریقہ سے انجام دینے کے اعتبار سے افضل کہا ہے ورنہ اس حیثیت کے علاوہ تو انہیں فضیلت میں کسی ہاشمی کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صاحبِ زبدہ کی اپنے عقیدہ کے بارے میں تصریحات:

(الف) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

معلوم ہوا کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اہل بیت کو کل امت سے افضل سمجھ کر۔ اور پورے یقین سے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص سے دعا کرواؤں گا جس کی وجہ سے بالیقین بارش ہوگی۔ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کی تردید نہیں فرمائی اور دعا میں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو سب سے آگے رکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ بعد از انبیاء سب سے افضل تھے جیسا کہ ''تاریخ بغداد'' کے حوالے سے یہ واضح کیا گیا جناب عباس رضی اللہ عنہ کا وصال 32ھ میں ہوا اور تادم واپسیں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔

جناب عباس رضی اللہ عنہ نے، حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دائیں اور بائیں رکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ سادات اہل بیت ہیں۔ اہل بیت ہوکر کے بھی کوئی ان کا شریک مرتبہ نہیں اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو ملانے کی اجازت نہیں دی جس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا۔ اور بنی ہاشم کتنے بھی بڑے بزرگ ہوں گے مگر اہل بیت کے ہم پلہ نہیں ہوں گے اور اہل بیت کتنے بھی بزرگ ہوں گے مگر ان چار ہستیوں کے ہم پلہ نہیں ہوں گے جنہیں چادرِ تطہیر میں بھی لیا گیا اور بوقت مباہلہ انہیں خصوصیت سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی معیت کا شرف بخشا۔ (زبدۃ التحقیق، ص 304-303)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کر لیں۔ معلوم ہوا، تا آخر، یہ صاحبِ زبدہ نے اپنی تحقیق کے جواہر اور علمی نکات بیان کئے ہیں کسی دوسرے کے کلام کو نقل نہیں کیا بلکہ فاخرانہ انداز میں خود گوہر افشانی فرمائی ہے۔

گزارش یہ ہے کہ جہاں تک اہل بیت کے شرفِ نسب کا تعلق ہے اور بنو ہاشم کو بحیثیت قبیلہ دوسرے قبائل پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا کوئی بھی سنی منکر نہیں ہے لیکن جو افضلیت محل نزاع اور متنازعہ ہے اس میں اس شرف کا اعتبار نہیں ہے۔ اس پر علماء اعلام کی تصریحات موجود ہیں۔ اور صاحب زبدہ کی صاف گوئی پر بھی قربان جائیں کہ اہل بیت کو کل اُمت سے افضل سمجھنے کا نظریہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں بھی ڈال دیا حالانکہ آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اور جو شخص اُمت کے کسی بھی دوسرے شخص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دے اس کے لیے مفتری والی حد کا بطور سزا اعلان فرمایا ہے جیسا کہ اجماع کے باب میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

یہ تو ایک ضمنی بات تھی، اب صاحب زبدہ کا عقیدہ ملاحظہ کریں:

(اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو ملانے کی اجازت نہیں دی جس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا۔) تا آخر (زبدہ) یہ عبارت بیانِ موقف میں کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔

(ب) صاحب زبدہ نے اول من اشفع لہ یوم القیامۃ من امتی اھل بیتی الحدیث، پر تبصرہ لکھا ہے:

تبصرہ:

''میں پوری امت میں سب سے پہلے، اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا،
یہ صغریٰ ہوا۔ اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہے،،
یہ کبریٰ ہوا۔ میری اہل بیت پوری امت سے افضل ہے۔ (یہ نتیجہ منطقیہ ہے)۔ اب
جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین بمعہ عشرہ مبشرہ ''حاضرین بدر'' حاضرین اُحد،
اہل بیعت رضوان، الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام اُمتی ہیں اور صرف اہل بیت ہی اہل
بیت ہیں، اور اہل بیت جملہ اقسام اُمت سے افضل ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اور ایک معنی میں جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں افضلیت حاصل ہے۔
کیونکہ جملہ ہاشمی مع اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے
تھے جیسا کہ گزشتہ صفحات پر لکھا جا چکا ہے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 301)

عبارت منقولہ میں بھی صاحب زبدہ نے اپنا عقیدہ بیان کیا ہے۔ اس
عبارت میں صاحب زبدہ نے بزعم خود تمام اہل بیت کا جملہ اقسام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
افضل ہونا حدیث سے ثابت کر دیا ہے۔

اور اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا تمام بنی ہاشم
مع اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ بتایا ہے۔ جبکہ یہ امر روز روشن کی طرح واضح
ہے کہ صاحبِ زبدہ جملہ بنی ہاشم مع اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقیدہ کے خلاف
کوئی عقیدہ قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے۔

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

اٰل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھم علی وجہ التحقیق علی و فاطمۃ و اولادھما و من تناسل منھما حتی تقوم الساعۃ۔

(مقدمۃ التحقیق حقوق اھل البیت، صفحہ 5 لابن تیمیۃ)

ترجمہ: (آل بیت نبی ﷺ تحقیقی طور (یہ اشخاص ہیں) علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد اور جو قیامت تک ان دونوں سے پیدا ہوگی)

و آل بیت النبی مفروض علی المسلمین حبھما و مودتھما بامر اللہ فی کتابہ العزیز: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط۔

(شوریٰ آیت 23)

ترجمہ: (آل بیت النبی کی محبت ومودت مسلمانوں پر فرض ہے قرآن میں ہے۔ "فرمایئے (یارسول اللہ) میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا مگر میرے اقرباء کی محبت)

(زبدۃ التحقیق، ص 289، 290)

نوٹ: زبدہ میں عبارت منقولہ اسی طرح ہی لکھی ہوئی ہے اور فقیر نے بلفظہ نقل کر دی ہے نیز اہلِ بیت اور آل نبی ﷺ کو صرف مذکورہ افراد میں محصور اور محدود قرار دینا مذہبِ اہل سنت ہرگز نہیں ہے۔ ازالۂ شبہات میں مذہبِ اہل سنت کی وضاحت کر دی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب حضرت علی مرتضیٰ و حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور جو قیامت تک ان دونوں سے اولاد پیدا ہوگی یہ تمام آل بیت النبی ﷺ ہیں اور اہل بیت جملہ اقسام امت سے افضل ہیں تو لامحالہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہر فاطمی اگرچہ وہ علم وعمل کے میدان میں صفر ہی کیوں نہ ہو جملہ اقسام امت حتی کہ جملہ صحابہ کرام بشمول شیخین

کریمین حضرات ابو بکر صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہم سے افضل ہے۔

جبکہ پہلی عبارت میں صراحت کی ہے کہ کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا اور بنی ہاشم کتنے بھی بڑے بزرگ ہوں گے مگر وہ اہل بیت کے ہم پلہ نہیں ہوں گے۔ (زبدہ، ص 304)

اس سے واضح ہے کہ جو ہاشمی نہیں ہے اگر چہ وہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہی کیوں نہ ہوں وہ قیامت تک ہونے والے کسی ہاشمی مسلمان کے برابر نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ ان سے افضل ہو سکیں۔ یہ ہے صاحب زبدہ کا عقیدہ و نظریہ۔

(ج) اور بنی ہاشم کا عقیدہ یہ تھا کہ جناب مولا مرتضی رضی اللہ عنہ بعد از انبیاء ساری امت سے افضل ہیں اور کوئی غیر علی، علی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں۔ (زبدہ، ص 307)

(د) اُس دور میں جو تحریک حسینی چل رہی تھی اور جس کے پہلے علمبردار خود امام حسین رضی اللہ عنہ تھے بعد میں زید بن علی، سید نفس زکیہ، سید ابراہیم اور یحییٰ بن زید وغیرہم رضی اللہ عنہم قائد اور رہنما ہوئے اُن کا موضوع دعوت یہی تھا کہ ہم لوگ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارا جد اعلیٰ مولا مرتضیٰ افضل الامت ہے۔

لہٰذا ہماری موجودگی میں بلا عذر شرعی کوئی دوسرا سربراہ مملکت نہیں ہونا چاہیے ورنہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اولاد کے افراد اپنی طرف دعوت دے سکتے تھے۔ یہ نعرہ خواہ دورِ حاضر کے دانشور کو اچھا لگے یا برا مگر یہ نعرہ صدر اول اور قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر میں اتنا عام تھا کہ اس کو آپ صبح کا سویرا کہہ لیں یا نوشتۂ دیوار، مگر اس پر پردہ نہیں ڈال سکتے کیونکہ یہ نعرہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو

غیر ہاشمی تھے، عام تھا۔(زبدۃ التحقیق، ص 309)

یہ دونوں عبارات بھی آپ ملاحظہ کر چکے۔ قطع نظر اس سے کہ واقع میں ایسا تھا یا نہیں تھا لیکن صاحب زبدہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت میں کتنی کوشش کر رہے ہیں اور اس عقیدہ کے لئے عوام الناس کی ذہن سازی کے لئے کیسی شاعری اور لسانی میں پڑے ہوئے ہیں اس کا بخوبی اندازہ ان عبارات سے ہو رہا ہے تو کیا اس کے بعد بھی ان کا اپنا عقیدہ یہی ہونے میں کسی عقل مند انسان کو شبہ ہونا چاہیے؟ جبکہ یہ عبارات بھی صاحبِ زبدہ کی اپنی اختراع اور تحقیق ہے کسی دوسرے کا کلام نقل نہیں کیا۔

(ہ) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

جملہ عباسیہ، علویہ، فاطمیہ، ہاشمیہ اور بیسیوں فقہاء و مجتہدین وافاضل صحابہ رضی اللہ عنہم کا افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ مسئلہ افضلیت اختیاری تھا۔(زبدہ، ص 254)

اور یہ بات خوب واضح ہے کہ صاحبِ زبدہ کے نزدیک جب مسئلہ افضلیت اختیاری ہے اور افضلیتِ علی، جملہ عباسیہ، علویہ، فاطمیہ، ہاشمیہ وغیر ہم کا عقیدہ بھی ہے تو صاحبِ زبدہ عقیدہ میں ان تمام کی مخالفت کیونکر کر سکتے ہیں؟

(و) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی رضی اللہ عنہ امام المتقین:

امام حافظ ابی القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبداللہ شافعی المعروف ابن

عساکرمتوفی 571ھ اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق ج 42ص 370 پر تحریر فرماتے ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبًا بسید المسلمین و امام المتقین"، (تمہارا آنا مبارک! اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے متقیوں کے امام)

یہ حدیث مرفوع ہے سرکار دوعالم ﷺ کا جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ اُمت محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟ سب اتقیاء کا سردار فرمانا، سب سے اکرم ہونے کی دلیل نہیں ہے کیا؟

یہاں سب اتقیاء سے اتقی ہونا کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکار دوعالم ﷺ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب اتقیاء کا سردار ہو کر اکرم الامت ہیں۔

ابن عساکر شافعی اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں ج 42ص 371 رقم فرماتے ہیں کہ سورہ بینہ کی آیت نمبر 6 دربارۂ افضلیت جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نازل ہوئی تھی اس لئے جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو صحابہ کرام کہتے:

جاء خیر البریۃ۔

(سب مخلوق میں سے افضل آگیا ہے)

اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہت عقلیہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عادی نعرہ تھا تو یہ کس طرح باور کیا جائے گا کہ وہی صحابہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجماع میں شریک بھی ہوئے یا افضلیت پر اجماع ہونے پر وہ خاموش رہے تھے؟

علی خیر البریۃ:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال علی خیر البریۃ۔ (در منثور)

ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ (جو افاضل صحابہ میں سے ہیں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ ''علی سب مخلوق سے (باستثنائے انبیاء) افضل ہیں۔

یہ حدیث مرفوع ہے، یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی سوچ یا ذاتی رائے نہیں اور اسی روایت کو ابن عدی نے اپنی کامل ج1 ص 170 میں بھی روایت کیا ہے۔

(زبدۃ التحقیق، ص263,264)

صرفِ نظر اس سے کہ روایات مذکورہ کی فنی حیثیت کیا ہے اس کا بیان توان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات میں آئے گا۔ یہ حقیقت تو واضح ہے کہ عبارت منقولہ میں بھی صاحبِ زبدہ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے اور اپنا موقف اور نظریہ واضح کیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا۔ جب انہوں نے افضلیت علی رضی اللہ عنہ بڑے اہتمام سے بزعم خود قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ سے ثابت کی ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف اپنائیں۔

(ز) صاحبِ زبدہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دلائل کی تردید کی ہے اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے دلائل کو لاجواب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول یا حدیث تقریری ملتی ہے اور چند دوسری احادیث ملتی ہیں جو اخبار واحدہ

ہیں یا ظنی الدلالت یا متعارض ہیں اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر 20 حوالہ جات از قسم احادیث مرفوعہ واقوال صحابہ گزشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے ہیں اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کے منعقد ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعویدار تھوڑے ہیں اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعویدار بھی زیادہ ہیں اور دلائل بھی کثیر از قسم احادیث مرفوعہ ہیں۔ عنقریب جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مرویہ از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور آیت سیجنبھا الاتقی پر گفتگو ہونے والی ہے۔

(زبدۃ التحقیق، ص 267,268)

صاحبِ زبدہ نے مسئلہ افضلیت کے دلائل کا یہ تجزیہ پیش کیا ہے اور دوسرے مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قول شاذ نا قابل استدلال قرار دیا ہے اور ''وسیجنبھا الاتقی،، کے بارے میں بھی کہا ہے یہ افضلیت کی دلیل نہیں بنتی۔ جبکہ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دلائل اور قائلین کے بارے میں صاحب زبدہ کے تاثرات بھی عبارت منقولہ میں موجود ہیں تو ان حقائق کی موجودگی میں کیا اس بات کا کوئی جواز ہے کہ صاحب زبدہ مذہب اہل سنت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ صاحبِ زبدہ کا یہ تجزیہ اگرچہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے جس کی حقیقت فقیر کی اس کتاب میں مذکورہ دلائل سے واضح ہو چکی ہے اور ازالۂ شبہات کے باب میں مزید واضح ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن صاحبِ زبدہ کے موقف اور نظریہ کو تو واضح کر رہا ہے۔

(ح) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔(زبدہ، ص 190)

صاحب زبدہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معارضہ کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے جس کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر اندلسی قدس سرہ العزیز نے تصحیف شدہ ہونے کی تصریح کی ہے اور پھر صاحب زبدہ نے اس کا مفہوم ومعنی اپنی من مانی اور سینہ زوری سے جو بیان کیا ہے وہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جس میں افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر اجماعِ صحابہ کرام کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننا اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اجماعِ صحابہ کرام ہونا، دونوں میں صرف عنوان اور تعبیر کا فرق ہے۔

اس سے صاحب زبدہ کا عقیدہ روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ کوئی صاحب عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس، اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف عقیدہ اختیار نہیں کرسکتا۔

(ط) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

اخرج ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ (تا) توصحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آجاتے تو وہ کہتے۔ ''سب مخلوق میں سے اچھا شخص آگیا،،

جاء خیر البریۃ۔ اخرج ابن عدی وابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا:

علی خیر البریۃ۔(در منثور ،ج 6ص 589) ترجمہ:ابن عدی وابن عساکر نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے: علی رضی اللہ عنہ بہترین مخلوق ہے۔

اس جگہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری امت ،سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہت عقلی سے مستثنیٰ ہیں) یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اُمت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔(زبدۃ التحقیق ،ص 257-256)

عبارت منقولہ میں بھی صاحب زبدہ نے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حجت شرعیہ قویہ حدیث مرفوع سے ثابت ہونے اور امت کا مجموعی عقیدہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے یعنی افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر اجماع امت ہے یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہے کیونکہ امت کا مجموعی عقیدہ اور اجماع امت کے درمیان صرف عنوان اور تعبیر کا فرق ہے مطلب ایک ہی ہے۔

اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ بزعم صاحب زبدہ، افضلیت علی رضی اللہ عنہ جب اُمت کا مجموعی عقیدہ ہے جہاں تاویل کی گنجائش بھی نہیں ہے تو اجماع امت کے خلاف افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ وہ کیونکر اپنا سکتے ہیں۔

صرفِ نظر اس سے کہ ان روایات کی فنی حیثیت کیا ہے اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُمت کا مجموعی عقیدہ قرار دینے کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں آئے گا جس سے خوب واضح ہوجائے گا کہ صاحب

زبدہ کی یہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔

(ی) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

"مروج الذہب" کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا عقیدہ مرتے دم تک یہی تھا کہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے ہرگز رے ہوئے مسلمان اور ہر آنے والے مسلمان سے بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل واکرم ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں منبر پر بیٹھ کر یہ خطبہ پڑھا تو سامعین یا صحابہ تھے یا تابعین، ان میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا کہ یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

(زبدہ التحقیق، ص311-310)

قطع نظر اس سے کہ روایت مذکورہ کی فنی حیثیت کیا ہے اور اس کو نقل کرنے والا سنی ہے یا بدعتی، صاحبِ زبدہ کو اس سے جو پتہ چلا ہے وہ فقیر نے ان کے الفاظ میں پیش کر دیا ہے جس سے ان کا عقیدہ واضح ہے۔ روایت کی حقیقی صورتِ حال ازالۂ شبہات کے باب میں واضح کردی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

ہاشمیوں کی قیادت اہل بیت تھے جو دین میں اپنے آپ کو اصل بھی سمجھتے اور افضل بھی سمجھتے تھے حدیث ثقلین اس کی واضح شہادت بھی تھی۔ (زبدہ، ص299)

معلوم ہوا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر سمجھا جاتا تھا ورنہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی جملہ اولاد اور جملہ علوی، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل کیسے سمجھ سکتے۔ (زبدۃ التحقیق، ص252)

قطع نظر اس سے کہ صاحبِ زبدہ کو جو یہاں معلوم ہوا ہے وہ ان کے پہلے بیان کے متضاد ہے کہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا اور قطع نظر اس سے جو یہاں معلوم ہوا ہے اس کی کوئی حقیقت بھی ہے یا محض دھاندلی ہے۔ تاہم اس عبارت سے بھی ان کا عقیدہ واضح ہے کیونکہ وہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور جملہ علوی حضرات وغیرہ کے عقیدہ کے خلاف موقف ہرگز نہیں رکھ سکتے

(ک) صاحبِ زبدہ نے ایک سرخی قائم کی ہے:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مقام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

اس کے تحت دو روایتیں لکھی ہیں جن کی حقیقی صورتحال کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

صاحب زبدہ نے ان کے تحت جو نتیجہ بیان کیا ہے وہ ملاحظہ کریں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار فرما کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا یہ عقیدۂ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

(زبدۃ التحقیق، ص 259)

اس عبارت میں بھی صاحبِ زبدہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا ہے کیونکہ بقول ان کے جب خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنا عقیدہ افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ صاحبِ زبدہ افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھیں۔

ضروری تنبیہ:

صاحب زبدہ نے اپنی ان تصریحات میں افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

کسی حیثیت یا قید کا اضافہ ہرگز نہیں کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو خلافت کی حیثیت کے ساتھ خاص کیا ہے اور کہا ہے کہ میں انہیں بحیثیت خلیفہ راشد افضل مانتا ہوں ۔اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحبِ زبدہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھتے ہیں ورنہ کسی حیثیت کا ضرور ذکر کرتے ۔ البتہ افضلیت کے ساتھ مطلقہ کی صفت ذکر کرنے سے حتی الامکان گریز کیا ہے اور اس کی جگہ کچھ دوسری تعبیرات اختراع کرلی ہیں مثلاً جناب زید بن علی کا نظریہ لکھنے کے بعد یہ گوہر افشانی فرمائی ہے:

خلاصہ یہ کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مکمل افضلیت کے مدعی تھے اس کے باوجود وہ سنی تھے ۔ (زبدہ، ص 216)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا:

اس طرح حضرت حذیفہ بن الیمان صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے 40 روز قبل کوفہ کے منبر پر خطبہ دیا جس میں انہوں نے جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ اور آئندہ امت پر، پوری افضلیت اظہر من الشمس کر کے چھوڑی ۔

(زبدہ، ص 337-336)

تو اِن عبارات میں جو مکمل افضلیت اور پوری افضلیت کے الفاظ لکھے ہیں ان کی صاحب زبدہ وضاحت کریں تا کہ افضلیت کے ساتھ مطلقہ کی قید بڑھانے پر ان کے طعن کی حقیقت واضح ہو جائے ۔

نیز حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بیان میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے بارے میں صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ دربارۂ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے۔(زبدہ، ص 260)

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ افضلیت مطلقہ کا جو معنی و مفہوم صاحب زبدہ نے لکھا ہے اور اس پر طعن کیا ہے بلکہ اس کا مذاق اڑایا ہے عبارت منقولہ میں عملاً تسلیم کر لیا ہے کہ وہ محض دھاندلی اور دھوکا دہی ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک افضلیت مطلقہ کا معنی و مفہوم ایسا ہے جس پر شرعی طور پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ورنہ صاحب زبدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے حق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھنے کا قول نہ کرتے۔

نیز صاحب زبدہ نے عبارت منقولہ میں عملاً اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ جو زبدہ میں لکھا ہے کہ:

افضلیت کے ساتھ مطلقہ کی قید ہمارے اسلاف کے ریکارڈ میں نہیں ملتی۔

(زبدہ، ص 232 حذف یسیر کے ساتھ)

وہ بھی سراسر دھاندلی اور فریب ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ صاحبِ زبدہ کا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھاتے میں ڈالنا کہ وہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھتی تھیں، سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

نتیجۂ کلام:

مذکورہ حقائق و تصریحات سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ صاحبِ زبدہ عقیدۂ اہل سنت کے مطابق افضلیتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان

کا اصل عقیدہ وہی ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نیز صاحبِ زبدہ کے اصل عقیدہ کی مزید ایک تصریح ملاحظہ کریں،

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بارگاہ خداوندی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُمت محمدیہ میں سب سے زیادہ پیارا ہونا ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار کرنا کسی بھی خدا پرست اور حق شناس سنی کے لئے ممکن نہیں۔(زبدۃ التحقیق، ص112)

یعنی صاحب زبدہ کے نزدیک خدا پرست اور حق شناس سنی صرف تفضیلیہ ہی ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر پر صرف ایک بار ہی نہیں بلکہ متعدد بار افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان فرمائی ہے جو آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے جبکہ صاحبِ زبدہ کے عقیدہ کے مطابق العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی خدا پرست اور حق شناس سنی ہونا مشکوک ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحبِ زبدہ کی اس تصریح سے ان کا نظریہ خوب واضح ہوگیا ہے کہ ان کے نزدیک خدا پرست اور حق شناس سنی صرف وہی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ خداوندی میں امت محمدیہ میں سے سب سے پیارا سمجھے یعنی ان کے افضل الامت ہونے کا عقیدہ رکھے۔ تو اب صاحبِ زبدہ کیونکر پسند کریں گے کہ وہ خود خدا پرست اور حق شناس سنی نہ بنیں اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انکار کردیں، یہ ممکن ہی نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے خود صراحت کی ہے کہ اس کا انکار کرنا کسی بھی خدا پرست اور حق شناس سنی کے لیے ممکن نہیں۔

اور صاحبِ زبدہ مراتب افضلیت کی اس ترتیب سے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں جو گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ نظریہ اور عقیدہ قطعیاتِ اسلام اور اجماعِ امت کے خلاف ہے اور اسے سنیت قرار دینا دوسرا ظلم ہے۔

افضلیتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں صاحبِ زبدہ کے عقیدہ کا اجمالی بیان

صاحب زبدہ نے پہلے تو یہ تاثر دیا ہے کہ وہ مذہب اہل سنت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھتے ہیں البتہ اہل سنت میں اس عقیدہ کا اجماعی اور اتفاقی ہونا تسلیم نہیں کرتے صرف مذہب جمہور قرار دیتے ہیں اور نہ ہی افضلیت قطعی تسلیم کرتے ہیں بلکہ ظنی مانتے ہیں چنانچہ زبدہ کے ابتدائی صفحات میں لکھا:

کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل کر کے آپ کی افضلیت کو حتمی اور قطعی شکل دینے کی کوشش کی ہے جس جس نے نیک نیتی سے یہ کوشش کی ہے خدائے کریم اس کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ چونکہ ہم لوگ بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا چشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر کسی بھی مفروضے کی حمایت کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذہب جمہور ہے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 22)

عبارت منقولہ میں کسی خاص حیثیت سے افضلیت کا عقیدہ رکھنے کی طرف

اشارہ بھی نہیں کیا، تا کہ اہل سنت ایک حد تک مطمئن ہو جائیں اور انہیں آسانی سے دھوکا دیا جا سکے۔ پھر اس کے بعد خلافت کے اعتبار سے افضل کہا اور اسے جمہور اہل سنت کا مذہب قرار دیا۔ ملاحظہ کریں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص ہیں جن کو حضرت نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا خلیفہ برحق بننے کا شرف حاصل ہوا اور خلافت کے اعتبار سے اس عظمت کا انسان نہ ہی پہلی امتوں میں کوئی گزرا ہے اور نہ ہی اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں کوئی ہے۔ یہ مذہب جمہور اہل سنت کا ہے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 40)

قطع نظر اس سے کہ خلافت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو اختلافی مسئلہ قرار دینا اور اسے صرف جمہور اہل سنت کا موقف بتانا اس کا حقیقت وواقعیت سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ عبارت منقولہ سے یہ امر واضح طور پر سمجھا جا رہا ہے کہ خلافت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا اختلافی مسئلہ ہے البتہ جمہور اہل سنت انہیں افضل ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ جمہور صرف خلافت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے ہیں اور افضلیت مطلقہ ان کے لیے تسلیم نہیں کرتے۔ اور نہ ہی یہ واضح ہوتا ہے کہ صاحب زبدہ صرف خلافت کے اعتبار سے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

لہٰذا اس عبارت سے بھی دھوکا ہی دیا ہے کیونکہ اپنا نظریہ صاف الفاظ میں بیان کرنے کی بجائے ایسی عبارت انتخاب کی جس سے اہل سنت کا اعتماد ایک حد تک بحال ہی رہے اور وہ یہی سمجھیں کہ صاحب زبدہ پہلی عبارت کی رو سے افضلیت مطلقہ ہی کا عقیدہ رکھتے ہیں البتہ مطلقہ کی صفت کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ بزعم ان کے

یہ اصطلاحات بعض متاخرین ہند کی اختراعات (گھڑی ہوئیں) ہیں۔

جبکہ تیسرے مقام پر اپنا عقیدہ ایسے الفاظ کے ساتھ لکھا جو خدامِ دین متین کے لئے تو خوب واضح ہے لیکن عوام کے لئے پُرفریب، اس لئے عوام الناس ان کا فریب سمجھنے میں ناکام رہے ہیں اور پھر اسے جمہور اہل سنت پر بھی تھوپا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے اور غیر جمہور کو اس کا بھی منکر قرار دیدیا۔ ملاحظہ کریں:

فقیر کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے برحق ہے اور اس حیثیت سے آپ افضل الامت ہیں۔ اگرچہ امت کے اکابر سے لیکر اصاغر تک کا اس میں اختلاف ہے مگر فقیر کا مذہب وہی ہے جو عرض کردیا ہے۔

(زبدۃ التحقیق، ص199)

عبارت منقولہ میں اپنا عقیدہ واضح کیا ہے کہ ''میرے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے برحق ہے،، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ ''اگرچہ امت کے اکابر سے لے کر اصاغر تک کا اس میں اختلاف ہے،،۔ (زبدۃ)

یعنی وہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ راشد بھی افضل الامت تسلیم نہیں کرتے۔

پھر حضرت محدث علی قاری قدس سرہ العزیز پر تھوپ دیا کہ انہوں نے افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہونے کی تردید کی ہے اور اکثر اہل سنت کے متفق ہونے کا ذکر کیا ہے جبکہ انہوں نے تردید ہرگز نہیں کی۔ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بھی اجماعِ اہل سنت کی تصریحات فرمائی ہیں۔

پھر صاحب زبدہ نے افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذہب جمہور ہونے کا بھی انکار کر دیا اور اسے ضعیف اور ناتواں رائے بلکہ بے بنیاد و خیالی اور وہمی دعوی قرار دے دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ حضرات ائمہ اربعہ کے نظریات اس کے خلاف ہیں یعنی وہ افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے درجنوں صفحات بھر دیئے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ائمہ اربعہ پر صریح افتراء اور بہتان ہے۔ یہ ہے صاحب زبدہ کی دھاندلی کا اجمالی تذکرہ۔

کیا افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف بحیثیت خلیفہ راشد ہے اور وہ بھی صرف جمہور اہل سنت کا مذہب ہے؟

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے اور صاحب زبدہ کا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف بحیثیت خلیفہ راشد تسلیم کرنا اور اسے صرف جمہور اہل سنت کا مذہب بتانا، ان کی سنگین غلطی ہے۔ حقیقت و واقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا حضرت صدیق اکبر و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد، اہل سنت و مبتدعہ کے مابین موضوع بحث اور محل نزاع ہے؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ افضلیتِ مطلقہ کے بارے میں نزاع اور اختلاف ہے تو صاحب زبدہ کی اس دھاندلی کا کیا جواز ہے؟

نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے بارے میں بھی صاحب زبدہ کا اصل موقف یہ نہیں ہے کہ یہ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔ یہ تو

صرف دھوکا دہی کے لیے لکھا ہے۔ ان کا اصل موقف یہ ہے کہ اہل سنت سے صرف قلیل افراد اور تھوڑے لوگوں کا یہ نظریہ ہے۔

صاحب زبدہ کی دلیل میں ان کی تردید:

صاحب زبدہ نے اپنا موقف جو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

فقیر کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے برحق ہے اور اس حیثیت سے آپ افضل الامت ہیں اگرچہ امت کے اکابر سے لیکر اصاغر تک کا اس میں اختلاف ہے مگر فقیر کا مذہب وہی ہے جو عرض کر دیا ہے۔

(زبدہ، ص199)

پھر اس پر دلیل، فتاویٰ عزیزی سے ایک سوال و جواب، پیش کیا ہے، ملاحظہ کریں:

سوال: اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل ہر وجہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ (بلفظہ)

جواب: حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ سے نہیں ہے (فضیلت مطلقہ ثابت نہیں) بلکہ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین میں بھی کسی سے ایک صاحب کی تفضیل دوسرے پر ہر وجہ سے ثابت ہونا محال ہے (تا) مراد اس امر سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے یہ ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو صرف ان امور میں فضیلت ہے (۱) سیاست امت (۲) حفظ دین (۳) سدباب فتنہ (۴) ترویج احکام شرعیہ (۵) ممالک میں اشاعت اسلام

(٦) اقامت حدود وتعزیرات۔ یہ ایسے امور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند انجام دینے میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے اور ایسے ہی مقاصد خلافت کبریٰ کے ہیں۔اوراسی وجہ سے صحابہ کا اجماع ہوا کہ خلافت کبریٰ کے مقاصد میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما مقدم ہیں۔تا آخر۔(زبدۃ التحقیق،ص199۔200)

الجواب:

بحمد اللہ تعالیٰ اس دلیل میں صاحبِ زبدہ کے دعویٰ کا اثبات نہیں ہے بلکہ متعدد وجوہ سے تردید ہے۔

(۱) سوال میں صراحت ہے کہ: اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے، تا آخر

اور جواب میں اسے سائل کی غلطی قرار نہیں دیا گیا البتہ تفضیل کی نوعیت کی وضاحت کی گئی ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فاضل مجیب کے نزدیک بھی یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ: اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع ہے ورنہ سائل کی اصلاح کرنا ان پر فرض تھا۔جبکہ صاحب زبدہ نے لکھا ہے۔"امت کے اکابر سے لیکر اصاغر تک کا اس میں اختلاف ہے"۔

نیز جواب میں، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ سے نہیں ہے، کے بعد اس کی تشریح اور تفسیر کے طور پر بریکٹ میں جو لکھا ہے: (فضیلت مطلقہ ثابت نہیں) یہ اضافہ صاحب زبدہ کی طرف سے ہے فتاویٰ عزیزی میں ہرگز موجود نہیں ہے اور یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف اور دھاندلی ہے کیونکہ اہل علم

کے نزدیک فضیلت مطلقہ کا یہ معنی ہی نہیں ہے کہ ہر وجہ سے فضیلت ثابت ہو اور یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز پر بھی افتراء اور بہتان ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فضیلت مطلقہ ثابت ہے

(۲) فتاویٰ عزیزی کا جواب بغور ملاحظہ کرلیں اس میں اگر یہ کہا گیا ہے کہ مقاصدِ خلافت کبریٰ میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے تو اس میں یہ تصریح بھی موجود ہے:

اور اسی وجہ سے صحابہ کا اجماع ہوا کہ خلافت کبریٰ کے مقاصد میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما مقدم ہیں (زبدہ) یعنی افضل ہیں۔

جبکہ یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ جس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ بعد والے اہل سنت سے کون ہے جو اجماع صحابہ کرام کی مخالفت کرتے ہوئے اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کی جرأت کر سکے؟ لیکن اس کے باوجود صاحب زبدہ نے بڑے وثوق سے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، بحیثیت خلیفہ راشد میں بھی امت کے اکابر سے لیکر اصاغر تک کا اختلاف ہے، اور اس پر جو ثبوت پیش کیا ہے اس میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد پر بھی اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریح موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود صاحب زبدہ اپنے آپ کو فائز المرام سمجھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم صاحب زبدہ کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ اس دلیل میں میرے دعویٰ کا اثبات ہے یا تردید ہے اور اگر انہیں پتہ چل رہا ہے لیکن اس کے باوجود بالارادہ یہ دھاندلی کر رہے ہیں تو پھر دین میں اس

سے بڑھ کر کیا خیانت ہوسکتی ہے کہ جس دلیل میں کسی مسئلہ پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریح موجود ہو بعینہ اسی مسئلہ میں امت کے اکابر سے لے کر اصاغر تک کے اختلاف کا دعویٰ کر کے بطور ثبوت اس دلیل کو پیش کرنا اور دعویٰ ثابت ہو جانے کا نعرہ لگا دینا۔ تو ایسی تحقیق پر ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' ہی پڑھنا چاہیے۔

ضروری تنبیہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ رکھتے ہیں نہ کہ صرف مقاصدِ خلافت کبریٰ میں افضلیت کے قائل ہیں اور صاحب زبدہ کے نقل کردہ فتویٰ کی حقیقی صورتحال ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں واضح کر دی جائے گی کہ اس فتویٰ سے صرف مقاصدِ خلافت کبریٰ میں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر استدلال نا قابل اعتبار ہے۔

کیا محدث علی قاری نے افضلیتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماعِ اہل سنت ہونے کی تردید کی ہے؟

صاحب زبدہ نے زبدہ میں متعدد مقامات پر محدث علی قاری قدس سرہ العزیز پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے شرح فقہ اکبر میں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اہل سنت کا اجماع ہونے کی تردید کی ہے اور اکثر اہل سنت و جماعت کے متفق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں کہ انہوں نے شرح فقہ اکبر میں ایسا لکھا ہو۔ یہ صرف صاحب زبدہ کی دھاندلی اور محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کی تحریف معنوی کا نتیجہ ہے۔

صاحب زبدہ کی پیش کردہ عبارت سے پہلے چند امور کی وضاحت ضروری ہے تا کہ محدث علی قاری قدس سرہ العزیز کی عبارت کا مفہوم و معنی اور ان کا مقصود و مدعیٰ خوب واضح ہو جائے۔

(الف) حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مابین تفضیل کے مسئلہ میں دو مقام ہیں۔

مقام اول: حضرات شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی باقی تمام امت پر افضلیت مذہب حق اہل سنت و جماعت میں اجماعی اور اتفاقی ہے۔

مقام ثانی: ان نفوس قدسیہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان تفضیل میں جمہور اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں جبکہ بعض توقف کے قائل ہیں۔

(ب) حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مابین ترتیب افضلیت کے بیان میں بعض علماء کرام نے ان چاروں حضرات کے مابین ترتیب خلافت کے مطابق ترتیب افضلیت کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے جبکہ درحقیقت اجماع صرف افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر ہے اور ان دونوں حضرات کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت، جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔

لہٰذا من حیث المجموع چاروں حضرات کے مابین تفضیل، ترتیب خلافت

کے مطابق ہونا، اجماعی امر نہ ہوا بلکہ مذہب جمہور ہوا۔ تو مذکور بعض علماء کرام کے اس بیان کی دوسرے اہل علم حضرات نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ شاید اجماع سے ان کی مراد، اکثر اہل سنت کا اجماع ہے۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان ترتیب افضلیت میں بعض اہل سنت کا اختلاف ہے، اگرچہ جمہور اسی ترتیب پر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(ج) شیخ ابو منصور بغدادی قدس سرہ العزیز نے بھی حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب خلافت کے مطابق ترتیب افضلیت کو اجماعی لکھا ہے تو محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے اس کی مذکور توجیہ بیان کی ہے نہ کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اہل سنت ہونے کی تردید کی ہے۔ جبکہ صاحب زبدہ نے محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ تھوپ دیا ہے کہ انہوں نے افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شوافع کے دعویٰ اجماع کی تردید کی ہے۔

(د) جن علماء اعلام نے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ترتیب خلافت کے مطابق ترتیبِ افضلیت کو مذہبِ جمہور قرار دیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مجموع من حیث المجموع ان چاروں حضرات کی افضلیت کی یہ ترتیب مذہبِ جمہور ہے نہ یہ کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بھی صرف مذہبِ جمہور ہے۔ کیونکہ وہ تو اہل سنت میں اجماعی مسئلہ ہے اسے اہل علم مذہبِ جمہور کیونکر قرار دے سکتے ہیں؟

جبکہ صاحب زبدہ نے ایسے تمام علماء کرام پر بھی یہی افتراء اور بہتان باندھا

ہے کہ ان کے نزدیک افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذہبِ جمہور ہے۔

صاحبِ زبدہ کی محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر کرم فرمائی:

صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

حضرت ملا علی قاری حنفی ہروی متوفی 1014ھ اپنی کتاب شرح فقہ اکبر کے صفحہ 178 پر تحریر فرماتے ہیں:

فقال ابومنصور البغدادی من اکابر الائمة الشافعية: اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضل الصحابة ابوبكر فعمر ،فعثمان فعلى، فبقية العشرة المبشرة بالجنة فاهل بدر فباقى اهل احد فباقى اهل بيعة رضوان بالحديبية فباقى الصحابة رضی اللہ عنہم انتهى،و لعله اراد بالاجماع اجماع اكثر اهل السنة لان الاختلاف واقع بين عثمان وعلى عند بعض اهل السنة۔

ترجمہ: ابومنصور بغدادی نے جو شافعیہ کے اکابر ائمہ میں سے ہیں کہا: اہل سنت والجماعت نے اس بات پر اجماع کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ، پھر علی رضی اللہ عنہ، پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر باقی اہل احد پھر باقی اہل بیعت رضوان جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل ہیں غالباً انہوں نے اجماع سے اکثر اہل السنت والجماعت مراد لیے ہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بعض اہل سنت کا اختلاف گزرا ہے۔

حضرت ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے شوافع کے دعویٰ اجماع کی تردید فرمادی

(زبدۃ التحقیق، ص 268-269)

نوٹ: عربی عبارت اور ترجمہ میں کچھ اغلاط ہیں ممکن ہے کاتب کی غلطی ہو فقیر راقم الحروف نے پوری عبارت بلفظہ نقل کردی ہے۔

الجواب:

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ:

(الف) محدث علی قاری قدس سرہ العزیز کی عبارت:

ولعلہ اراد بالاجماع اجماع اکثر اھل السنۃ لان الاختلاف واقع بین عثمان وعلی عند بعض اھل السنۃ۔ کا مفہوم ومعنی اوران کی مراد طلبہ پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ صاحبِ زبدہ کیوں نہ سمجھ پائے؟

اگر بزعم صاحب زبدہ یہ ابو منصور بغدادی کے دعوئ اجماع کی تردید ہی ہے نہ کہ ان کی مراد کا بیان، تو پھر بھی محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انہوں نے افضلیتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اجماعی ہونے کی نفی کی ہے اور اس کی وجہ بھی واضح طور پر بیان فرمائی ہے کہ حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین ترتیب افضلیت کے بارے میں بعض اہل سنت کا اختلاف ہے (اگرچہ جمہور اہل سنت افضلیتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں) نہ یہ کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اجماعی ہونے کی تردید کی ہے۔ لیکن ان کی عبارت منقولہ اس قدر واضح ہونے کے باوجود صاحبِ زبدہ نے ان پر تھوپ دیا ہے کہ انہوں نے افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شوافع کے دعوئ اجماع کی تردید فرمادی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحب زبدہ کی اس میں دوسری چالاکی یہ بھی ہے کہ یہ تاثر دے رہے

ہیں کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کا دعویٰ صرف بعض شوافع نے کیا ہے جیسا کہ عبارت منقولہ کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی رقمطراز ہیں:

اب بتایئے ابومنصور بغدادی شافعی اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کس طریقے سے دعویٰ اجماع برائے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کررہے ہیں جس کا حوالہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ 178 پر دے کر اس کا رد کیا ہے جس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کسی طرح کا اجماع نہیں ہوسکا نہ ہی نصی نہ ہی سکوتی۔(زبدۃ التحقیق، ص 270-271)

جبکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ صرف افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اہل سنت ہونے کی تصریحات خود محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے بھی کی ہیں لیکن صاحب زبدہ نے چونکہ دھاندلی اور دھوکا دہی کا عزم کررکھا ہے اس لئے علمی خیانتوں سے نجات اور اظہارِ حق کی توفیق سے محروم ہیں۔

(ب) فقیر راقم الحروف، صاحب زبدہ کو اس تحقیق میں معذور سمجھتا ہے کیونکہ محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت:

لان الاختلاف واقع بین عثمان و علی عند بعض اھل السنۃ۔

صاحبِ زبدہ شاید غور سے دیکھ نہیں سکے اور انہوں نے سمجھا کہ عبارت یوں ہے: لان الاختلاف واقع بین ابی بکر و علی عند بعض اھل السنۃ۔

یا پھر شدتِ تعصب کی وجہ سے انہیں حق بیان کرنے اور دھاندلی میں فرق ہی محسوس نہیں ہورہا ورنہ محدث علی قاری قدس سرہ العزیز پر اتنا بڑا بہتان شاید نہ باندھتے۔

قربان جائیں صاحب زبدہ کی فہم پر کہ محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے اختلاف حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں بیان کیا ہے اور تردید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع کی ہوگئی۔ کیسی تحقیق ہے؟

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

صاحب زبدہ نے محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے، عبارت کا آخری جملہ حذف کر دیا ہے کیونکہ اس سے مراد خوب واضح ہو رہی تھی۔ پوری عبارت یہ ہے۔

''لان الاختلاف واقع بین علی وعثمان (رضی اللہ عنہما) عند بعض اھل السنة وان کان الجمھور علی الترتیب المذکور ھذا۔ (شرح فقہ اکبر، ص 142)

یعنی ابومنصور بغدادی نے شاید اجماع سے اکثر اہل سنت کا اجماع مراد لیا ہے اس لیے کہ حضرت علی وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان ترتیب افضلیت میں بعض اہل سنت کا اختلاف ہے اگرچہ جمہور اہل سنت ترتیب مذکور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت) کے مطابق نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بیان کو اخذ کرلو۔''

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے واضح ہوا کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیب افضلیت میں جمہور اہل سنت یا اکثر اہل سنت کا حوالہ جو دیا جاتا ہے وہ درحقیقت صرف حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ترتیب افضلیت کی طرف راجع ہے ورنہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما پر افضلیت اہل سنت کے نزدیک اجماعی اور اتفاقی ہے۔

اور چونکہ یہ دونوں حضرات عثمان وعلی رضی اللہ عنہما بھی چاروں حضرات کے مجموعہ میں شامل ہیں اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیب افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہونا اکثر اہل سنت کا نظریہ ہے کیونکہ اجماعی تو صرف افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہے۔ وللہ الحمد

صاحب زبدہ کی دوسری تحقیق اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پر افتراء اور بہتان عظیم

زبدۃ التحقیق کے 273 صفحات تک تو مختلف مقامات پر یہی تحقیق پیش کی گئی جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جس کا حاصل یہی ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ راشد جمہور اہل سنت کا مذہب ہے لیکن اب مذہب جمہور ہونے والی تحقیق منسوخ ہوگئی اور صاحب زبدہ کو نئی تحقیق القاء ہوگئی کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اکثریت اہل سنت وجماعت اور جمہور کے متفق ہونے کا دعویٰ پادر ہوا یعنی بے بنیاد، خیالی اور وہمی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرات ائمہ اربعہ کے عقائد افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں یعنی وہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب صاحب زبدہ کی اصل عبارت ملاحظہ کریں:

اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ 178 پر افضلیت پر اجماع کی تردید کرتے ہوئے اکثر اہل سنت والجماعت کے متفق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ رائے بھی ضعیف وناتواں محسوس ہوتی ہے کیونکہ اہل السنت والجماعت کے سرخیل تو ائمہ

اربعہ ہیں جن کے عقائد ان نظریات کے خلاف ہیں جن کے حوالہ جات مندرجہ ذیل عبارات میں ہم پیش کرنا چاہیں گے۔ جب جہابذہ روزگار اور ائمہ مقتدایان اس کے خلاف رائے رکھیں تو اکثریت اہل سنت و جماعت کا دعویٰ بھی پادر ہوا ہوگا۔

(زبدۃ التحقیق، ص274)

پادَرہَوا: بے بنیاد، خیالی، وہمی، (فیروز اللغات)

الجواب:

صاحب زبدہ کو شاید موت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اس عبارت میں بھی محدث علی قاری قدس سرہ العزیز پر اپنا سابق افتراء پھر دہرایا ہے اور حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پر بھی افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ تمام افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لئے خوب غلط بیانی کی حتی کہ درجنوں صفحات بھر دیئے۔ جبکہ وہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے حقیقت وواقعیت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے کہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک صرف افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت حق ہے

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع اہل سنت کے باب میں حضرات ائمہ اربعہ کی تصریحات پیش کی جا چکی ہیں۔

صاحب زبدہ کا افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اکثر اہل سنت و جماعت کے متفق ہونے کا دعویٰ متعدد بار کرنے کے بعد اسے پادر ہوا یعنی بے بنیاد، خیالی اور وہمی

قرار دینا، صاحب زبدہ کے معیار تحقیق کو بھی واضح کر رہا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کے خلاف صاحب زبدہ کے تمام دعاوی پادر ہوا ہیں افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت میں اختلافی مسئلہ ہونے کا دعویٰ بھی سراسر باطل ہے جو علمی خیانتوں اور دھاندلی پر مبنی ہے۔

ضروری تنبیہ:

اگر مسئلہ افضلیت میں صاحبِ زبدہ کی تحقیق پر اعتماد کیا جائے پھر تو افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذہبِ جمہور ہونے کا بھی انکار کرنا ہوگا کیونکہ صاحب زبدہ کو حقیقت بعد میں سمجھ آئی ہے جو انہوں نے دوسری تحقیق میں پیش کی ہے کہ اسے مذہب جمہور کہنا بھی ضعیف و ناتواں رائے ہے بلکہ بے بنیاد، خیالی اور وہمی دعویٰ ہے اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قلیل اور تھوڑے لوگوں کا نظریہ ہے۔

اور تیسری تحقیق یہ ہے کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجموعی عمل یہ ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جانتے تھے اور یہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب زبدہ کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا صاحب زبدہ کی تحقیق کی رو سے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اجماع صحابہ کرام کے خلاف ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اجماع اہل سنت کی تصریحات:

از محدث علی قاری قدس سرہ العزیز

(الف) حضرت محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''وھو لکثرۃ صدقه و تحقیقه و قوۃ تصدیقه و سبق توفیقه افضل الاولیاء من الاولین والآخرین و قد حکی الاجماع علی ذلك ولا عبرۃ بمخالفة الروافض ھنالك۔،، (شرح فقہ اکبر، ص 73)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرتِ صدق و تحقیق اور قوتِ تصدیق وسبقت توفیق کی وجہ سے اولین وآخرین تمام اولیاء کرام سے افضل ہیں اور اس پر اجماع ضرور بیان کیا گیا ہے، اور روافض کی مخالفت کا یہاں کچھ اعتبار نہیں ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ محدث علی قاری کی عبارت مذکورہ میں:

(۱) یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تمام اہل حق کا اجماع بیان کیا گیا ہے اور اس میں بنیادی طور پر اختلاف روافض (اور بعض دوسرے مبتدعہ) کو ہے۔ اور انعقاد اجماع میں ان کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ حجت شرعیہ اہل حق کا اجماع ہے مبتدعہ ان کے ساتھ اتفاق کریں یا نہ کریں۔

(۲) یہ حقیقت بھی واضح کردی گئی ہے کہ تمام اولیاء اولین وآخرین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت روحانی مرتبہ ومقام اور ولایت کے اعتبار سے ہے نہ کہ صرف بحیثیت خلیفہ راشد جو صاحبِ زبدہ ودیگر تفضیلیہ نے دھاندلی شروع کر

رکھی ہے۔اس لیے کہ تمام اولیائے اولین و آخرین خلفاء نہیں ہیں کہ ان پر افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد ہے۔

(ب) محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

ثم اعلم ان جمیع الروافض و اکثر المعتزلة یفضلون علیا علی ابی بکر (رضی اللہ عنھما)،،(شرح فقہ اکبر،ص 75)

پھر جان لے کہ بیشک تمام روافض اور اکثر معتزلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔،،

عبارت منقولہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل حق میں کوئی اختلاف نہیں ہے ورنہ محدث علی قاری بعض اہل سنت کے اختلاف کا حوالہ بھی ضرور دیتے جبکہ انہوں نے اشارۃً بھی ایسی بات نہیں کی۔لہٰذا یہ عبارت بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع اہل سنت کی تصریح کے مترادف ہے جبکہ بالخصوص اس سے قبل اجماع کی صراحت اور مبتدعہ کی مخالفت کا غیر معتبر ہونا بھی بیان کر چکے ہیں۔

(ج) محدث علی قاری قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"ولا یخفی ان تقدیم علی علی الشیخین مخالف لمذھب اھل السنة والجماعة علی ما علیه جمیع اھل السلف۔،،(شرح فقہ اکبر،ص 76)

یعنی یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جس موقف اور نظریہ پر تمام اسلاف کرام ہیں اس کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تقدیم و تفضیل

بیشک مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حق کے متلاشی کے لیے اس روشن تصریح کے بعد کوئی ابہام باقی نہیں ہے کہ بلا شبہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تقدیم وتفضیل مذہب اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے کیونکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تمام اسلاف کرام اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ وللہ الحمد

حضرت محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''والذی اعتقدہ وفی دین اللہ اعتمدہ ان تفضیل ابی بکر رضی اللہ عنہ قطعی۔

(شرح فقہ اکبر، ص76)

اور جو میں عقیدہ رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے (نازل کردہ) دین میں اس پر اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے۔،،

(د) نیز حضرت علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثم وقع الاتفاق علی خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ لکن تفضیلہ فی زعمی انہ ظنی الا انہ قوی لم یختلف فیہ سنی۔ (شرح فقہ اکبر، ص76)

پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوگیا لیکن میرے گمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے مگر بیشک وہ قوی ہے اس میں کسی سنی نے اختلاف نہیں کیا۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ عبارت منقولہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

افضلیت میں بھی کسی سنی نے اختلاف نہیں کیا (چہ جائیکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، اہل سنت میں اختلافی مسئلہ ہو) محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت و جماعت میں اجماعی مسئلہ ہے البتہ ان کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ دلائل کثیرہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔

(ھ) محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"والحاصل ان ما ذکرہ بعضھم من ان الاجماع علی افضلیة الصدیق محمول علی اجماع من یعتدبه من اهل السنة اذ لا یصح حمله علی اجماع الامة لمخالفة بعض اهل البدعة۔ (شرح فقہ اکبر، ص 82)

اور حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اہل علم نے جو ذکر کیا ہے کہ بیشک افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے وہ ان اہل علم کے اجماع پر محمول ہے جن کا انعقاد اجماع میں اعتبار کیا جاتا ہے یعنی اہل سنت۔ اس لیے کہ اجماع امت پر اسے محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض اہل بدعت کی (اس مسئلہ میں) مخالفت ہے (وہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہیں رکھتے)۔"

اس قدر واضح تصریحات کی موجودگی میں محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر تھوپنا کہ انہوں نے شرح فقہ اکبر میں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع اہل سنت ہونے کی تردید کی ہے اور اکثر اہل سنت کے متفق ہونے کا ذکر کیا ہے اس سے بڑھ کر

علمی خیانت کیا ہو سکتی ہے؟ کہ عوام اہل سنت کو عقیدۂ اہل سنت سے پھیرنے اور گمراہ کرنے کے لیے ایسی غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا جارہا کہ جس فاضل کی ایک کتاب میں آدھی درجن کے قریب تصریحات ہیں کہ افضلیتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل سنت میں اجماعی مسئلہ ہے اس کی اسی کتاب کا حوالہ دے کر بلکہ صفحہ نمبر بھی لکھ کر اس پر بہتان باندھا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکثر اہل سنت کے متفق ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ افضلیتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے اور اس کا بیان بھی شرح فقہ اکبر میں صرف ایک مقام پر نہیں ہے بلکہ متعدد مقامات پر ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) "قال وقد روی عن ابی حنیفۃ (رحمہ اللہ تعالیٰ) تقدیم علی (رضی اللہ عنہ) علی عثمان (رضی اللہ عنہ) ولکن ظاہر مذہبہ تقدیم عثمان رضی اللہ عنہ علی علی رضی اللہ عنہ وعلی ھذا عامۃ اھل السنۃ والجماعۃ انتھی والحاصل ان الجمھور من السلف ذھبوا الی تقدیم عثمان علی علی (رضی اللہ عنہما) وکان سفیان الثوری یقول بتقدیم علی علی عثمان (رضی اللہ عنہما) ثم رجع عنہ وقال بتقدیم عثمان علی علی (رضی اللہ عنہما) علی مانقل عنہ ابو سلیمان الخطابی۔ (شرح فقہ اکبر، ص 82)

(محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) شارح عقیدہ طحاویہ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم ضرور روایت کی گئی ہے لیکن ان کا ظاہر مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقدیم و تفضیل ہے اور اسی موقف اور نظریہ پر عامہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔

شارح عقیدہ طحاویہ کا کلام ختم ہوا۔اور حاصل یہ ہے کہ بیشک جمہور سلف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت کا موقف اور نظریہ رکھتے ہیں۔اور سفیان ثوری افضلیتِ علی بر عثمان رضی اللہ عنہما کے قائل تھے پھر اس موقف سے انہوں نے رجوع کرلیا اور افضلیتِ عثمان ذوالنورین بر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا موقف اختیار کرلیا جیسا کہ ابوسلیمان خطابی نے ان سے نقل کیا ہے۔،،

(۲) محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"وهذا الترتيب بين عثمان وعلى (رضی اللہ عنہما) وهو ما عليه اكثر اهل السنة خلافا لماروى عن بعض اهل الكوفة والبصرة من عكس القضية (الى ان قال) و روى عن ابى حنيفة تفضيل على على عثمان (رضی اللہ عنہما) والصحيح ما عليه جمهور اهل السنة وهو الظاهر من قول ابى حنيفة على ما رتبه هنا وفق مراتب الخلافة- (شرح فقہ اکبر، ص 75)

حاصل کلام یہ ہے کہ: حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت کی یہ ترتیب (ترتیبِ خلافت کے موافق) اکثر اہل سنت کا موقف اور نظریہ ہے البتہ بعض اہل کوفہ اور بصرہ سے اس کے برعکس مروی ہے (تا) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ عنہما مروی ہے اور صحیح جمہور اہل سنت کا موقف اور نظریہ ہے اور وہی ظاہر مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اس کے مطابق جو یہاں فقہ اکبر میں مراتبِ خلافت کے موافق ترتیب افضلیت بیان کی ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ عبارات منقولہ میں مختلف عنوانات سے چار تصریحات موجود ہیں۔عامۂ اہل سنت و جماعت، جمہور سلف، اکثر اہل سنت، جمہور اہل سنت کا

یہ موقف اور نظریہ ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر مقدم اور افضل ہیں۔

نیز اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ جبکہ صاحب زبدہ نے ان پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ وہ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

صاحبِ زبدہ وصاحبِ شرح اسنی المطالب کے نظریہ کا منصفانہ جائزہ

صاحبِ زبدہ کے اصل نظریہ اور عقیدہ کی تصریحات اگرچہ گزر چکی ہیں لیکن فاصلہ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ ان کی دو عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

(ا) جناب عباس رضی اللہ عنہ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دائیں اور بائیں رکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ سادات اہل بیت ہیں، اہل بیت ہو کر بھی کوئی ان کا شریک مرتبہ نہیں اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو ملانے کی اجازت نہیں دی جس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا۔ اور بنی ہاشم کتنے بھی بڑے بزرگ ہوں گے مگر اہل بیت کے ہم پلہ نہیں ہوں گے اور اہل بیت کتنے بھی بزرگ ہوں گے مگر ان چار ہستیوں کے ہم پلہ نہیں ہوں گے جنہیں چادر تطہیر میں بھی لیا گیا اور بوقت مباہلہ انہیں خصوصیت سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی معیت کا شرف بخشا۔

(زبدۃ التحقیق، ص304)

یہ مقصد اور مطلب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان نہیں کیا بلکہ صاحبِ زبدہ نے اپنی بالغ نظری سے سخاوت فرمایا ہے یہ ان کے اپنے دل کی آواز ہے، کسی سے

ناقل نہیں ہیں بلکہ بڑے فاخرانہ انداز میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے۔

اور یہ بات بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ شرفِ نسب محل نزاع نہیں ہے بلکہ نزاع افضلیت مطلقہ میں ہے لہٰذا عبارت منقولہ میں صاحبِ زبدہ نے ان حضرات کا شرفِ نسب بیان نہیں کیا بلکہ مذکور ترتیب سے ان کی افضلیتِ مطلقہ بیان کی ہے اس لیے کہ یہاں ان کی افضلیت بیان کرتے ہوئے کسی حیثیت کا حوالہ نہیں دیا بلکہ لکھا:

جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ سادات اہل بیت ہیں اہل بیت ہو کر بھی کوئی ان کا شریک مرتبہ نہیں، تا آخر۔ (زبدہ)

نیز بعض اہل بیت کا دوسرے بعض اہل بیت کے ساتھ شرفِ نسب میں شریک مرتبہ نہ ہونا بداہۃً باطل بات ہے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ عبارت منقولہ میں شرفِ نسب بیان کرنا مقصود ہے بلکہ افضلیت مطلقہ کا بیان کرنا مقصود ہے۔

عبارت منقولہ میں جو لکھا ہے:

اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو ملانے کی اجازت نہیں دی جس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا۔ (زبدہ) یعنی مرتبہ اور درجہ میں ان کے برابر نہیں ہوگا۔ اس عبارت میں غیر ہاشمی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تا قیامت ہونے والے بنی ہاشم کی افضلیت مطلقہ بیان کی ہے۔ اور اس سے بعد والی عبارت میں دوسرے بنی ہاشم پر اہل بیت کی افضلیت مطلقہ بیان کی ہے۔

(۲) اول من اشفع لہ یوم القیامۃ من امتی اہل بیتی الحدیث پر صاحب

زبدہ نے درج ذیل تبصرہ لکھا ہے:

تبصرہ:

میں پوری امت میں سب سے پہلے اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا، یہ صغریٰ ہوا اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہے، یہ کبریٰ ہوا۔ میری اہل بیت پوری امت سے افضل ہے (یہ نتیجہ منطقیہ ہے) اب جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین بمعہ عشرہ مبشرہ، حاضرین بدر، حاضرین احد، اہل بیعت رضوان، الغرض جملہ اقسام صحابہ کرام امتی ہیں اور صرف اہل بیت ہی اہل بیت ہیں، اور اہل بیت جملہ اقسام امت سے افضل ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اور ایک معنی میں جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں افضلیت حاصل ہے کیونکہ جملہ ہاشمی مع اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے جیسا کہ گذشتہ صفحات پر لکھا جا چکا ہے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 301)

نیز صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

"آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھم علی وجہ التحقیق علی و فاطمۃ و اولادھما ومن تناسل منھما حتی تقوم الساعۃ۔"

(مقدمۃ التحقیق حقوق اھل البیت صفحہ 5 لابن تیمیہ)

ترجمہ: آل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیقی طور (یہ اشخاص ہیں) علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد اور جو قیامت تک ان دونوں سے پیدا ہوگی۔ (زبدہ، ص 289)

صاحبِ زبدہ کی یہ عبارات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ وحضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہما اور تا قیامت پیدا ہونے والی ان کی اولاد، اہل بیت

ہیں اور اہل بیت، جملہ اقسام امت سے افضل ہیں حتی کہ بڑی صراحت کے ساتھ گن گن کر لکھا۔ جملہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین، تا آخر۔

اور پہلے یہ صراحت کر چکے ہیں کہ: کوئی کتنا بھی بلند تھا یا ہوتا رہے گا وہ بنی ہاشم کا ہم پلہ نہیں ہوگا۔ (زبدہ)

کوئی کتنا بھی بلند تھا، میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی غیر ہاشمی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تا قیامت ہونے والا ہر ہاشمی افضل ہے اور پھر بنی ہاشم میں اہل بیت افضل ہیں اس ترتیب سے جو آپ صاحبِ زبدہ کی عبارت نمبر 1 میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نتیجۂ کلام یہ ہے کہ صاحب زبدہ تا قیامت ہونے والے بنی ہاشم کی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت کے قائل ہیں حتی کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تک کسی بھی غیر ہاشمی صحابی کو کسی ہاشمی شخص کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ پھر تا قیامت ہونے والے فاطمی حضرات کا درجہ باقی بنی ہاشم سے اعلیٰ اور بلند بتایا ہے۔

صاحبِ زبدہ نے بظاہر یہ بحث چھیڑی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ لیکن اصل عقیدہ یہ ہے کہ ہر ہاشمی حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ہے اگر چہ وہ علم وعمل کے میدان میں صفر ہی کیوں نہ ہو اور پھر ہر فاطمی دوسرے ہر ہاشمی سے افضل ہے اگر چہ وہ ہاشمی حضرت حمزہ وحضرت عباس وحضرت جعفر وحضرت عبداللہ بن عباس وحضرت فضل بن عباس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کیوں نہ ہوں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحبِ شرح اسنی المطالب کا نظریہ:

قاری ظہور احمد فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

مجھے ایک حدیث سے اہل بیت کرام علیہم السلام کی ایک ایسی فضیلت سمجھ آئی ہے جو ہزار فضیلتوں پر نہیں بلکہ بے شمار فضیلتوں پر غالب ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

انی تارك فيكم الثلقين احدهما اكبر من الآخر (تا)

بیشک میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے (تا) احادیث کی رو سے قرآن کریم کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت ساری مخلوق پر، اور احادیث ہی کی رو سے بنو ہاشم پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم السلام کے) افضل ہیں اور بنو ہاشم سے اہل بیت کرام افضل ہیں۔ اس تصور کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلایئے کہ ''احدهما اكبر من الآخر'' کا کیا مطلب ہے اور اگر اہل بیت (جس میں مولیٰ علی بھی شامل ہیں) کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہے تو پھر ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلتِ عظمیٰ کا مقابلہ کر سکیں؟

حق فرمایا تھا یکے از ائمہ اہل سنت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہ:

يابنی !علی بن ابی طالب من اهل البيت لا يقاس بهم احد-

بیٹا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اہل بیت سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔ (شرح اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص 74-75-76)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں قاری صاحب بھی صاحبِ زبدہ کی طرح

افضلیتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے صاف منکر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بنو ہاشم پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) افضل ہیں اور بنو ہاشم سے اہل بیت کرام افضل ہیں۔ اور عبارت منقولہ میں اہل بیت کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور پھر چیلنج کیا ہے کہ: ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلت عظمیٰ کا مقابلہ کرسکیں؟ (جب کہ آئندہ عبارت میں اس غلو اور افراط میں مزید ترقی کا منظر آپ ملاحظہ کریں گے) اور پھر حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں بھی یہی نظریہ ڈال دیا ہے کہ وہ اہل بیت کی (ماسوا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) پوری انسانیت پر افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

الجواب: بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر ختم ہو جائے اور موت یاد نہ رہے تو پھر تحقیق مسائل کا یہی معیار ہوتا ہے جو عبارات منقولہ میں ہے۔

کیا اس اُسلوب تحقیق سے مسائل کی حقیقت واقعیہ سامنے آجاتی ہے اور اس سے "الدین النصیحة" الحدیث پر عمل ہو رہا ہے اور امت مسلمہ کے لیے رشد و ہدایت کی راہیں واضح کی جارہی ہیں یا انہیں گمراہی کی وادی میں دھکیلا جارہا ہے؟

خیر خواہی کے ارادے سے یہ گزارشات پیش کی جارہی ہے ممکن ہے کہ احساس ہو جائے ورنہ اتمام حجت کا فریضہ تو ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہو جائے گا۔

و باللہ التوفیق: فیضی صاحب کو جس حدیث سے اہل بیت کرام کی ایک ایسی فضیلت سمجھ آئی ہے جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جملہ فضیلتوں پر غالب ہے۔

اس حدیث کو لکھ کر اس کا ترجمہ جو لکھا ہے وہ بغور ملاحظہ کر لیں ''احدھما اکبر من الآخر '' کا ترجمہ کیا ہے: ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے۔

جبکہ حدیث مذکور کے جملہ منقولہ کا یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ تحریف معنوی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح افتراء اور بہتان ہے۔

''احدھما اکبر من الآخر '' کا ترجمہ عربی زبان کے طالب علم کو بھی سمجھ آ رہا ہے کہ: ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے (یعنی قرآن کریم اکبر ہے عترت سے)۔

جبکہ فیضی صاحب نے لکھا ہے: ان میں سے ہر ایک دوسری سے بڑی ہے۔ یعنی کتاب اللہ، عترت اور اہل بیت سے بڑی ہے اور عترت، اہل بیت، کتاب اللہ سے بڑی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حدیث شریف میں ''احدھما اکبر من الآخر '' ہے جبکہ ترجمہ ''کل واحد منھما اکبر من الآخر '' کا لکھا ہے۔

اور یہ تحریف اس لیے کی گئی ہے تاکہ ثابت کر سکیں کہ تاقیامت ہونے والی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے برابر ہے۔ اور پھر انہیں تمام صحابہ کرام سے افضل قرار دے سکیں۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

حضرات شارحین نے بڑی وضاحت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد بیان کر دی ہے اس کے باوجود فیضی صاحب تحریف میں مصروف ہیں۔ اسی حدیث کی دوسری روایت اور اس کے تحت شارحین کرام کی تصریحات ملاحظہ کریں:

''عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی تارك فیکم ما ان

تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما۔''

(رواہ الترمذی، مشکوۃ مع المرقاۃ 11/385-386)

اس حدیث کی شرح میں حضرت محدث علی قاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

(احدهما) و هو کتاب اللہ (اعظم من الآخر) و هو العترة کما بینه بقوله (کتاب اللہ) الخ۔'' (مرقاۃ المفاتیح 11/385)

(ان دونوں میں سے ایک) اور وہ کتاب اللہ ہے (دوسری سے اعظم ہے) اور وہ عترت ہے جیسا کہ اسے بیان فرمایا ہے اپنے ارشاد مقدس: کتاب اللہ الخ کے ساتھ۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''احدهما اعظم من الآخر'' یکے از اں دو چیز بزرگ تر است از دیگر (اشعۃ اللّمعات 4/690)

ان دو چیزوں میں سے ایک بزرگ تر ہے دوسری سے۔

مولانا محمد قطب الدین بن محمد محی الدین رقمطراز ہیں:

''احدهما اعظم من الآخر'' ایک ان میں سے کہ وہ کتاب اللہ ہے، بڑی ہے دوسری سے کہ وہ عترت ہے جیسے کہ بیان کیا اس کو ساتھ قول اپنے کے: چھوڑتا ہوں میں کتاب اللہ کو اور وہ مانند رسی کے ہے دراز کی گئی آسمان سے طرف زمین کے اور لٹکائی گئی ہے۔ (مظاہر حق 5/152)

یہ ہے حدیث مذکور کے اس جملہ سے منشأ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ

فیضی صاحب کا حضور نبی کریم ﷺ پر افتراء اور بہتان بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

توجس نظریہ اور عقیدہ کی بنیاد ہی حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء اور بہتان پر ہے اس کے ضلالت اور گمراہی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

کیا بنو ہاشم پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم السلام کے) افضل ہیں؟

بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت، اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم اور ارشادات نبویہ کی حقانیت پر پوری طرح ایمان رکھتے ہیں اور کتاب وسنت سے جس کی جو عظمت ثابت ہے اسے بہ دل وجان تسلیم کرتے ہیں لیکن کتاب وسنت کے معانی ومفاہیم اللہ تعالیٰ ورسول کریم ﷺ کی منشأ ومراد کے مطابق تسلیم کرنا ضروری سمجھتے ہیں اپنی من مانی اور سینہ زوری ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔ اور مقام اشتباہ میں ارشاداتِ اسلاف کرام کو راہنما بناتے ہیں۔ بنو ہاشم کی جو فضیلت احادیث سے ثابت ہے وہ باعتبار خاندان اور قبیلہ کے ہے کیونکہ وہ حضور امام الانبیاء ﷺ کا خاندان اور قبیلہ ہے لہٰذا اس اعتبار سے تمام قبائل پر اسے شرف حاصل ہے اگر چہ دوسرے قبائل میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہوں، چونکہ حضور سید المرسلین ﷺ اس قبیلہ کا فرد ہیں تو قبیلہ کی حیثیت سے اشرف یہی ٹھہرا جیسا کہ فیضی صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ:

جب یہ خاندان مطلقاً روئے زمین کے تمام خاندانوں سے افضل ہے۔

(شرح اسنی المطالب، ص 72)

اوران احادیث کا یہ معنی ہر گز نہیں ہے کہ بنو ہاشم کا ہر فرد دوسرے تمام قبائل کے ہر ہر فرد سے مطلقاً افضل واعلیٰ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہر ہاشمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی افضل ہو، نعوذ باللہ من ذلک۔

جب قبیلہ کی دوسرے قبائل پر شرافت اور فضیلت مراد ہے تو ہاشمی شخص کے بارے میں یوں کہا جائے گا کہ یہ شخص اس قبیلہ اور خاندان کا فرد ہے جو تمام قبائل اور خاندانوں سے افضل ہے کیونکہ اسی خاندان اور قبیلہ سے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ لیکن فیضی صاحب انہی روایات واحادیث کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور دھاندلی کرتے ہوئے حکم افراد پر لگا رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

اور احادیث ہی کی رو سے بنو ہاشم پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم السلام کے) افضل ہیں۔ (شرح اسنی المطالب، ص 75)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے افراد پر حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد ہی نہیں ہے ورنہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا استثناء احادیث میں ہی کر دیا جاتا۔ لہٰذا بنو ہاشم کے ہر فرد کو پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے) افضل قرار دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا انکار کرنا، ان احادیث کی تحریف معنوی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے۔

فیضی صاحب کا بیان کردہ مفہوم ومعنی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ یہ قرآن کریم کی آیات محکمات اور احادیث نبویہ صحیحہ صریحہ بلکہ حدیث متواتر کے سراسر خلاف ہے۔

کیا اہل بیت کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہے؟

فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

اور بنو ہاشم سے اہل بیت کرام افضل ہیں۔ اس تصور کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلائیے کہ "احدھما اکبر من الآخر" کا کیا مطلب ہے اور اگر اہل بیت (جس میں مولی علی بھی شامل ہیں) کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہے تو پھر ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلت عظمیٰ کا مقابلہ کرسکیں؟ (شرح اسنی المطالب، ص 75)

الجواب:

ہاشمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسرے اہل بیت غیر صحابہ پر افضلیت تسلیم نہ کرنا قرآن وحدیث کا انکار کرنے کے مترادف اور سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ اور اہل بیت کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہونے کا دعویٰ کرنا اور حوالہ حدیث ثقلین جس "احدھما اکبر من الآخر" کا دینا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سراسر افتراء اور بہتان ہے کیونکہ یہ تو فیضی صاحب کی شاعری اور لسانی اور حدیث کی تحریف معنوی ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اور اس کے بعد یہ چیلنج کرنا کہ:

پھر ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلت عظمیٰ کا مقابلہ کرسکیں؟

اس میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اعظم وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم بطور خاص نشانہ ہیں اور بالعموم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ جبکہ اس چیلنج میں قرآن کریم اور صاحب قرآن حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب لازم

آتی ۔ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی جھٹلایا ہے کیونکہ حضرات شیخین کریمین وعثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا اعتراف واعتقاد اور اس کا برملا اظہار و بیان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

گزارش یہ ہے کہ حالتِ ایمان میں دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور پھر ایمان پر خاتمہ) کے برابر کوئی عمل اور کوئی نسبی شرف نہیں ہوسکتا۔ جن نفوس قدسیہ نے اللہ تعالیٰ ورسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ ان کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد میں استعمال ہونے والے ان کے گھوڑوں کی بھی قرآن کریم میں قسمیں مذکور ہیں۔ اور بالخصوص جن نفوس قدسیہ کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل زمین میں سے اپنا وزیر قرار دیا ہے اور ماسوا انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام جنتی مشائخ اور جوانوں کا سردار فرمایا ہے، جن میں تمام اہل بیت کرام اور تمام بنو ہاشم بھی داخل ہیں اور اس حدیث کے راویوں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام، اہل بیت کرام وغیر اہل بیت، بنو ہاشم وغیر بنو ہاشم کو جن کی اقتداء کرنے حکم فرمایا ہے اور جن کا افضل الامت ہونا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں منبر پر کئی بار بیان فرمایا ہے بلکہ ان کی افضلیت قطعی ماننا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب بتایا ہے اور ان پر جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فضیلت دے اسے مفتری کی حد (اسی کوڑے) لگانے کا اعلان فرمایا ہے۔ مبتدعہ انہیں للکار رہے ہیں اور چیلنج کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تو پھر ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلت عظمیٰ کا مقابلہ کر سکیں؟

اور انہیں تا قیامت ہونے والے کسی فاطمی بلکہ کسی ہاشمی کے برابر بھی نہیں سمجھتے اگر چہ علم و عمل کے میدان میں وہ تہی دامن اور صفر ہی کیوں نہ ہو۔

فقیر راقم الحروف گزارش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا کے تقاضے بھی ہیں انہیں ملحوظ رکھنا بھی لازم اور ضروری ہے۔

کیا حدیث ثقلین اور بنی ہاشم کی فضیلت والی احادیث سے افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرنے والی تمام آیات واحادیث منسوخ ہو چکی ہیں؟

کیا حدیث ثقلین اور بنو ہاشم کی فضیلت والی احادیث کا صحیح معنی ومفہوم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سمجھ نہیں آسکا؟

اس لیے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے کا اعلان فرمایا ہے؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا اہل بیت کرام قرآن کریم سے افضل ہیں؟

فیضی صاحب نے پہلے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اہل بیت کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہے۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ پھر اس پر بھی ان کی دلی تسکین نہیں ہوئی تو مزید ایک قدم آگے بڑھایا اور سرخی قائم کی:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ افضل یا قرآن؟

اس کے تحت درج ذیل تحقیق پیش کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں ایک مرتبہ یہ بحث چھڑ گئی

کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ افضل یا قرآن۔ چنانچہ ان کے ملفوظات میں ہے:

اس کے بعد حضرت اقدس نے مولوی غلام رسول سے، جو جید عالم تھے، پوچھا کہ لفظ "احدھما اعظم من الآخر" (ایک دوسرے سے زیادہ افضل ہوگا) سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: قبلہ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اعظم ہے۔ اولاد کتاب اللہ سے اور کتاب اللہ اولاد سے۔ یعنی دونوں کو عظیم الشان سمجھو۔ جس کے ساتھ تمسک کرو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ حضرت اقدس نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ ان دونوں میں سے عترت (اولاد) زیادہ اشرف ہیں۔ اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے، انا قرآن ناطق و ھذا قرآن صامت (میں بولنے والا قرآن ہوں اور یہ خاموش قرآن ہے) ظاہر ہے کہ بولنے والا قرآن خاموش قرآن سے زیادہ افضل ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت سے ہیں اور قرآن ناطق ہیں تو جو شخص ان کی مانند ہے اور اہل بیت سے ہے تو وہ بھی قرآن ناطق ہے اور اس قرآن صامت سے زیادہ افضل و اشرف ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کتاب اللہ سے زیادہ افضل و اشرف ہے۔ لہٰذا لفظ "احدھما" سے مراد عترت (اولاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مذکور نے عرض کیا قبلہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام صفات اللہ میں سے صفت ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا قرآن مجید سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے موزوں نظر نہیں آتا۔ حضرت اقدس نے دوبارہ متبسم ہو کر فرمایا کہ قرآن شریف ایک صفت الٰہی ہے جملہ صفات میں سے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہیں پس لازماً وہ جامع ہے تمام صفات الٰہی

کا افضل و اعظم ہے ایک صفت سے خصوصاً جب صفت کلام بھی بدرجہ اولیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اور یہ قرآن صامت ہے۔ (مقابیس المجالس، ص 933-934)

وضاحت:

ہر چند کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد احقر کی عقل سے ماوراء ہے، تاہم خواجہ صاحب اس فکر میں منفرد نہیں کیونکہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ بھی یہی ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں سے متاثر ہیں۔ اس لئے کہ شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "کان خلقه القرآن" (قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق ہے) کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلام الٰہی کی طرح سراپا صفت الٰہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"فمن اراد ان یری رسول الله ﷺ ممن لم یدرکه من امته فلینظر الی القرآن فاذا نظر فیه فلا فرق بین النظر الیه و بین النظر الی رسول الله ﷺ فکأن القرآن انتشأ صورة جسدیة یقال لها محمد بن عبدالله بن عبد المطلب والقرآن کلام الله و هو صفته فکان محمد صفة الحق تعالیٰ بجملته۔"

پس آپ کا وہ امتی جس نے آپ کو نہیں دیکھا اگر وہ چاہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرے تو وہ قرآن کو دیکھے۔ پس جب وہ قرآن میں غور کرے گا تو اسے قرآن کو دیکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ گویا اگر قرآن صورت حسی اپنائے تو اسے کہا جائے گا محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب۔ قرآن اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حق کی سراپا صفت ہیں۔

(الفتوحات المکیۃ لابن عربی، ج7 ص109، وطبعۃ اُخری، ج7 ص89)

دوسری طرف نبی کریم ﷺ نے مولیٰ علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا کہ "علی مجھ سے اور میں اس سے ہوں" اور کبھی علی و فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب ہی کی شان میں فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، چنانچہ ایک طویل حدیث کے دعائیہ الفاظ میں یہ جملہ بھی آیا ہے: اللھم انھم منی وانا منھم اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (تا) نبی کریم ﷺ تو "من اللہ نور" وغیرہا آیات واحادیث کی روشنی میں مظہر خدا ہیں ہی اور مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اہل کساء علیہم السلام مظہر مصطفیٰ ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ صفت سے موصوف کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور نبی کریم ﷺ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا آپ بلاواسطہ سراپا صفتِ خدا ہیں اور سیدنا علی اور دوسرے اہل کساء رضی اللہ عنہم بالواسطہ صفت خدا ہیں۔ لہٰذا اغلب یہ ہے کہ ایسے ہی دلائل کے پیش نظر خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سراپا صفت خدا قرار دیا ہوگا۔ واللہ اعلم

(شرح اسنی المطالب، ص76-77-78)

فیضی صاحب کے پیش کردہ عقائد و دلائل کا منصفانہ جائزہ

عبارت منقولہ میں فیضی صاحب نے جو نظریہ مقابیس المجالس سے پیش کیا ہے وضاحت کے تحت اگرچہ ایک فقرہ یہ لکھ دیا ہے کہ: "ہر چند کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد احقر کی عقل سے ماوراء ہے"۔

لیکن اس کے بعد بحیثیت محقق اس نظریہ کی پوری تحقیق کی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ بھی یہی ہے اور پھر بطور

ثبوت حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کی ایک عبارت پیش کی ہے اس کے بعد مزید تحقیق کرتے ہوئے اس نظریہ اور عقیدہ کا حق ہونا بزعم خود قرآن وحدیث سے ثابت کر دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے:

لٰہذا اغلب یہ ہے کہ ایسے ہی دلائل کے پیش نظر خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سراپا صفت خدا قرار دیا ہوگا۔

نیز دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

ملفوظ اور تصنیف وتالیف میں فرق: واضح رہے کہ مقابیس المجالس، ملفوظات کا مجموعہ ہے اس کا سابقہ نام ''اشارات فریدی'' ہے (تا) اور اہل تحقیق علماء کرام کا اتفاق ہے کہ بزرگانِ دین کے ملفوظات پر بلا تحقیق اعتماد کرنا درست نہیں، اس لیے کہ ملفوظ اور تصنیف وتالیف میں واضح فرق ہوتا ہے۔ (شرح اسنی المطالب، ص 113)

جب مقابیس المجالس سے پیش کردہ نظریہ کی فیضی صاحب نے خوب تحقیق کر لی ہے اور بزعم خود وہی عقیدہ فتوحات مکیہ سے بھی ثابت کیا ہے جبکہ وہ ملفوظات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ مستقل تصنیف ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہونے کا دعویٰ کیا ہے انہوں نے اس نظریہ کی تردید نہیں کی بلکہ بزعم خود اسے مبرہن اور مدلل کیا ہے تو اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فیضی صاحب تو محض ناقل ہیں بلکہ وہ اس عقیدہ سے پوری طرح متفق ہیں اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے بالاہتمام سرخی قائم کر کے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

تحقیق مذکور میں کونسے عقائد ونظریات کی تبلیغ کی گئی ہے؟

مذکورہ گزارشات کے بعد مقابیس المجالس کی عبارت منقولہ دوبارہ ملاحظہ کرلیں تاکہ واضح ہوجائے کہ فیضی صاحب کونسے عقائد ونظریات کی تبلیغ کررہے ہیں۔

کتاب مذکور میں پیش کردہ نظریات:

(1) حدیث مذکور کے جملہ: ''احدھما اعظم من الآخر'' کا ایک معنی یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اعظم ہے اولادرسول ﷺ، کتاب اللہ سے اور کتاب اللہ، اولاد سے۔

(2) پہلے معنی سے بھی ترقی کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیت قرآن ناطق ہیں اور قرآن ناطق، قرآن صامت (خاموش) سے افضل ہے پس آنحضرت ﷺ کی اولاد کتاب اللہ سے زیادہ افضل واشرف ہے لہذا لفظ ''احدھما'' سے مرادعترت (اولاد) رسول ﷺ ہے۔

الجواب:

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ حدیث مذکور کی یہ تحریف معنوی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ پر افتراء اور بہتان ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہیں پس لازماً وہ جامع ہیں تمام صفات الٰہی کے، اس لیے وہ قرآن کریم سے افضل واعظم ہیں۔

الجواب:

(الف) فقیر راقم الحروف کہتا ہے اس نظریہ کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس لیے کہ ''تخلقوا باخلاق اللہ'' امرِ آخر ہے مذکور دعویٰ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز جن صفات الٰہیہ کا بندہ مظہر ہوسکتا ہے ان کا مظہر ہونا اور بات ہے اور تمام صفاتِ الٰہیہ حقیقی طور پر بندے کے وجود میں ماننا اور بات ہے۔ جبکہ عبارت منقولہ میں یہی نظریہ پیش کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے حقیقی صفت کلام الٰہی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل و اعظم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ یہ استدلال کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہیں پس لازماً جو جامع ہے تمام صفات الٰہی کا افضل و اعظم ہے ایک صفت سے خصوصاً جبکہ صفت کلام بھی بدرجہ اولیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود میں موجود ہے تا آخر۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صفات الٰہیہ جیسا کہ وہ صفات الٰہیہ ہیں بعینہ اسی شان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مانی جا رہی ہیں اور انہیں تمام صفات الٰہیہ کا جامع تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو ایک صفتِ حق تعالیٰ سے انہیں افضل و اعظم قرار دیا ہے۔ جبکہ صفاتِ باری تعالیٰ جیسا کہ وہ اس کی صفات ہیں مخلوق میں سے کسی میں انہیں موجود ماننا ازروئے شرع قطعی طور پر باطل ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے نہ ہی علمائے شریعت کے نزدیک اور نہ ہی علمائے طریقت کے نزدیک، چہ جائیکہ کسی کو تمام صفات الٰہی کا جامع قرار دینا۔

(ب) مقابیس المجالس میں پیش کردہ نظریہ اور استدلال کو درست ماننے کی صورت میں تو صرف کلام الٰہی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افضل و اعظم ہونے کی تخصیص کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ الگ الگ ہر ایک صفت الٰہی بلکہ کسی ایک صفت کا استثناء کر کے باقی تمام صفات الٰہیہ کے مجموعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا افضل و اعظم ہونا لازم آئے گا۔

(ج) تمام صفات الٰہیہ میں الوہیت ،واجب الوجود اور خالق وقدیم بھی ہے۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہیں اور وہ جامع ہیں تمام صفاتِ باری تعالیٰ کے، پھر تو صفات مذکورہ کا ان میں موجود ہونا بھی لازم ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ تمام صفاتِ الٰہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں موجود ہونے اور تمام صفاتِ الٰہی کا جامع ہونے کے دعویٰ، اور بغضِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرض میں مبتلا فرقے کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی منافق کے دعوی:

”اعلموا ان علیا ھو الالہ ولا الہ الا ھو“۔(تحفہ اثنا عشریۃ،ص4)

یقینی طور پر جان لو کہ علی ہی الٰہ اور معبود ہے اور علی کے سوا کوئی معبود نہیں۔،،

میں کیا فرق ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: ملفوظات کی کتب میں بے احتیاطی کا حال اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے تو اس روایتی بے احتیاطی کا مظاہرہ یہاں بھی کیا گیا ہے۔ کتب ملفوظات سے صرف وہی کچھ قابل اعتبار ہے جو مذہب اہل سنت اور عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔کتبِ ملفوظات، بیانِ عقائد میں مدار نہیں ہیں مگر شرط مذکور کے ساتھ ان کے مندرجات مقبول ہوں گے۔صاحبِ ملفوظات نے کیا کہا؟ آیا کہ مرتب نے اس کو صحیح سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔اس بارے میں جزمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔البتہ فقیر یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہے کہ عبارت منقولہ میں جو نظریات پیش کیے گئے ہیں اسلام میں ان کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

جبکہ جناب فیضی صاحب فرماتے ہیں:” تاہم خواجہ صاحب اس فکر میں

منفرد نہیں کیونکہ شیخ اکبر محیی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی ہے،، تا آخر۔

(شرح اسنی المطالب، ص 77)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك۔ کیا شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا یہ عقیدہ ہے کہ: تمام صفاتِ الٰہیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں اور وہ جامع ہیں تمام صفاتِ باری تعالیٰ کے اور قرآن کریم سے افضل و اعظم ہیں اور ایسے ہی تمام اہل بیت قرآن ناطق ہیں اور کتاب اللہ سے افضل و اشرف ہیں؟ اتنی بڑی غلط بیانی

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان

فیضی صاحب نے مقابیس المجالس والا نظریہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے کھاتے میں ڈال کر بطور ثبوت ان کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں یہ مضمون صراحتاً تو درکنار اشارۃً یا کنایۃً بھی نہیں ہے۔

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت منقولہ: فمن اراد الخ، کا حاصل یہ ہے کہ: حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس زمانہ نہ پانے کی وجہ سے آپ سے شرفِ ملاقات حاصل نہیں کیا اور آپ کا دیدار نہیں کر سکا وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہے تو وہ قرآن کریم کی زیارت کرے پھر جب وہ قرآن کریم میں نظر اور غور وفکر کرے گا تو قرآن کریم کی زیارت کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ گویا قرآن کریم صورت جسمیہ میں جلوہ افروز ہوا ہے جسے (حضرت) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا جاتا ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، پس (حضور) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق تعالیٰ کی

سراپا صفت ہیں۔،،

جناب فیضی صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا حاصل آپ ملاحظہ فرما چکے۔ جبکہ عبارت مذکورہ کے بعد حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

فمن یطع الرسل فقد اطاع اللہ لانہ لاینطق عن الھویٰ فھو لسان حق الخ۔ (الفتوحات المکیۃ 109/7)

نوٹ: فتوحات مکیہ میں اس جگہ ''فمن یطع الرسل'' ہے۔

پس جس نے رسل کرام کی فرمانبرداری کی تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے پس آپ ﷺ لسانِ حق ہیں۔،،

اس عبارت سے خوب واضح ہوگیا کہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سراپا صفتِ حق تعالیٰ قرار دیا ہے تو اس وجہ سے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ساتھ بولتے ہیں پس آپ ﷺ لسانِ حق ہیں بایں معنی کہ آپ کے ذریعہ اور واسطہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کا کلام پاک آپ کی امت تک پہنچا ہے۔،،

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا کلام کس قدر واضح اور پُر مغز ہے انہوں نے تو حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات اقدس میں بھی تمام صفات الٰہی موجود ہونے اور آپ کے تمام صفات الٰہیہ کا جامع ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس قسم کا مضمون ہی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا قرآن کریم سے موازنہ

اور مفاضلہ کیا ہے چہ جائیکہ آپ کو قرآن کریم سے افضل و اعظم یا آپ کی تمام اولاد کو کتاب اللہ سے افضل و اشرف کہیں جبکہ پہلی عبارت کی تصریحات بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو حضور نبی کریم ﷺ کے منصب رسالت پر فائز ہونے کے حوالہ سے آپ کی ایک عظمت اور شان بیان فرمائی ہے۔ جبکہ فیضی صاحب نے انہیں جو انعام دیا ہے وہ بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

عبارتِ شیخ اکبر اور فیضی صاحب کی بالغ نظری

یہ بات تسلیم ہے کہ لفظی ترجمہ کرنا مصنفین کا مقصود نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات لفظی ترجمہ سے مراد واضح کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات سلاست باقی نہیں رہتی لیکن مترجم اگر اصل عبارت کا مفہوم و مضمون ہی تبدیل کر دے تو اسے بہر حال مترجم کی غلطی شمار کیا جائے گا جبکہ یہاں بھی ایسی ہی صورتِ حال ہے کیونکہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ العزیز کی عبارت: فاذا نظر فیہ فلا فرق بین النظر الیہ و بین النظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکأن القرآن انتشأ صورۃ جسدیۃ یقال لھا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، کے سمجھنے میں فیضی صاحب نے غلطی کی ہے اس لئے کہ پہلے جملہ کا ترجمہ درج ذیل کیا ہے:

"پس جب وہ قرآن میں غور کرے گا تو اسے قرآن کو دیکھنے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آئے گا"۔ (شرح اسنی المطالب)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے جب اس امتی نے تو حضور نبی کریم ﷺ کی

زیارت ہی نہیں کی ہوئی البتہ زیارت کا مشتاق ہے اور حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے زیارت کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے:

''فلینظر الی القرآن'' کہ اسے قرآن کریم کو دیکھ لینا چاہیے۔

تو اب ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ: جب وہ قرآن میں غور کرے گا تو اسے قرآن کو دیکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آئے گا، ایک غیر معقول بات ہے کیونکہ یہ کہنا تو اس صورت میں درست ہوتا جب اس شخص نے قرآن کریم کی زیارت اور اس میں غور کرنے سے پہلے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوتا اور اب قرآن کریم کی زیارت کے بعد دونوں میں فرق نہ پاتا۔

گزارش یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے تو یہ فرمایا ہے کہ:

جب وہ امتی قرآن کریم میں نظر کرے گا تو قرآن کریم کی طرف نظر کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر کرنے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

(لہٰذا اسے یہ تصور کر لینا چاہیے کہ گویا میں نے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر لیا ہے)

یہ نہیں فرمایا کہ اسے قرآن کو دیکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔

''فکأن القرآن انتشأ صورۃ جسدیۃ یقال لھا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب''، کے سمجھنے میں بھی فیضی صاحب نے غلطی کی ہے اس لیے کہ اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل لکھا ہے:

گویا اگر قرآن صورت حسی اپنائے تو اسے کہا جائے گا محمد بن عبداللہ بن

عبدالمطلب۔ (شرح اسنی المطالب)

فقیر کہتا ہے کہ یہ خطا فاحش ہے، اس لیے کہ فیضی صاحب نے ''انتشأ صورة جسدية'' میں ''ان'' حرف شرط سمجھا ہے جس پر دلیل ان کا ترجمہ ہے۔ اگر قرآن صورت حسی اپنائے، تا آخر۔

گزارش یہ ہے کہ اگر یہ ''ان'' شرطیہ ہے تو پھر اس کے بعد ''تشأ'' باقی رہ جائے گا۔ کیا یہ مادہ لغت عرب میں مستعمل ہے؟ اگر ہے تو اس کا معنی کیا ہے؟ اور لائق اعتماد کتب لغات سے تصریح بھی درج کردی جائے تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔ نیز ''انتشأ صورة جسدية'' الخ اگر یہ قضیہ شرطیہ ہے تو شرطیہ کے صدق کے لیے شرط کا بالفعل تحقق اور ثبوت تو درکنار اس کا ممکن ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ تو اس صورت میں نظرین کے درمیان بالفعل فرق نہ ہونے کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

اور اگر کہا جائے کہ بالفعل فرق نہ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ شرط کے پائے جانے کی تقدیر پر حکم ہے۔ تو جواباً گزارش یہ ہے کہ پھر تو حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا اچھا طریقہ تعلیم فرمایا۔ نیز ''ان'' شرطیہ کو نفس کلمہ میں ضم کر کے لکھنا بھی رائج عربی رسم الخط کے خلاف ہے۔

گزارش یہ ہے کہ ''انتشأ'' میں نون نفس کلمہ کا ہے اور یہ باب افتعال سے ماضی کا صیغہ ہے اور حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نے یہ حکم موقوف اور معلق نہیں کیا کہ: اگر قرآن صورت حسی اپنائے تو اسے کہا جائے گا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ بلکہ انہوں نے فرمایا ہے: فكأن القرآن انتشأَ صورة جسدية الخ

یعنی یہ ماضی میں واقع ہو چکا ہے کہ گویا قرآن کریم صورت جسمیہ میں جلوہ افروز ہوا ہے جسے حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے۔

(لہٰذا قرآن کریم کی زیارت کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے)۔

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ مشائخ کرام کی ایسی واضح عبارات بھی پوری طرح نہ سمجھ سکیں وہ بشمول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام علمائے اہل سنت کی تجہیل میں مصروف ہیں اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھے ہوئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہیہ موجود ہونے پر انوکھا استدلال

جناب فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو "من اللہ نور" وغیرہا آیات واحادیث کی روشنی میں مظہر خدا ہیں ہی اور مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اہل کساء علیہم السلام مظہر مصطفیٰ ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ صفت سے موصوف کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا آپ بلا واسطہ سراپا صفتِ خدا ہیں اور سیدنا علی اور دوسرے اہل کساء رضی اللہ عنہم بالواسطہ صفتِ خدا ہیں۔لہٰذا اغلب یہ ہے کہ ایسے ہی دلائل کے پیش نظر خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو سراپا صفت خدا قرار دیا ہوگا۔واللہ اعلم۔ (شرح اسنی المطالب، ص78)

الجواب:

اقول: لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ اتنی بڑی دھاندلی اور دھوکا دہی۔ کیا مقابیس المجالس کی عبارت مذکورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سراپا صفتِ خدا قرار دیا گیا ہے بایں معنی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو آپ مظہر خدا اور بلا واسطہ سراپا صفتِ خدا ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بالواسطہ صفتِ خدا ہیں، یا حقیقی طور پر تمام صفات الٰہی کا جامع قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے انہیں قرآن کریم سے بھی افضل واعظم قرار دیا ہے؟

اگر یہی تحقیق اور انصاف ہے تو پھر تلبیس اور ناانصافی کس چیز کا نام ہے؟ گزارش یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہی موجود ہونا اور ان کا صفاتِ باری تعالیٰ کے لئے جامع ہونا اور قرآن کریم سے افضل و اعظم ہونا اور ایسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کا قرآن کریم سے افضل واشرف ہونا۔ یہ سب ایسے دعاوی ہیں کہ ایک فیضی صاحب کیا تمام دنیا سے اپنے ہم خیال بھی جمع کرلیں تو ان کو ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ اسلام میں ان اُمور کی گنجائش ہی نہیں ہے اور حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز اس عقیدہ سے بری ہیں۔ فیضی صاحب کا ان پر یہ فیضان، سراسر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہیہ موجود ماننے کے مفاسد کا بیان گزر چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم سے افضل واعظم واشرف ماننے والوں سے استفسار

قرآن کریم کی جو صفات اس پاک کتاب قرآن کریم ہی میں مذکور ہیں:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ج فِيْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ (البقرۃ 2:2)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۔ (البقرۃ 2:185)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ۔ (الاسراء 17:9)

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(الاسراء 17:82)

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ۔ (حم السجدۃ 41:44)

یہ پاک کتاب متقین کے لیے ہادی ہے۔تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

یہ قرآن سب سے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

مؤمنین کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔

کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تاقیامت ہونے والی تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی قرآن کریم ہادی، شفاء اور رحمت ہے یا نہیں؟

کیا یہ حضرات نفس ایمان اور اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ وحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کے لیے اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں قرآن کریم کی ہدایات کے محتاج

ہیں یانہیں؟

حدیث نبوی: عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اقرءوا القرآن فانه یاتی یوم القیامة شفیعاً لاصحابه۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ، ص184)

کیا ''اقرءوا القرآن'' کے خطاب میں بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تا قیامت ہونے والے تمام اہل بیت بھی داخل ہیں یانہیں؟

کیا قراءتِ قرآن کی صورت میں قرآن کریم اہل بیت کی شفاعت کرے گا یانہیں؟

کیا مومن ہونے کے لیے دوسرے تمام اہل ایمان کی طرح تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت بھی قرآن کریم پر ایمان لانے کے پابند ہیں یانہیں؟

جب قرآن کریم تمام اہل بیت کرام کے لیے بھی ہادی اور شفاء ورحمت اور شفیع اور ذریعہ ایمان ہے تو پھر اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ اہل بیت کا قرآن کریم کے ساتھ ہی موازنہ اور مفاضلہ شروع کر دیا ہے اور پھر کچھ روایات کی تحریف معنوی کر کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم ہی سے افضل واعظم واشرف بتایا جارہا ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ تو بتادیا جائے کہ اہل سنت کو کیا بنانا چاہتے ہیں؟

فقیر راقم الحروف پورے وثوق سے کہتا ہے کہ اگر یہ غلو اور افراط حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں معرض وجود میں آجاتا تو آپ کی طرف سے کم از کم مفتری کی حد کی صورت میں سزا کا اعلان ضرور کیا جاتا۔

جب دوسرے اہل ایمان کی طرح تمام اہل بیت بھی ہر لمحہ قرآن کریم کے انوار و معارف اور ہدایات کے ضرورت مند ہیں اور ان پر بھی قرآن کریم کی تعظیم فرض ہے تو کیا افضل پر مفضول کی تعظیم فرض ہوتی ہے؟

کیا یہ اعزاز کچھ کم ہے کہ قرآن کریم جیسا صحیفہ ہدایت پوری امت کو عطا کیا گیا ہے؟ اور خدانخواستہ اگر تفضیلیہ کے نزدیک امور مذکورہ میں اہل بیت مستثنیٰ ہیں تو پھر گزارش یہ ہے کہ اپنا یہ نیا اسلام اپنے پاس ہی رکھیں امت مسلمہ کو گمراہ نہ کریں۔ کیونکہ جب پہلے نظریہ کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور سراسر گمراہی ہے تو آخری اس سے بھی سنگین ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ثبوت قرآن کریم سے

وباللہ التوفیق:

قرآن وحدیث کی نصوص سے یہ حقیقت نہ یہ کہ صرف ثابت ہے بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت مقدسہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انس وجن سے افضل ہے۔ اس لیے کہ تمام امتوں سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام افضل ہے اور تمام امت محمدیہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین افضل ہیں۔

باقی تمام اُمت مسلمہ پر افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطعیاتِ اسلام سے ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ چند آیات واحادیث اور اجماع

امت کی تصریح سپرد قلم کی جاتی ہے۔

آیات قرآنیہ:

وقال اللہ تعالیٰ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (الفتح:29)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھی ہیں کافروں پر بڑے سخت، آپس میں بڑے نرم دل ہیں (اے مخاطب) تو انہیں دیکھتا ہے رکوع کرتے سجدہ کرتے ہوئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر سے یہ ان کا حال تورات میں ہے اور ان کا حال انجیل میں ایک کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی تو اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کاشتکاروں کو اچھی لگتی ہے تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کے دل جلائے اللہ نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنیوالوں سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

(الانفال:۷۴)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے (بے گھروں کو) ٹھکانا دیا اور (ان کی) مدد کی وہی سچے ایمان دار ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۱۸

(الفتح: 18)

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرما دیا اور انہیں بہت قریب آنے والی فتح کا انعام دیا

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۱۰۰

(التوبة: 100)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جنہوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کیلئے جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ابد تک ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ
اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٩

(الحشر :8-9)

(یہ مال) فقرا، مہاجرین کے لئے (بھی) ہیں جو اپنے گھروں اور اپنے مال وجائیداد سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے اور اللہ اوراس کے رسول کی مددکرتے ہیں وہی سچے ہیں۔اور (ان کیلئے بھی) جولوگ مہاجرین (کے آنے) سے پہلے (ہی) دارالہجرۃ اور دارالایمان (مدینہ طیبہ) میں مقیم ہوگئے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو دوست رکھتے ہیں اوراپنے دلوں میں کوئی طلب نہیں پاتے اس چیز کی جوان (مہاجرین) کو دی گئی اوروہ (دوسروں) کواپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہواور جواپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا تووہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران:110)

تم بہترین امت ہوان سب امتوں میں جولوگوں کیلئے ظاہر کی گئیں تم بھلائی کاحکم دیتے ہواور برائی سے روکتے ہواورایمان رکھتے ہواللہ پر۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ
يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرة:143)

اور (اے مسلمانو جس طرح ہم نے تمہیں قبلہ بتایا) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول، (خاص) تم پر گواہ ہوں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (الحدید: 10)

(اے مسلمانو) برابر نہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے خرچ کیا فتح (مکہ) سے پہلے اور قتال کیا وہ لوگ ان مسلمانوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کئے اور (دشمنوں سے) لڑے اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

(الانبیاء: 101)

بیشک جن کیلئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (النمل: 59)

(اے حبیب) آپ فرمائیں سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾

(الانفال: 64)

اے (بلند رتبہ انسان مبعوث من اللہ ہو کر غیب کی خبریں دینے والے) نبی کافی ہے آپ کو اللہ اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کی پیروی کی ایمان والوں میں سے۔

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝٥ (العادیات 1 تا 5)

قسم ان (گھوڑوں) کی جو (میدان جہاد میں) تیزی سے دوڑتے ہیں زور سے ہانپتے ہوئے (۱) پھر سم مار کر پھتر سے چنگاریاں اڑاتے ہیں (۲) پھر صبح کے وقت (دشمن پر) حملہ کرتے ہیں (۳) پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں (۴) پھر اسی وقت دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں (۵)

و غیرھا من الآیات الکثیرۃ:

ان آیات مقدسہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایسی عظمتیں اور شانیں بیان فرمائی گئی ہیں کہ ان پر اطلاع اور آگاہی کے بعد حضرات صحابہ کرام کے باقی تمام اُمت مصطفویہ سے افضل ہونے میں کسی بھی مخلص مسلمان کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

اگر صرف اسی پر غور کرلیا جائے کہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور معیت میسر آجانا ہی اتنا بڑا اعزاز اور عنداللہ عزت وکرامت کا ذریعہ ہے جس کے برابر کوئی عمل اور کوئی نسبی شرف نہیں ہوسکتا، پھر وہی نفوس قدسیہ حاملین شریعت اور ناشرین دین متین ہیں انہی کے توسل سے قرآن کریم واحادیث نبویہ سے بعد والی امت فیض حاصل کررہی ہے اور کرتی رہے گی۔ انہی نفوس قدسیہ نے مشرق ومغرب

میں اسلام پھیلایا اور کفر مٹایا، اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برابر کون ہوسکتا ہے؟

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اپنی حسنات جن کا ذکر اور ان کی مقبولیت کا بیان آیات مذکورہ وغیرہا من الآیات والاحادیث الکثیرۃ میں فرمایا گیا ہے اور عنداللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور وجاہت تو ہے ہی، باقی تمام امت مسلمہ اپنے تمام اعمال صالحہ پر جو اجر وثواب اور عنداللہ تعالیٰ عزت وکرامت پائے گی تو فرمان رسول کریم ﷺ

من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، ص 33)

کی رو سے اس کے برابر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نوازا جائے گا جو خیر اور بھلائی پر باقی ساری امت کے راہنما ہیں اور عنداللہ تعالیٰ جو عزت وکرامت اور وجاہت انہیں حاصل ہے آیات مذکورہ بالا سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم کے ارشاد مقدس کے مطابق پہلی آسمانی کتب توراۃ وانجیل میں بھی ان کی عظمت کا بیان فرمایا گیا ہے۔ ان کے سراپا اخلاص کی مولیٰ کریم جل وعلا نے تصدیق فرمائی ہے ان کے لیے بے شمار انعامات کے وعدے ہیں۔ ان کے لیے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے بلکہ سابقین اولین حضرات مہاجرین وانصار کی اتباع کرنے والوں کے لئے بھی اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔

انہیں دین متین اور حضور رسول کریم ﷺ کا جان نثار اور مددگار بنایا ہے۔ ان کی ساری قربانیوں سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا حاصل کرنا بتایا ہے۔ ان کے ایثار کی انوکھی شان بیان فرمائی ہے۔ خیرِ امت اور امتِ وسط کا اولین مصداق

اور سب سے اعلیٰ افراد وہی نفوس قدسیہ ہیں۔ان سب کا جہنم سے دور رکھا جانا اور جنتی ہونا بموجب ''اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ،،(الانبیاء : 101/21) ''وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى ،، (الحدید: 57/ 10) قطعی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے لیے چن لیا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام ہونے کی وجہ سے انہیں اتنا عظیم بنا دیا کہ جہاد میں استعمال ہونے والے ان کے گھوڑوں کی بھی قرآن کریم میں قسم ذکر فرمائی ہے۔

اور وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے اور جہاد وقتال کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان کا درجہ تو اتنا بلند ہے کہ فتح مکہ کے بعد مال خرچ کرنے اور جہاد وقتال کرنے والے حضرات صحابہ کرام بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰى:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى۔

(الحدید: 10)

اس آیت مبارکہ میں کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے لہٰذا فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے اور قتال وجہاد کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بیشک وہ بنو ہاشم اور اہل بیت کرام ہی سے کیوں نہ ہوں) سے ان تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ومقام نہ یہ کہ صرف عظیم ہے بلکہ اعظم (بڑا عظیم) ہے جنہیں فتح مکہ سے پہلے قتال وجہاد اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

حفظِ مراتب کے بیان میں ضروری وضاحت

حضرات اولادرسول ﷺ کے شرف نسب اور تمام بنو ہاشم کی خاندانی شرافت وفضیلت کا انکار کوئی صحیح العقیدہ مسلمان نہیں کرسکتا لیکن جہاں تک عند اللہ تعالیٰ عزت وکرامت اور مرتبہ ومقام اور درجہ کی بلندی کا تعلق ہے تو اس کی جو وضاحت آیت مذکورہ میں کردی گئی ہے اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ ہاشمی حضرات جنہیں صحابیت کا شرف تو حاصل ہے لیکن فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے اور قتال وجہاد کرنے کی سعادت انہیں حاصل نہیں ہوئی، تو فتح مکہ سے پہلے اس سعادت کو حاصل کرلینے والے تمام صحابہ کرام کا مذکورہ ہاشمی حضرات سے افضل ہونا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کا مرتبہ ومقام اعظم ہونا مذکورہ بالا آیت محکمہ سے ثابت اور قطعیاتِ اسلام سے ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ ورنہ قرآن کریم پر ایمان نہیں ہوگا کیونکہ کتاب اللہ کے بعض کا انکار پوری کتاب کے انکار کے مترادف ہے۔

نیز جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح مکہ کے بعد بھی حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں قتال وجہاد اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی (بیشک عہد نبوی کے بعد انہوں نے بڑا جہاد کیا ہو اور کثیر اموال فی سبیل اللہ خرچ کیے ہوں) اگرچہ وہ اہل بیت کرام کے نفوس قدسیہ ہی سے کیوں نہ ہوں، ان تمام حضرات سے حضرات سابقین صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا عند اللہ تعالیٰ افضل واعظم ہونا بدرجہ اَولیٰ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا اپنی تمام اولاد سے اور حضرت فاطمہ زہراء اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی باقی تمام اولاد سے افضل ہونا قطعی اور یقینی ہے اور ایسے ہی باقی تمام ہاشمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تا قیامت ہونے والے غیر صحابہ بنو ہاشم سے افضل ہونا بھی قطعی ہے۔ تو جب فتح مکہ سے پہلے قتال و جہاد اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے والے تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت مذکورہ کے حکم کے مطابق حضرات حسنین کریمین و دیگر ہاشمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو فتح مکہ سے پہلے قتال و جہاد اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہیں کر سکے سے قطعی اور یقینی طور پر افضل واعظم ہیں تو ان حضرات کا غیر صحابہ دیگر تمام اولادِ فاطمہ زہراء و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما و غیر صحابہ دیگر تمام بنو ہاشم سے افضل واعظم ہونا بدرجہ اولیٰ قطعی اور یقینی ہے

جیسا کہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باقی تمام امت سے افضل واعظم ہونا بھی قطعی اور یقینی ہے۔ جبکہ باقی صحابہ کرام کا بعد والی تمام امت سے افضل واعظم ہونا بھی قطعیاتِ اسلام سے ہے۔

لیکن صاحبِ زبدہ شاہ عبدالقادر صاحب اور قاری ظہور احمد فیضی صاحب (آیت مذکورہ قطعی الدلالت میں بیان کردہ) اس قرآنی فیصلہ کے برعکس بعض روایات کی تحریف معنوی کر کے اور بعض موضوع اور جعلی روایات کی بنیاد پر اس عقیدہ کی تبلیغ کر رہے ہیں کہ غیر ہاشمی تمام صحابہ کرام سے تا قیامت ہونے والے تمام بنو ہاشم افضل ہیں اور بنو ہاشم میں سے تا قیامت ہونے والی اولادِ فاطمہ زہراء و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما افضل ہے۔ تا آخر۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

خواہش نفس کی کیسی پیروی ہے؟ کہ خود احکم الحاکمین سبحانہ وتعالیٰ نے تصریح

فرمادی ہے کہ میرے حضور عظیم تر درجہ اور مرتبہ والے کون نفوس قدسیہ ہیں۔

جبکہ یہ بات بھی کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون افضل ہے اور مرتبہ ومقام ودرجہ کس کا اعظم ہے۔

اس حقیقت کا علم ذات باری تعالیٰ کے برابر کسی کو نہیں ہوسکتا اور اس نے اپنی لاریب کتاب میں اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح فرما دیا ہے اس کے باوجود یہ دونوں بہادران تمام نفوس قدسیہ کا مرتبہ ومقام کسی غیر صحابی ہاشمی کے برابر تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں چہ جائیکہ کسی فاطمی کے برابر مانیں۔اور پھر اس بدعقیدگی اور گمراہی کا نام سنیت رکھ دیا ہے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ثبوت احادیث نبویہ سے

(1) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ۔الحدیث۔ (صحیح البخاری مع فتح الباری 3/7)

والمراد بقرن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الحدیث الصحابۃ۔"

(فتح الباری 6/7)

"حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں (رضی اللہ عنہم) پھر وہ لوگ جو اس سے متصل ہیں (یعنی تابعین) پھر جو ان سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعین)۔

(2) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ الحدیث۔،، (صحیح البخاری مع الفتح 3/7)

،، بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ماسوا حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے) تمام لوگوں سے افضل میرے صحابہ ہیں (رضی اللہ عنہم) پھر ان کے بعد تمام لوگوں سے افضل وہ لوگ ہیں جو ان (صحابہ کرام) سے متصل ہیں (تابعین) پھر ان کے بعد تمام لوگوں سے افضل وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعین)۔،،

اس حدیث مبارک کو حضرت امام احمد حضرت امام مسلم حضرت امام ترمذی حضرت امام طبرانی وغیرہم محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

،، و تواتر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قولہ: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم۔،، (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 165/1)

،، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔،،

فخر المتکلمین حضرت علامہ محمد عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

،، والمتواتر یفید العلم القطعی الضروری معنویا او لفظیا۔،،

(نبراس، ص 375)

اور حدیث متواتر علم قطعی ضروری کا فائدہ دیتی ہے، تواتر معنوی ہو یا لفظی ہو،

جب ''خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم '' حدیث متواتر ہے اور حدیث متواتر علم قطعی ضروری و بدیہی کا فائدہ دیتی ہے اس میں قطعیت اور یقین کے حصول کے لیے نظر و استدلال کی بھی حاجت اور ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باقی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات (جن میں غیر صحابہ بنو ہاشم بھی داخل ہیں) سے افضل ہونا قطعی اور یقینی ہے عند اللہ تعالیٰ عزت و کرامت اور مرتبہ و مقام حضرات صحابہ کرم رضی اللہ عنہم کا اعلیٰ اور بلند ترین ہے اگرچہ غیر ہاشمی صحابہ کرام پر اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف نسب اور تمام بنو ہاشم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلہ اور خاندان سے ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ لیکن یہ عند اللہ تعالیٰ افضلیت مطلقہ کا موجب نہیں ہے مدارِ افضلیت کے تعین میں قرآن و حدیث کی اتباع لازم ہے یہاں خواہشِ نفس کی پیروی کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی دھاندلی اور دھوکا دہی سے حقائق تبدیل ہو سکتے ہیں۔ وللہ الحمد

(3) شیخ الاسلام حافظ الحدیث احمد بن علی بن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''وروی البزار فی مسندہ بسند رجالہ موثقون من حدیث سعید بن المسیب، عن جابر، قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین۔'' (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 1/165)

''امام بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسند میں ایسی سند کے ساتھ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو سوائے نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ثقلین (تمام انس وجن) پر چن لیا ہے۔''

اس حدیث مبارک میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ماسوا حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام انسانوں اور جنات سے افضل اور برگزیدہ وپسندیدہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

ثقلین میں غیر صحابہ تمام بنو ہاشم بھی داخل ہیں فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حضور، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات سے بھی افضل، برگزیدہ اور پسندیدہ ہیں۔ وللہ الحمد

حضرت امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الحدیث۔ (صحیح مسلم 309/2)

حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

میری امت کے بہترین لوگ وہ قرن ہے جو مجھ سے متصل ہے (یعنی صحابہ کرام) پھر ان کے بعد امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو ان سے متصل ہیں۔ (یعنی تابعین) پھر ان کے بعد امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعین)

''عن عبداللہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس خیر قال قرنی ثم الذین یلونھم ثم یلونھم الحدیث۔'' (صحیح مسلم 309/2)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا:

تمام لوگوں میں سے بہترین (افضل) کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے زمانہ کے لوگ (میرے اصحاب) پھر ان کے بعد بہترین لوگ وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل ہیں (تابعین) پھر ان کے بعد بہترین لوگ وہ ہیں جو ان (تابعین) سے متصل ہیں (تبع تابعین)۔''

(4) ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خیر امتی القرن الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الحدیث۔''

(صحیح مسلم 309/2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سب سے افضل اس زمانہ کے لوگ ہیں جن (نفوس قدسیہ) میں میری بعثت ہوئی ہے (میرے اصحاب) پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں پھر ان کے بعد وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔'' ٥

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الحدیث۔'' (صحیح مسلم 309/2)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میں سب سے افضل میرے اصحاب ہیں، تا آخر۔''، (بقیہ حدیث شریف کا ترجمہ متعدد بار گزر چکا ہے) ٥

''عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذا الحدیث

خیر ھذہ الامۃ القرن الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم الحدیث۔

(صحیح مسلم 309/2)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حدیث مبارک روایت کی ہے کہ: اس امت میں سب سے افضل وہ قرن ہے جس میں میری بعثت ہوئی ہے (میرے صحابہ) پھر ان کے بعد سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، تا آخر۔''

(5) ''عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ای الناس خیر قال القرن الذی انا فیہ ثم الثانی ثم الثالث۔'' (صحیح مسلم 310/2)

''حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرد نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا: (اس امت میں) سب لوگوں میں سے افضل کون لوگ ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ قرن جس میں، مَیں ہوں (یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم) پھر ان کے بعد سب لوگوں سے افضل دوسرا قرن ہے (تابعین) پھر ان کے بعد سب لوگوں سے افضل تیسرا قرن ہے (تبع تابعین)۔''

فائدہ: قرن جماعت از اہل زمان کہ متقارب و متقارن باشند در امرے از اُمور۔ (اشعۃ اللمعات 631/4)

والقرن اھل زمان واحد متقارب اشترکوا فی امر من الامور المقصودۃ۔ (فتح الباری 6/7)

''عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیر امتی قرنی۔

بہترین امت من اصحاب من اند۔ ثم الذین یلونھم بعد از ایشاں بہترین امت آن کسانے اند کہ متصل اند بایشاں کہ تابعین باشد۔ ثم الذین یلونھم۔کہ تبع تابعین اند۔(تا) متفق علیہ (مشکوۃ و اشعۃ اللّمعات 4/630-631)

میری امت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں پھر جو لوگ ان سے متصل ہیں (تابعین) پھر جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعین)۔"

(6) "عن النعمان بن بشیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر ھذہ الامۃ القرن الذین بعثت فیھم ثم الذین یلونھم. الحدیث۔"

(مسند احمد 30/293 حدیث نمبر 18349)

(7) حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: خیر ھذہ الامۃ القرن الذین بعثت انا فیھم ثم الذین یلونھم. الحدیث۔

(مسند احمد 38/130 حدیث 23024)

(8) شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

و للطیالسی من حدیث عمر رفعہ. خیر امتی القرن الذی انا منھم ثم الثانی ثم الثالث۔ (فتح الباری 7/8)

(9) عن عبداللہ بن الزبیر ان عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) قام بالجابیۃ خطیبا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فینا مقامی فیکم فقال اکرموا اصحابی فانھم خیارکم ثم الذین یلونھم. الحدیث

(المنتخب من مسند عبد بن حمید 1/75 حدیث نمبر 23)

(10) حضرت جعدہ بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم. الحديث. (مستدرك 1/3 40 حدیث نمبر 4934)

وقع فی حدیث جعدة بن هبيرة عند ابن ابی شيبة والطبرانی اثبات القرن الرابع ولفظه "خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم الحديث (الی ان قال) ورجاله ثقات الا ان جعدة مختلف فی صحبته والله اعلم۔ (فتح الباری 8/7)

(11) وقع فی رواية الطبرانی وسمويه (الی ان قال) من طريق بلال بن سعد بن تميم عن ابيه قال قلت: يارسول الله ای الناس خير؟ فقال انا وقرنی الحديث۔ (فتح الباری 8/7)

(12) امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ قرطبی متوفی 463ھ حضرت عبدالعزیز بن سعید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خيار امتی القرن الذی بعثت فيهم ثم الذين يلونهم. الحديث۔

(جامع بيان العلم وفضله، ص 606 حدیث نمبر 1042)

ان تمام احادیث مبارکہ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم نے افضلیتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پھر ان کے بعد تابعین پھر تبع تابعین کی تصریح فرمائی ہے جس میں کسی قسم کے ابہام یا اشتباہ کا احتمال بھی باقی نہیں ہے۔ لہٰذا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام اُمت پر افضلیت مطلقہ کے انکار کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے۔

اور ان تمام احادیث مبارکہ میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات

میں سے کسی فرد کی تخصیص نہیں کی گئی لہٰذا غیر صحابہ بنو ہاشم پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی افضلیت مطلقہ تسلیم نہ کرنے سے احادیث مذکورہ اوراس مضمون کی دوسری تمام احادیث مبارکہ کی بھی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

ضروری تنبیہ:

افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اثبات میں واردشدہ احادیث مبارکہ کی یہ ایک جھلک ہے ورنہ کتب احادیث سے اس مضمون کی احادیث مبارکہ کے کثرت طرق کا مفصل بیان کیا جائے تو درجنوں صفحات ہو جائیں گے۔

افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے منکرین سے ہمدردانہ گزارش ہے کہ خواہش نفس کی پیروی چھوڑ کر اتباعِ شریعت کریں ورنہ کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس قدر واضح ارشادات موجود ہونے کے باوجود امت مسلمہ کو گمراہی کی وادی میں دھکیلنے کا کونسا جواز ہے؟

کیا یہ عظمتِ اہل بیت کا تحفظ ہے یا اسلام اور سنیت کو مٹانے کی ایک سازش ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی باقی تمام امت پر افضلیت کے اثبات میں فقیر نے بارہ احادیث مرفوعہ پیش کی ہیں جو دس صحابہ کرام: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوہریرہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت بریدہ

اسلمی، حضرت جابر، حضرت سعد بن تمیم، اور حضرت جعدہ بن ہبیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں (حضرت جعدہ بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں حافظ ابن حجر قدس سرہ العزیز نے اگرچہ اختلاف ذکر کیا ہے لیکن مستدرک کی حدیث مذکور میں "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریح صحبت کا واضح ثبوت ہے)۔ جبکہ بارہویں حدیث جو حضرت عبدالعزیز بن سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بھی مرفوع ہے مگر مرسل ہے کیونکہ حضرت عبدالعزیز تابعی ہیں البتہ ان کے والد کریم حضرت سعید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اصابہ'' میں نقل کیا ہے۔

اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ سے حدیث مروی ہے تو ہر طریق کو الگ حدیث شمار نہیں کیا البتہ تتمیم فائدہ کے لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد طرقِ حدیث ضرور نقل کر دیئے ہیں جبکہ ان میں بعض کے متعدد احادیث ہونے کا بھی قوی امکان ہے کیونکہ بعض طرق میں الفاظ کا تفاوت اس قدر ہے کہ اسے روایت بالمعنی پر محمول کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے، ان احادیث مبارکہ پر نظر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کو اہمیت ہی اتنی دی ہے کہ مختلف اوقات میں الفاظ کے تفاوت کے ساتھ متعدد بار ارشادات عالیہ فرمائے ہیں۔ البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی دو احادیث کو دو ہی شمار کیا ہے اس لئے کہ ان کے ایک حدیث ہونے کا احتمال ضعیف بھی نہیں ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ طالبِ حق کے لیے مذکورہ احادیث مبارکہ کافی ہیں اور افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منکرین اگر حق قبول نہ کریں اور اپنی ضد پر ہی مصر رہیں تو انہیں دعوتِ عام ہے کہ: ''خیر الناس قرنی'' ''خیر امتی قرنی الحدیث'' حدیث متواتر

کے مقابلہ اور معارضہ میں حدیث متواتر پیش کریں جس میں صراحت ہو کہ: "خیر امتی اهل بیتی ثم سائر بنی هاشم" یا "خیر امتی عترتی او خیر امتی ذریتی ثم سائر بنی هاشم" اور پھر "خیر الناس قرنی، خیر امتی قرنی" حدیث متواتر پر اپنی پیش کردہ حدیث کی ترجیح ثابت کریں۔ اور اگر نہ پیش کر سکیں اور یاد رکھیں کہ تا زندگی ایسی حدیث ہرگز پیش نہیں کر سکیں گے تو ان کے لیے حق قبول نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا واسطہ اپنے اوپر رحم کریں اور باقی امت مسلمہ پر بھی رحم کریں امت مسلمہ کو گمراہ نہ کریں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اجماع امت ہے

بحمد اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صرف افضلیت ہی نہیں بلکہ عدالت پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے اور اجماعِ امت میں اہل سنت ہی کے اجماع کا اعتبار ہے اس لیے کہ کسی مسئلہ میں مبتدعہ کی مخالفت اہل حق کے اجماع کی حجیت پر اثر انداز ہرگز نہیں ہو سکتی۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

اتفق اهل السنة علی ان الجمیع عدول و لم یخالف فی ذلك الا شذوذ من المبتدعة و قد ذکر الخطیب فی "الکفایة" فصلا نفیسا فی ذلك فقال: عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعدیل الله لهم و اخباره عن طهارتهم و اختیاره لهم ، فمن ذلك قوله تعالی: کنتم خیر امة اخرجت للناس" (الی ان قال) علی انه لو لم یرد من الله و رسوله فیهم شیء مما ذکرناه . لاوجبت الحال

التی کانوا علیها من الهجرة والجهاد ونصرة الاسلام و بذل المهج والاموال و قتل الآباء والابناء والمناصحة فی الدین و قوة الایمان والیقین ۔ القطع علی تعدیلهم والاعتقاد لنزاهتهم و انهم افضل من جمیع الخالفین بعدهم والمعدلین الذین یجیئون من بعدهم ۔ هذا مذهب کافة العلماء و من یعتمد قوله- (الاصابة فی تمییز الصحابة 162/1)

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں اور اس امر میں صرف کچھ مبتدعہ نے مخالفت کی ہے اور (امام محدث ابوبکر احمد بن علی) خطیب بغدادی (متوفی 463ھ رحمۃ اللہ علیہ) نے ''الکفایۃ'' (کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ) میں اس مسئلہ میں ایک نفیس فصل ذکر کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت، اللہ تعالیٰ کے انہیں عدول قرار دینے اور ان کی طہارت و پاکیزگی کی خبر دینے اور انہیں مختار اور برگزیدہ کرنے سے ثابت و معلوم ہے۔ (پھر خطیب بغدادی نے متعدد آیات مبارکہ ذکر کی ہیں اور مزید آیات کثیرہ و احادیث مشہورہ کثیرہ سے عدالت صحابہ کرام کی قطعیت ثابت ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا) علی انہ لو لم یرد الخ۔ (بالفرض) اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان کے بیان میں ہماری ذکر کردہ آیات و احادیث سے کوئی چیز وارد نہ (بھی) ہوتی، تو جس حال پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے یعنی ہجرت و جہاد اور نصرتِ اسلام اور جانیں و اموال قربان کرنا اور (اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن) باپوں اور بیٹوں کو قتل کرنا اور دین کے بارے میں ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور قوتِ ایمان و یقین، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ حال ہی ان کی تعدیل کے

قطعی اور یقینی ہونے اوران کی پاکیزگی کے اعتقاد کا موجب ہے۔

وانهم افضل من جميع الخالفين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم ۔اوروہ حال ہی اس کا موجب ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بعد آنے والے تمام افرادامت سے اور تمام تعدیل کرنے والوں سے یقینی اور قطعی طور پر افضل ہیں۔ "هذا مذهب كافة العلماء و من يعتمد قوله"

یہ تمام علمائے اعلام کا مذہب ہے اور جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے ان تمام کا یہ موقف اور نظریہ ہے۔"

بحمد اللہ تعالیٰ خطیب بغدادی متوفی 463ھ نے عبارت منقولہ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ تمام علمائے حق کا یہ مذہب ہے یعنی اس پر اجماع امت ہے کہ آیات کثیرہ اور احادیث مشہورہ کثیرہ تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت اور عدالت کے قطعی ہونے کا تقاضا کرتی ہی ہیں۔ بالفرض اگر یہ آیات و احادیث نہ بھی وارد ہوتیں تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اوصاف اوران کے کارنامے ہی اس امر کو واجب کرتے ہیں کہ بعد والی تمام امت پران کی افضلیت قطعی ہے۔ وللہ الحمد

نیز یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف روایتِ حدیث میں عدول تسلیم کرنا جیسا کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عدول ہونے سے مراد یہ ہے کہ روایت میں عدول ہیں۔ یہ مذہب اہل سنت ہرگز نہیں ہے ہمارے اسلاف کرام اہل سنت کا مذہب وہی ہے جو خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے اور هذا مذهب كافة العلماء و من يعتمد قوله،

کی صراحت کی ہے۔ تمام علماء حق کا مذہب یہی ہے کہ قرآن کریم میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہ تسلیم کی جائیں اوران کے مطابق اعتقاد رکھا جائے۔

کیا قرآن کریم کی آیات کثیرہ میں بیان شدہ حضرات صحابہ کرام کی صفات حمیدہ کونظر انداز کردیا جائے گا اور انہیں صرف روایتِ حدیث میں سچا مانا جائے گا؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی قدس سرہ العزیز متوفی 676ھ رقمطراز ہیں:

"اتفق العلماء علی ان خیرالقرون قرنه صلی الله علیه وسلم والمراد اصحابه۔ (شرح صحیح مسلم للنووی 308/2)

علمائے حق کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ تمام قرون سے افضل و بہترین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرن سے مراد آپ کے اصحاب ہیں۔"

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے واضح ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک اوراس کے بعد کے تمام زمانوں میں پائے جانے والے تمام افراد امت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افضل ہونے پر علمائے حق کا اتفاق اور اجماع ہے اگرچہ غیر صحابہ اولاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے بنو ہاشم ہی کیوں نہ ہوں۔

علامہ مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 793ھ رقمطراز ہیں:

"انعقد علی علو شانهم الاجماع و شهد بذلك الآیات الصراح و

الاحادیث الصحاح۔ (شرح المقاصد 530/3)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان (امت مسلمہ میں سب سے) عالی اور بلند ہونے پر (تمام اہل حق کا) اجماع منعقد ہو چکا ہے اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان عالی ہونے کی شہادت آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ نے دی ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں مسئلہ کی خوب وضاحت کردی ہے کہ افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ کی شہادت موجود ہے اور اس پر اہل حق کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ غیر صحابہ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیر صحابہ دوسرے بنو ہاشم پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت تسلیم نہ کرنے سے آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا انکار لازم آتا ہے لہٰذا اس نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

''اجماع دارند برآنکہ صحابہ افضل امت اند۔ (اشعۃ اللمعات 752/4)

یعنی علمائے حق کا اس پر اجماع ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امت مصطفویہ میں سب سے افضل ہیں۔،،

ضروری تنبیہ:

افضلیتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اجماع کی تصریحات بکثرت موجود ہیں۔ راقم الحروف اختصار کے پیش نظر مذکورہ تصریحات پر اکتفاء

کرتا ہے۔ وللہ الحمد

ازالۂ شبہ:

شبہ: حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ان امامکم ایاما، الصابر فیھن کالقابض علی الجمر، للعامل منھم اجر خمسین رجلا یعمل مثل عملہ۔ قیل: یارسول اللہ، منھم؟ قال: بل منکم
(ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

اس حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانہ میں جبکہ ان دنوں میں صبر کرنا مٹھی میں انگارے لینے کی طرح ہوگا تو ایسے دور میں نیک عمل کرنے والے کو اتنا اجر وثواب ملے گا جو اس جیسا عمل اگر پچاس صحابہ کرام کریں تو ان کے اجر کے برابر ہوگا۔

الجواب:

اس حدیث کے جواب میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"علی ان حدیث، للعامل منھم اجر خمسین منکم، لایدل علی افضلیۃ غیر الصحابۃ علی الصحابۃ۔ لان مجرد زیادۃ الاجر لایستلزم ثبوت الافضلیۃ المطلقۃ۔ (فتح الباری 8/7)

یعنی حدیث مذکور، غیر صحابہ کی صحابہ کرام پر افضلیت پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ صرف زیادتِ اجر افضلیتِ مطلقہ کے ثبوت کو مستلزم نہیں ہے۔"

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام نے نہایت مختصر الفاظ میں بڑی

جامعیت کے ساتھ شبہ مذکورہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ فقیر راقم الحروف اس کی وضاحت کر دیتا ہے: کہ صرف اجر وثواب زیادہ ہونا افضلیت مطلقہ کا موجب نہیں ہے۔ افضلیت مطلقہ عند اللہ قرب ووجاہت اور عزت وکرامت زیادہ ہونے سے ثابت ہوتی ہے اور وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ثابت ہے۔ اس لیے حدیث مذکور میں للعامل منهم اجر خمسين منكم، فرمانے کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں افضلیتِ مطلقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ثابت ہونا بیان فرما کر اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے۔ اس لیے کہ شانِ صحبت کے برابر کوئی شی نہیں ہوسکتی نہ کوئی عمل اور نہ کوئی نسبی شرف۔ یہ حقیقت بھی ارشادات نبویہ سے ثابت ہے اور شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی یہی بیان کیا ہے اور پھر اس کی صحت پر حدیث نبوی سے تصدیق نقل کی ہے۔ پہلے ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس کے بارے لکھا: و رجال هذا الحديث ثقات۔ کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں پھر فرمایا:

"و فی ذلك ابين شاهد على انهم كانوا يعتقدون ان شان الصحبة لايعدله شیء، كما ثبت فی الصحيحين عن ابی سعيد الخدری من قوله صلى الله عليه وسلم: والذی نفسی بيده لو انفق احدكم مثل احد ذهبا ما ادرك مد احدهم ولا نصيفه۔ (الاصابة فی تمييز الصحابة 165/1)

ترجمہ: اور اس میں واضح ترین شاہد ہے اس پر کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بیشک شانِ صحبت کے برابر کوئی شی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ثابت ہے :و الذی نفسی بیدہ، الحدیث ۔اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کی مثل سونا، فی سبیل اللہ خرچ کرے تو ان (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں سے کسی کے ایک مد (پیمانہ ہے تقریباً ایک کلو غلہ اس میں آجاتا ہے) کو نہیں پہنچ سکے گا اور نہ آدھے مد کو۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ اس حدیث مبارک سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ''للعامل منھم اجر خمسین منکم ،،والی حدیث کی رو سے فتنوں کے دور میں کثرت موانع کی وجہ سے اگرچہ عامل کو بعض وجوہ سے اجر زیادہ ہی مل جائے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اعمال کی جو قدرومنزلت ہے اور ان کے ساتھ انہیں عند اللہ تعالیٰ قرب ووجاہت اور عزت وکرامت کا جو درجہ اور مقام عطا کیا گیا ہے۔ باقی امت اگرچہ وہ بنو ہاشم اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفوس ہی کیوں نہ ہوں اپنے شرفِ نسب کے باوجود اور ان کا عمل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عمل سے اتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جتنا نصف مدجَو سے اُحد پہاڑ برابر سونا ہے پھر بھی انہیں عند اللہ تعالیٰ قرب ووجاہت اور کرامت کا وہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آدھا کلو جَو فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے عطا کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو ہاشم اور عترت طیبہ کا استثناء ہرگز نہیں فرمایا۔

اور حضرات صحابہ کرام میں سابقین اولین رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ تو اتنا عظیم ہے کہ ان سے بعد والے صحابہ کرام بھی عمل کی مذکورہ کثرت کے باوجود سابقین اولین

کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ بعد والی اُمت ان کے برابر ہو سکے۔ وللہ الحمد

اس مسئلہ کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک شخص مسجد حرام میں ایک نماز پڑھتا ہے تو اسے ایک لاکھ نماز کا اجر ملے گا جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جو نمازیں جہادی سفروں میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی ہیں اور انہیں ایک نماز پر پچیس یا ستائیس نمازوں کا ثواب ملا ہے، تو کیا مسجد حرام میں لاکھ نماز کے ثواب والی نماز افضل ہے یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز افضل ہے؟ یقیناً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز افضل ہے۔

بلکہ فقیر کہتا ہے اگر کوئی شخص ہزار سال عمر پائے اور تازندگی ہر نماز مسجد حرام میں باجماعت ادا کرتا رہے تو اس کی ایک لاکھ نماز کے برابر اجر وثواب والی ہزار سال کی تمام نمازیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب ووجاہت اور عزت وکرامت کا ذریعہ ہونے میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ایک نماز کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں جو اس نے بیشک کسی صحرائے عرب یا کسی وادی میں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی ہے، اس میں کسی مومن کو تردد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ظاہری اور صوری گنتی کے اعتبار سے مسجد حرام کی ایک نماز کا اجر وثواب صحرا میں نماز پڑھنے والے ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کے برابر ہے۔

جبکہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ عند اللہ تعالیٰ افضلیت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نماز کے لیے ہے۔ اس لئے کہ ایک عمل پر ملنے والے اجر اور اس عمل جیسے دوسرے عمل کے اجر میں تفاضل تو ہو سکتا ہے لیکن حضور نبی کریم

ﷺ کی معیت اور اقتداء کی برکت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل میں جو عظمت آچکی ہے اور حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے جو فضیلت اور عند اللہ تعالیٰ قرب و وجاہت اور عزت وکرامت حاصل ہوئی ہے اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

''و ایضا فالاجر انما یقع تفاضله بالنسبة الی ما یماثله فی ذلك العمل فاما ما فاز به من شاهد النبی صلی الله علیه وسلم من زیادة فضیلة المشاهدة فلا یعدله فیها احد۔ (فتح الباری 8/7)

ترجمہ: ''اور یہ بات بھی ہے کہ اجر میں تفاضل صرف اس شخص کی نسبت واقع ہوتا ہے جو اس عمل میں اس کا مماثل ہو لیکن وہ شخص جس نے حضور نبی کریم ﷺ کا مشاہدہ اور دیدار کیا ہے تو وہ خوش نصیب جس زیادتِ فضیلتِ مشاہدہ کے ساتھ فائز المرام ہوا ہے اس میں اس کے برابر کوئی (غیر صحابی) نہیں ہوسکتا۔ وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔''

نوٹ: ان شاء اللہ تعالیٰ افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں دوسرے شبہات کا ازالہ، ازالۂ شبہات کے باب میں کردیا جائے گا۔

ضروری تنبیہ:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی عبارت: لان مجرد زیادة الاجر لا یستلزم ثبوت الافضلیة المطلقة۔ (فتح الباری 8/7)

میں افضلیت مطلقہ کی اصطلاح کی تصریح موجود ہے جبکہ صاحبِ زبدہ نے لکھا ہے: یہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات

ہیں۔ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔ (زبدہ،ص 20)

راقم الحروف کہتا ہے یہ صاحب زبدہ کی بے خبری ہے کیا شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز متوفی 852ھ متاخرین ہند سے ہیں؟

صاحب زبدہ دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ درباره سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جاچکا ہے۔ (زبدہ،ص 260)

پہلی عبارت میں دعویٰ کیا: کہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی گھڑی ہوئی ہیں ان اصطلاحات کا سنیت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔اور دوسری عبارت میں سیدہ فاطمہ کی افضلیت مطلقہ، سیدہ عائشہ کا عقیدہ بتایا ہے۔کیسی تحقیق ہے؟

شاہ عبدالقادر صاحب اور قاری ظہور احمد فیضی صاحب کے نظریہ اور عقیدہ کی شرعی حیثیت:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قرآن کریم اور احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے۔جبکہ یہ دونوں بہادر صرف اس کے ہی منکر نہیں بلکہ سرے سے افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے منکر ہیں غیر ہاشمی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تا قیامت ہونے والے تمام بنو ہاشم کو افضل مانتے ہیں۔اور پھر تمام فاطمی حضرات وخواتین کو ان سے بھی افضل مانتے ہیں۔اور تا قیامت ہونے والی تمام اولاد فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو حضرت علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا باقی تمام ہاشمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بھی افضل سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کے عقیدہ کی تفصیل گزر چکی ہے جبکہ مذکورہ دلائل سے یہ حقیقت خوب واضح ہو چکی ہے کہ باقی تمام امت مسلمہ پر افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا شبہ قطعیاتِ اسلام سے ہے اس لیے کہ قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور احادیث صحیحہ صریحہ وافرہ بلکہ حدیث متواتر سے ثابت ہے اور اس پر تمام علمائے حق کا اجماع اور اتفاق بھی ہے۔

اور یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ جو نظریہ اور عقیدہ کتاب اللہ اور حدیث متواتر ودیگر احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان لوگوں کا نظریہ اور عقیدہ چونکہ قطعیاتِ اسلام کے خلاف ہے اس لیے اسلام میں اس نظریہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح افتراء اور بہتان عظیم ہے اور سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

فقیر راقم الحروف از راہ خیر خواہی زبدۃ التحقیق اور شرح اسنی المطالب کے مصنفین اور مصدقین ومؤیدین تمام لوگوں کو قبول حق کی دعوت دیتا ہے اور گزارش کرتا ہے کہ ضد کی بجائے اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس گمراہی سے توبہ اور قبول حق کا تحریری اعلان کر کے عوام الناس کو گمراہی سے بچالیں۔ قبولِ حق اہل اخلاص کا شیوہ ہے عند اللہ تعالیٰ اسی میں عزت وکرامت ہے ورنہ کل قیامت کے دن عند اللہ تعالیٰ کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حضرت امام احمد بن حنبل کے عقیدہ کے بارے میں ضروری وضاحت

فیضی صاحب اور صاحب زبدہ نے افضلیت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا انکار اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وافضلیت اہل بیت کا اعتقاد حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈالا ہے یہ ان پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز ائمہ اہل سنت سے ہیں ان کا وہی عقیدہ ہے جو اسلاف اہل سنت کا ہے ان کے نزدیک باقی تمام امت مسلمہ پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت قطعی ہے اور حضرات صحابہ کرام پر افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور سب سے ادنیٰ صحابی بھی تمام تابعین سے افضل ہے اگر چہ وہ تمام اعمال خیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں بیشک وہ بنو ہاشم اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہو

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فادناهم صحبة هو افضل من القرن الذين لم يروه و لو لقوا الله بجميع الاعمال. كان هولاء الذين صحبوا النبي و رأوه و سمعوا منه افضل لصحبتهم . من التابعين ولو عملوا كل اعمال الخير.

(مناقب الامام احمد بن حنبل ،ص 217)للحافظ ابی الفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صحبت کے اعتبار سے جو سب سے ادنیٰ ہے وہ (بھی) اس قرن (ایک زمانہ کے لوگ) سے افضل ہے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی (یعنی تابعین) اگر چہ وہ تمام اعمال خیر کے ساتھ

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں۔ وہ نفوس قدسیہ جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور آپ سے سماع نصیب ہوا ہے (خواہ کتاب اللہ کا یا آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کا) وہ اپنے شرفِ صحبت کی وجہ سے تمام تابعین سے افضل ہیں اگرچہ تابعین تمام اعمالِ خیر کرنے کی سعادت ہی کیوں نہ حاصل کرلیں۔،،

اور اس سے قبل حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے درج ذیل تصریح کی ہے:

”خیر هذه الامة بعد نبيها ابوبكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان نقدم هولاء الثلاثة كما قدمهم اصحاب رسول الله لم يختلفوا فى ذلك ثم بعد هولاء الثلاثة اصحاب الشورىٰ الخمسة: على و الزبير و طلحة و عبدالرحمن بن عوف و سعد و كلهم يصلح للخلافة و كلهم امام. نذهب فى ذلك الى حديث ابن عمر كنا نعد و رسول الله صلى الله عليه وسلم حى و اصحابه متوافرون :ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم نسكت. ثم من بعد اصحاب الشورىٰ اهل بدر من المهاجرين ثم اهل بدر من الانصار من اصحاب رسول الله على قدر الهجرة والسابقة اولا فاولا ثم افضل الناس بعد هولاء اصحاب رسول الله القرن الذين بعث فيهم كل من صحبه سنة او شهرا او يوما او ساعة او رآه فهو من اصحابه له من الصحبة على قدر ما صحبه و كانت سابقته معه و سمع منه و نظر اليه نظرة. (مناقب الامام احمد بن حنبل، ص 217)

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں

ہم ان تین حضرات کو مقدم اور افضل سمجھتے ہیں جیسا کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مقدم کیا ہے حضرات صحابہ کرام نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا۔ پھر ان تین حضرات کے بعد اصحاب شوریٰ پانچ حضرات، حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم، افضل ہیں۔ اور یہ تمام خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اور تمام امام ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین تفضیل کے مسئلہ میں ہمارا موقف اور نظریہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق ہے۔ (وہ حدیث یہ ہے) کنا نعد ورسول صلی اللہ علیہ وسلم حی و اصحابہ متوافرون، ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت۔ یعنی ہم مراتب فضیلت کے اعتبار سے صحابہ کرام کو شمار کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ دنیوی حیات طیبہ کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور آپ کے اصحاب بھی وافر تعداد میں اور بکثرت موجود تھے۔ ہم کہتے تھے سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم پھر ہم خاموش ہو جاتے (اور ان حضرات کے بعد حضرات اصحاب شوریٰ افضل ہیں) پھر اصحابِ شوریٰ کے بعد (باقی) اہل بدر مہاجرین پھر اہل بدر انصار اصحابِ رسول اللہ ﷺ بقدر ہجرت وسبقت اولاً فاولاً افضل ہیں۔ (یعنی جسے ہجرت اور قبول اسلام کی طرف سبقت میں اولیت اور تقدم حاصل ہے وہ افضل ہے پھر باقی حضرات میں سے جسے اولیت اور تقدم حاصل ہے وہ افضل ہے، علی ہذا القیاس) پھر ان حضرات اہل بدر کے بعد تمام لوگوں میں سے افضل باقی اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں جن نفوس قدسیہ میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی ہے۔ ہر وہ مومن جسے ایک سال یا ایک ماہ یا ایک

دن یا ایک گھڑی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی ہے یا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (صرف) زیارت ہی کی ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ہے، اس کے لیے صحبتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درجہ اور مقام اسی تناسب سے ہے جس قدر اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور آپ کے ساتھ سبقت اور آپ سے سماع اور آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کی سعادت حاصل کی ہے۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا مذہب اور موقف روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ سب سے ادنیٰ صحابی بھی تمام تابعین سے افضل ہے اگرچہ وہ تمام اعمال خیر اپنے دامن میں لے کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ تابعین کرام میں بنو ہاشم اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہیں۔ جب یہ تمام حضرات اور دوسرے تمام تابعین بھی تمام اعمال خیر کی سعادت سے فائز المرام ہونے کے باوجود بھی حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب سے ادنیٰ صحابی کے برابر بھی فضیلت میں نہیں ہو سکتے تو اس کا باقی امت سے افضل ہونا بدرجہ اَولیٰ ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرات تابعین کرام کا بعد والوں سے افضل ہونا حدیث متواتر سے ثابت ہے جیسا کہ افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث مبارکہ کے بیان میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نیز اہل بدر کے بعد درجۂ فضیلت والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باقی تمام امت سے افضل ہونا بھی حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جبکہ اہل بدر کا درجۂ فضیلت اور بھی بلند ہے اور ان میں اربابِ شوریٰ پانچ حضرات افضل ہیں پھر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں۔

ان حقائق اور تصریحات کے باوجود افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انکار اور افضلیت اہل بیت اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈالنا غلط بیانی کی انتہاء ہے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"صفة المؤمن من اهل السنة والجماعة من شهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله و اقر بجميع مااتت به الانبياء والرسل (الى ان قال) و عرف حق السلف الذين اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم و قدم ابابكر و عمر و عثمان و عرف حق على بن ابى طالب و طلحة والزبير وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابى وقاص وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل على سائر الصحابة الخ (مناقب الامام احمد بن حنبل، ص 222-223)

مومن سنی وہ شخص ہے جس نے شہادت دی کہ بیشک کوئی معبود نہیں مگر اللہ وحدہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ لائے ہیں اس سب کا اقرار کیا (تا) اور حق سلف پہچانا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے لئے چن لیا اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کو (تمام صحابہ کرام پر) مقدم اور افضل سمجھا اور حضرت علی بن ابی طالب وطلحہ وزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم کا باقی صحابہ کرام پر حق پہچانا۔"

ضروری تنبیہ:

یہ تمام تصریحات اور ان کے علاوہ بھی متعدد تصریحات اسی کتاب میں

موجود ہیں لیکن فیضی صاحب اور صاحب زبدہ کو ان میں سے کچھ نقل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز کی اس قدر تصریحات کے باوجود اسی کتاب سے صرف ایک قول: یابنی، علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد، پیش کر دیا ہے اور حضرت امام احمد کی تصریحات کے خلاف اس کا مفہوم و معنی اختراع کر کے افضلیت علی رضی اللہ عنہ وافضلیت اہل بیت کا عقیدہ اور افضلیتِ صحابہ کرام کا انکار ان کے کھاتے میں ڈال دیا۔

جواب طلب سوال یہ ہے کیا حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس قول کے ساتھ اپنی دوسری تمام تصریحات سے رجوع کر لیا تھا؟ اور قطعیاتِ اسلام کے خلاف عقیدہ اختیار کر لیا تھا؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ قول مذکور کی حقیقی صورتحال بابِ سوم میں بیان کی چکی ہے۔ وللہ الحمد

زبدۃ التحقیق میں تحقیق کا ایک منظر

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام ابوالحسن اشعری

قدس سرہ العزیز پر افتراء اور بہتان

خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کی سنگینی کا بیان مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کی کتب میں مفصل مذکور ہے جیسا کہ اہل علم پر ہر گز مخفی نہیں ہے۔ جبکہ صاحب زبدہ نے بیعت صدیقی سے تخلف والی روایت مردودہ کو بنیاد بنا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور خلافت کا منکر قرار دے دیا۔ ملاحظہ کریں:

کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو افضل نہ جاننے کو سنیت سے اخراج کیلئے کافی مانا جائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سنیت سے خارج مانا جائے گا؟ جنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا، تا آخر۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج 2ص 223 .الاستیعاب ج 2ص 164 .(زبدۃ التحقیق ص 19)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین منعقد ہونے کا انکار کرنے سے بھی صاحبِ زبدہ کی دلی تسکین نہیں ہوئی تو خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ کرام ہونے کا بھی انکار کردیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان شاء اللہ تعالیٰ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام ہونے کا مفصل بیان آئے گا اور صاحب زبدہ کے مذکورہ حوالہ جات کی حقیقی صورتحال واضح کی جائے گی۔

اور دوسرے مقام پر حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان باندھا کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا اور اجماع صحابہ میں شریک نہ ہونا بیان کیا ہے۔ جبکہ حضرت سعد ایک فقیہ اور مجتہد صحابی تھے جب وہ شریک اجماع نہیں ہوئے تو اجماع منعقد نہ ہوا۔

اصل عبارت ملاحظہ کریں:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ طریقت کے بانی ہوکر اور علم عقیدہ کے ایک ماہر متکلم ہوکر تعلیم دے رہے ہیں کہ خلافت کی صحت کا عقیدہ

ثابت ہے لہٰذا اس کا معتقد ہونا ضروری ہے کیونکہ اس پر اجماع ہوا۔ گوکہ اہل علم کے ایک طبقے کو اس پر بھی کلام ہے کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی تھے اور دین میں ان کی بڑی خدمات ہیں۔ جنگوں میں ایک جھنڈا منجانب مہاجرین جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا اور دوسرا جھنڈا من جانب انصار جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تھا وہ شریک اجماع نہیں ہوئے۔ اور شیخین میں سے کسی کی بھی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

(مقالات الاسلامیین صفحہ 39/1، اسد الغابہ، الاستیعاب)

(زبدۃ التحقیق ص 342)

الجواب:

اب مقالات الاسلامیین کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور صاحب زبدہ کو دادِ تحقیق دیں۔ حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اجتمعت الانصار فی سقیفة بنی ساعدة بمدینة الرسول صلی الله علیه وسلم و ارادوا عقد الامامة لسعد بن عبادة و بلغ ذلك ابابکر و عمر رضوان الله علیهما۔ فقصدا نحو مجتمع الانصار فی رجال من المهاجرین فاعلمهم ابوبکر ان الامامة لا تکون الا فی قریش واحتج علیهم بقول النبی صلی الله علیه وسلم "الامامة فی قریش"، فاذعنوا الذلك منقادین و رجعوا الی الحق طائعین (الی ان قال) ثم بایعوا ابا بکر رضوان الله علیه واجتمعوا علی امامته واتفقوا علی خلافته وانقادوا لطاعته فقاتل اهل الردة علی ارتدادهم کما قاتلهم رسول الله صلی الله علیه وسلم علی کفرهم فاظهره

اللہ عز و جل علیهم اجمعین و نصره علی جملة المرتدین و عاد الناس الی الاسلام اجمعین و اوضح اللہ بہ الحق المبین۔ (مقالات الاسلامیین 1/39 تا 42)

حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سقیفۂ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امام اور خلیفہ بنانے کا ارادہ کر لیا تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو اس امر کی اطلاع ملی تو ان دونوں حضرات نے دیگر مہاجرین کی معیت میں حضرات انصار کی اجتماع گاہ کا ارادہ کیا (اور وہاں پہنچ کر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں آگاہ کیا کہ امامت و خلافت صرف قریش میں ہو گی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس ''الامامة فی قریش،، کے ساتھ ان پر حجت پکڑی تو حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کا یقین کر لیا اور بخوشی حق کی طرف رجوع کر لیا (تا) پھر حضرات صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت کر لی اور ان کی امامت پر اجتماع کر لیا اور ان کی خلافت پر متفق ہو گئے اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے مطیع ہو گئے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے ان کے ارتداد پر قتال کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفر پر ان سے قتال کیا تھا تو اللہ عز وجل نے ان تمام پر آپ کو غلبہ عطا فرمایا اور جملہ مرتدین پر آپ کی مدد فرمائی اور تمام لوگ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حق مبین کو واضح فرما دیا۔،،

اقول: بغور ملاحظہ فرمالیں کہ حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت بیعت سے تخلف والی روایت کو لائق التفات

بھی نہیں سمجھا اور پھر متعدد تاکیدات کے ساتھ خلافتِ صدیقی پر اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیان فرمایا ہے۔

واجتمعوا علی امامته واتفقوا علی خلافته وانقادوا الطاعته۔

لیکن اس کے باوجود صاحبِ زبدہ نے مقالات الاسلامیین کے اسی مقام کا حوالہ دیکر جلد نمبر صفحہ نمبر لکھ کر حضرت امام اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہتان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔نعوذ باللہ من ذلك۔ جبکہ حضرت امام اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا استثناء ہرگز نہیں کیا بلکہ فرمایا:

فاذعنوا الذلك منقادين و رجعوا الى الحق طائعين (الى ان قال) ثم بايعوا ابابكر رضوان الله عليه۔

اس سے واضح فرمادیا کہ ان کے نزدیک بیعت سے تخلف والی روایت کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کے بعد خلافت پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شاندار بیان فرمایا جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔یعنی جس ذات اقدس نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر طعن مذکور کا بے حقیقت ہونا بالاہتمام بیان فرمایا ہے صاحبِ زبدہ نے انہی کو اس طعن کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے حقیقت واقعیہ قرار دے دیا ہے کیسی تحقیق ہے؟

ان شاء اللہ تعالیٰ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تفصیلی بیان میں مقالات الاسلامیین کے صفحات مذکورہ کا عکس بھی پیش کیا جائے گا۔

حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان اور ان کی عبارت میں خیانت

(الف) صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

نیز اگر ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ اجماع کے بارے میں جزم رکھتے تو اہل سنت کے کئی گروہ دربارہ افضلیت اپنی ہی کتاب میں پیش نہ فرماتے۔ لیجیے مقالات الاسلامیین 2۔147 تصنیف امام ابوالحسن اشعری کی عبارت ملاحظہ ہو:

قولهم فی افضل الناس بعد الرسول: واختلفوا فی التفضیل۔ تاآخر۔

(زبدۃ التحقیق ص 227-228)

(ب) ابوالحسن اشعری متوفی 330ھ کی ایک دوسری کتاب مقالات الاسلامیین ج 2 ص 147 کا حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

"قولهم فی افضل الناس بعد الرسول: واختلفوا فی التفضیل:

(1) فقال قائلون: افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی۔

(2) وقال قائلون: افضل الناس بعد رسول صلی الله علیه وآله وسلم ابوبکر ثم عمر ثم علی ثم عثمان۔

(3) قال قائلون: نقول: ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت بعد ذلك۔

(4) قال قائلون: افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی ثم بعده ابوبکر۔

(5) قال قائلون: لاندری ابوبکر افضل ام علی۔

ترجمہ: ان کا بیان سب لوگوں سے افضل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، انہوں نے تفضیل کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

(1) کچھ کہنے والوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہیں۔

(2) کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر علی پھر عثمان ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

(3) کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر چپ کر جاتے ہیں۔

(4) کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل علی رضی اللہ عنہ ان کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(5) کچھ کہنے والوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ۔

اس جگہ قابل غور امر ہوگا کہ امام ابو الحسن اشعری کے نزدیک اگر خلافت مفید افضلیت ہوتی تو اہل سنت و جماعت کے ان مکاتب کا کیوں ذکر کرتے۔،،

(زبدۃ التحقیق ،ص 272-273)

(ج) امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری شیخ اہل السنت والجماعت متوفی 330ھ اپنی کتاب ''مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین،، 147/2 پر اہل سنت والجماعت کے افضلیت کے بارے میں پانچ مواقف تحریر فرماتے ہیں ان میں آخری موقف ہے: وقال قائلون: لاندری ابو بکر افضل ام علی۔

ترجمہ: بعض کہنے والوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ۔،،

تبصرہ:

یہاں امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری اہل سنت والجماعت کے پانچوں گروہ کا ذکر کیا اور ان کے عقیدہ کی وضاحت فرمائی۔ بتایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا کہ علی رضی اللہ عنہ۔ اب ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اقرار و اظہار نہیں کیا مگر امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری نے انہیں اہل سنت سے خارج نہیں سمجھا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی بھی افضلیت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے ورنہ اس عقیدہ کے لوگ قابل مواخذہ ہوتے

(زبدۃ التحقیق، ص 343-344)

الجواب:

اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ:

عبارات منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں کہ زبدہ میں متعدد مقامات پر کس قدر اہتمام کے ساتھ حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈالا ہے کہ انہوں نے افضلیت کے بارے میں اہل سنت وجماعت کے پانچ مواقف تحریر فرمائے ہیں اور صاحبِ زبدہ نے متعدد بار تصریح کی ہے کہ یہ پانچوں گروہ اہل سنت وجماعت کے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ پر یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے کیونکہ مقالات الاسلامیین میں مختلف اسلامی فرقوں کے مقالات جمع کئے گئے ہیں نہ کہ صرف اہل سنت وجماعت کے۔ لہٰذا مسئلہ تفضیل میں جن مواقف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل الناس اور ان کے

بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو افضل تسلیم نہیں کیا گیا ان کا مذہب اہل سنت وجماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ نے چوتھے اور پانچویں موقف کے کچھ قائلین کی تعیین مقالات الاسلامیین میں کردی ہے۔ چوتھے موقف کے قائل شیعہ کے فرقہ زیدیہ کے کچھ گروہ ہیں اس کا بیان مقالات الاسلامیین کی پہلی جلد میں ہے (فقیر کہتا ہے کہ بعض دوسرے مبتدعہ کا بھی یہی نظریہ ہے) اور پانچویں موقف:

لا ندری ابوبکر افضل ام علی۔ کے قائل کی اسی مقام پر تصریح موجود ہے لیکن صاحبِ زبدہ نے خیانتاً وہ عبارت حذف کردی ہے اور اسے بھی اہل سنت وجماعت کے ایک گروہ کا موقف قرار دیدیا اور پھر اس پر تبصرہ اور بیان نتائج قلمبند کیا۔ پانچویں موقف کے بیان میں حضرت امام ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز کی اصل عبارت ملاحظہ کریں:

(5) "و قال قال قائلون :لاندری ابوبکر افضل ام علی۔ فان کان ابوبکر افضل فیجوز ان یکون عمر افضل من علی، و یجوز ان یکون علی افضل من عمر ۔و ان کان علی افضل من عمر فھو افضل من عثمان ،لان عمر افضل من عثمان۔ و ان کان عمر افضل من علی فیجوز ان یکون علی افضل من عثمان و یجوز ان یکون عثمان افضل من علی، و ھذا قول الجبائی۔

(مقالات الاسلامیین 2/131-132)

اور کچھ کہنے والوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ پھر اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں تو جائز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

افضل ہوں۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں تو جائز ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور (یہ بھی) جائز ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور یہ جبائی کا قول اور موقف ہے۔،،

فقیر راقم الحروف کہتا ہے یہ ہے پانچواں موقف جو جبائی کا قول اور نظریہ ہے اور علم العقائد کے طلبہ پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی معتزلی ہے لیکن صاحبِ زبدہ نے مقالات الاسلامیین کی تقریباً چار سطور عبارت حذف کر کے صرف ابتدائی ایک جملہ لکھ کر یہ موقف اہل سنت پر اور پھر حضرت امام اشعری قدس سرہ العزیز پر تھوپ دیا حالانکہ انہوں نے تصریح فرمادی ہے کہ یہ کسی سنی کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک گمراہ اور مبتدع معتزلی کا نظریہ ہے۔ لیکن صاحب زبدہ کو موت یاد نہیں ہے اس لئے اتنی بڑی خیانت کی ہے۔

اگر صاحب زبدہ کے نزدیک حضرت امام اشعری رضی اللہ عنہ کے کلام میں اختلفوا اور قائلون کا مصداق صرف اہل سنت ہی ہوتے ہیں تو گزارش یہ ہے عبارت منقولہ کے بعد انہوں نے دوسرے مسئلہ میں اختلاف بیان فرمایا ہے، ملاحظہ کریں:

”واختلفوا فی الامامة: هل هی بنص ام قد تکون بغیر نص؟

(1) فقال قائلون: لا تکون الا بنص من الله سبحانه و توقیف و کذلك کل امام ینص علی امام بعده فهو بنص من الله سبحانه علی ذلك و توقیف علیه۔

(2) وقال قائلون: قد تکون بغیر نص ولا توقیف بل بعقد اھل العقد۔

(مقالات الاسلامیین 132/2)

اور انہوں نے امامت کے بارے میں اختلاف کیا ہے:

کیا وہ (صرف) نص کے ساتھ (ہی ثابت ہوتی) ہے یا کبھی بغیر نص کے بھی ہوتی ہے؟

(1) تو کچھ کہنے والوں نے کہا: امامت صرف اللہ سبحانہ کی طرف سے نص اور توقیف کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، اور اسی طرح ہر امام اپنے بعد امام پر نص کرے گا، تو وہ (بھی) اللہ سبحانہ کی طرف سے، اس پر نص اور توقیف کے ساتھ۔

(2) اور کچھ کہنے والوں نے کہا: امامت کبھی بغیر نص اور توقیف کے ہوتی ہے بلکہ اہل عقد کے عقد کے ساتھ ہوتی ہے۔،،

تو کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک یہ اہل سنت کا باہمی اختلاف ہے اور یہ دونوں موقف اہل سنت کے ہیں؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ پہلا موقف روافض کا ہے، تو پھر اس سے پہلی عبارت میں دھاندلی اور خیانت کیوں کی ہے؟

ضروری تنبیہ:

زبدہ کی عبارات مذکورہ میں سے آخری عبارت میں ''وقال قائلون: لا ندری ابوبکر افضل ام علی۔ پر تبصرہ میں صاحب زبدہ نے لکھا ہے کہ:

مگر امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری نے انہیں اہل سنت سے خارج نہیں سمجھا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی بھی افضلیت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے ورنہ اس عقیدہ کے لوگ قابل مواخذہ ہوتے۔ (زبدۃ التحقیق ص 344)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی بڑی دھاندلی اور خیانت، کیا صرف ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرنے کی وجہ سے بندہ اہل سنت سے خارج ہوتا ہے؟

کیا اگر ضروریات دین کا انکار نہ کرے اور ان کے علاوہ اگرچہ دوسرے قطعیاتِ اسلام میں سے کسی امر کا منکر ہی ہو جائے پھر بھی اس کی سنیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا یہی سنیت کا معیار ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا انکار نہ کیا جائے باقی کسی امر قطعی کا انکار بھی سنیت کے منافی نہیں ہے؟ کیا صرف ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کے انکار کی وجہ سے بندہ قابل مؤاخذہ ہوتا ہے، باقی قطعیاتِ اسلام میں سے کسی کے انکار پر مواخذہ نہیں ہے؟

معلوم ہوا کہ صاحبِ زبدہ نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کو سنیت کے منافی اس لیے نہیں سمجھا کہ یہ ضروریاتِ دین سے نہیں ہے۔ واہ رے تحقیق۔

فقیر کہتا ہے کہ جب سنیت ''ما انا علیہ واصحابی'' سے عبارت ہے تو کیا صاحب زبدہ کے نزدیک اس میں صرف ضروریاتِ دین کی پابندی لازم کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دیگر قطعیاتِ اسلام کے انکار کے باوجود مدارِ سنیت برقرار رہے گا؟

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایسی سنیت کی اہل سنت کو تبلیغ نہ کریں کیونکہ یہ سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔

اب مقالات الاسلامیین کے عکسی صفحات ملاحظہ کر کے صاحبِ زبدہ کی خیانت کی تصدیق کر لیں۔

مقالات الإسلاميين

واختلاف المصلين

تأليف

شيخ أهل السنة والجماعة الإمام
أبي الحسن علي بن إسماعيل ، الأشعري
المتوفى في عام ٣٣٠ من الهجرة

بتحقيق

محمد محيي الدين عبد الحميد
عفا الله تعالى عنه !

الجزء الثاني

ملتزمة الطبع والنشر
مكتبة النهضة المصرية
٩ شارع عدلى باشا ، بالقاهرة

مقالات الاسلامیین جزء ثانی ص 131

فى قتالهما إياه ، وقال : إن كان معاوية قاتل عليًّا ليحوز الأمر إلى نفسه فهو ظالم ، وإن كان قاتل ليتكافّ الناس حتى يصطلحوا على إمام فقتاله على هذا الوجه صواب ، وإن كان قتاله لئلا يسلّم ما فى يديه إليه إذا لم يتّفق على إمامته فقتاله على هذا الوجه صواب .

(٧) وقال قائلون : نزعم أن عليًّا وطلحة والزبير لم يكونوا مصيبين فى حربهم ، وإن المصيبين هم القعود ، ونتولاّهم جميعاً ، ونبرأ من حربهم ، ونردّ أمرهم إلى الله .

(٨) وقال « عبّاد » : لم يكن بين طَلْحة والزبير وعلىّ قتال .

***

(١٧٥)

قولهم فى أفضل الناس بعد الرسول

واختلفوا فى التفضيل[١] .

(١) فقال قائلون : أفضلُ الناسِ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم : أبو بكر ، ثم عمر ، ثم عثمان ، ثم على .

(٢) وقال قائلون : أفضَلُ الناسِ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم : أبو بكر ، ثم عمر ، ثم علىّ ، ثم عثمان .

(٣) وقال قائلون : نقول أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ، ثم نسكت بعد ذلك .

(٤) وقال قائلون : أفضَلُ الناسِ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علىّ ، ثم بعده أبو بكر .

وأجمع من ثبّت فضل أبى بكر وعمر أن أبا بكر أفضل من عمر ، وأجمع من ثبّت فضل عمر وعثمان أن عمر أفضل من عثمان .

(٥) وقال قائلون : لاندرى أبو بكر أفضل أم علىّ ؟ فإن كان أبو بكر

(١) انظر الفصل ١١١/٤ وأصول الدين ٢٩٣ .

مقالات الاسلامیین جزء ثانی ص 132

أفضل فيجوز أن يكون عمر أفضل من علىّ ، ويجوز أن يكون علىّ أفضل من عمر ، وإن كان علىّ أفضل من عمر فهو أفضل من عثمان ؛ لأن عمر أفضل من عثمان ، وإن كان عمر أفضل من علىّ فيجوز أن يكون علىّ أفصل من عثمان ويجوز أن يكون عثمان أفضل من علىّ ، وهذا قول « الجُبّائى » .

***

(١٧٦)

اختلافهم فى طريق الإمامة

واختلفوا فى الإمامة : هل هى بنصّ أم قد تكون بغير نصّ ؟

(١) فقال قائلون : لا تكون إلا بنصّ من الله سبحانه وتوقيف ، وكذلك كل إمام ينصّ على إمام بعده فهو بنصّ من الله سبحانه على ذلك وتوقيف عليه.

(٢) وقال قائلون : قد تكون بغير نصّ ولا توقيف ، بل بعَقْد أهل العَقْد .

***

(١٧٧)

هل يكون إمام بعد على ؟

واختلفوا : هل يكون بعد علىّ إمام ؟

(١) فقال أكثر الناس : قد يكون بعد علىّ إمام .

(٢) وقال « عبّاد بن سليمان » : لا يجوز أن يكون بعد علىّ إمام .

واحتجّ بأنهم أجمعوا فى عصر أبى بكر وعمر وعثمان وعلىّ أنه جائز أن يكون إمام ، واختلفوا بعد علىّ : هل يجوز أن يكون إمام أم لا ؟ فلو جاز أن يكون بعد علىّ إمام لم يختلفوا فى أن يكون بعده إمام أولا يكون ، كما لم يختلفوا فى ذلك فى عصره ؛ لأن الأمّة لا تجتمع على شىء تختلف فى مثله .

***

(١) انظر أصول الدين ٢٧٩ — ٢٨٠ .

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ واہل بیت کے دیگر بزرگوں پر افتراء اور بہتان اور تضاد بیانی

صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

مسئلہ افضلیت:

مسئلہ افضلیت ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا نہ ہی تو کوئی قطعی ثبوت ہے اور نہ ہی یہ ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا اس پر زیادہ لے دے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت ہے۔(زبدۃ التحقیق، ص 180)

اقول: یہ عبارت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ جبکہ دوسری جگہ اس کے متضاد یہ تحقیق پیش کی ہے:

اس دور میں جو تحریک حسینی چل رہی تھی اور جس کے پہلے علمبردار خود امام حسین رضی اللہ عنہ تھے، بعد میں زید بن علی، سید نفس زکیہ، سید ابراہیم اور یحییٰ بن زید وغیرہم رضی اللہ عنہم قائد اور رہنما ہوئے اُن کا موضوع دعوت یہی تھا کہ ہم لوگ اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارا جد اعلیٰ مولا مرتضیٰ افضل الامت ہے لہٰذا ہماری موجودگی میں بلاعذر شرعی کوئی دوسرا سربراہِ مملکت نہیں ہونا چاہیے ورنہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے افراد اپنی طرف دعوت دے سکتے تھے۔ یہ نعرہ خواہ دورِ حاضر کے دانشور کو اچھا لگے یا برا مگر یہ نعرہ صدر اول اور قرون اُولیٰ مشہود لہا بالخیر میں اتنا عام تھا کہ اس کو آپ صبح کا سویرا کہہ لیں یا نوشتۂ دیوار، مگر اس پر پردہ نہیں ڈال سکتے کیونکہ یہ نعرہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو غیر ہاشمی تھے، عام تھا۔(زبدۃ التحقیق، ص 309)

اقول: زبدہ کی دونوں عبارات بغور ملاحظہ کرلیں۔

(الف) پہلی عبارت میں یہ تحقیق پیش کی ہے کہ مسئلہ افضلیت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی یہ ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا اس پر زیادہ لے دے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت ہے۔

جبکہ دوسری عبارت میں تحریک حسینی کا من گھڑت اور خود ساختہ موضوع دعوت بیان کر کے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ بعض سلاطین اور حکمرانوں کے خلاف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے افراد اہل بیت کا جہاد عقیدۂ افضلیت علی کی بنیاد پر تھا فقیر کہتا ہے اس سے بڑھ کر تضاد بیانی کیا ہو سکتی ہے؟

صاحب زبدہ سے جواب طلب سوال: کیا جو مسئلہ ضروریات دین میں سے نہ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی قطعی ثبوت ہو اس کو بنیاد بنا کر حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اس میں اپنے عزیز واقارب اور بچے ذبح کرانا جائز ہے؟

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں بحث و تمحیص میں پڑنے کی بھی حاجت نہیں ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بنیاد بنا کر جہاد و قتال کرنا بھی جائز بلکہ فرض ہے؟

(ب) صاحبِ زبدہ کا بیان کردہ تحریک حسینی کا موضوع دعوت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے دوسرے افراد (جن کا صاحب زبدہ نے ذکر کیا ہے) کا موقف اور عقیدہ یہ تھا کہ امام اور خلیفہ کا افضل ہونا اس قدر ضروری ہے کہ اگر بلا عذر شرعی افضل کو امام اور خلیفہ نہ بنایا جائے تو خلافت حاصل کرنے کے لیے برسرِ اقتدار حکمران اور سربراہ مملکت کے

خلاف جہاد کرنا، افضل پر فرض ہو جاتا ہے اس میں اگر بچوں کی قربانی بھی دینی پڑے تو بھی پرواہ نہ کرے۔

جبکہ دوسری جگہ اس سے متضاد یہ تحقیق پیش کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امامت کے لئے افضلیت کا عقیدہ روافض اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے۔

روافض کا تو خلافت کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل تھے۔لہٰذا ان کو چھوڑ کر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔لہٰذا خلافت منعقد نہیں ہوئی۔

معتزلہ: قال النظام والجاحظ ان الامامة لایستحقها الا الافضل۔ (اصول الدین تصنیف عبدالقاھر بغدادی ص 293) نظام و جاحظ معتزلیان نے کہا کہ امامت کا وہی حقدار ہے جو سب سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترتیب افضلیت کی بنیاد جس چیز پر رکھی ہے وہ اہل سنت کا عقیدہ ہی نہیں ہے۔(زبدۃ التحقیق، ص 222)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں دوسری عبارت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا جو عقیدہ بیان کیا ہے تیسری عبارت میں اسے روافض اور بعض معتزلہ کا مذہب قرار دیدیا اور صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ وہ اہل سنت کا عقیدہ ہی نہیں ہے (زبدہ) کیسی تحقیق ہے؟

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ روافض اور بعض معتزلہ کے امام ہیں یا ائمہ اہل سنت میں سے ہیں؟

(ج) تحریک حسینی کا جو موضوع دعوت صاحبِ زبدہ نے بیان کیا ہے یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے افراد اہل بیت پر بہتانِ عظیم ہے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ صاحبِ زبدہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بھی اپنے اس دعوی پر کسی ایک سند صحیح کے ساتھ ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے اقدام کا پس منظر اور اس کے اسباب و محرکات اور آپ کا مقصود و مدعی یہ سب اُمور آپ نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرما دیئے ہیں جو آپ نے حر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے فوجی دستہ کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور آپ کا وہ خطبہ کتب تاریخ کے صفحات پر چمک رہا ہے۔ وللہ الحمد

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

پر افتراء اور بہتان اور تضاد بیانی

صاحبِ زبدہ نے ایک مقام پر یہ تحقیق پیش کی ہے:

(1) اس سے قبل کہ ان آیات پر گفتگو کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افضلیت کی تعریف کی جائے تا کہ بات کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ افضلیت ایسے وصفِ کمال کا نام ہے جو کسی ایک کے اندر پایا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اگر کوئی دوسرا شریک پایا گیا تو وہ وصفِ کمال فضیلت کہلائے گا، افضلیت نہیں کہلائے گا

نیز افضلیت مطلقہ کا معنی یہ ہو گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر صفت اور ہر کمال میں امت مسلمہ کے اندر لاشریک ہیں، کسی بھی خوبی اور کمال میں دوسرا اُن کے ساتھ شریک نہیں۔ (زبدۃ التحقیق، ص 355)

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے قطع نظر اس سے کہ افضلیت اور افضلیت مطلقہ کی یہ تعریف درست ہے یا نہیں۔ صاحبِ زبدہ کو اس کے حال پر چھوڑتے ہیں

اور صرف اسی کی تحقیقات کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔

(2) دوسرے مقام پر یہ تحقیق پیش کی ہے:

افضلیت مطلقہ کا عقیدہ سنیت کے خلاف ہے اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی خلاف ہے، آپ کو بھی اسی پر اجماع کرنا ناگزیر ہوگا جس پر صحابہ کا اجماع ہوا۔

(زبدۃ التحقیق، ص201)

اس میں یہ بتایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا عقیدہ سنیت اور اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف ہے۔ صرف امور خلافت میں ان کی افضلیت پر اجماع صحابہ کرام ہوا ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر اس کا بھی انکار کر دیا ہے۔

(3) تیسرے مقام پر یہ تحقیق پیش کی ہے:

حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی افضلیت:

امام عبدالرؤوف مناوی اپنی کتاب سیدۃ النساء (اتحاف السائل بما بفاطمۃ من المناقب والفضائل) ص16 پر رقمطراز ہیں:

عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا قالت ما رأیت افضل من فاطمۃ غیر ابیہا۔

ترجمہ: جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

(طبرانی معجم الاوسط 2719۔ مجمع الزوائد 9-237 مسند ابویعلی 4681)

اگر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہو گیا ہوتا تو جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا قول کیسے کرتیں؟ (زبدہ، ص250)

نوٹ: آئندہ تحقیق میں عبارت مذکورہ کا حوالہ دیا گیا ہے اس لیے فقیر راقم الحروف نے یہ بھی نقل کردی ہے تاکہ کوئی ابہام نہ رہے اور صاحبِ زبدہ کا موقف بخوبی واضح ہوجائے۔

افضلیتِ مطلقہ کے بارے میں صاحب زبدہ کی تضاد بیانی

(4) چوتھے مقام پر یہ تحقیق پیش کی ہے: حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور نظریہ:

امام حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ،، ج 1 ص 235 پر ارشاد فرماتے ہیں:

''عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ثلاثۃ من الانصار لم یکن احدمنھم یلحق فی الفضل کلھم من بنی عبدالاشھل، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر و عباد بن بشر۔

ترجمہ: تین انصاری تھے جن کو مرتبے میں کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ سارے بنی عبدالاشہل میں سے تھے (۱) سعد بن معاذ (۲) اسید بن حضیر (۳) عباد بن بشر،،

جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ درباره سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے، باستثنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (جو بداہت عقلیہ سے مستثنیٰ ہیں) تین انصار تھے جن کا مرتبے میں کوئی شریک نہیں تھا۔ اس جگہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع مبین میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا شریک نہیں جبکہ آپ مجتہدہ ہیں (تا) ملاحظہ فرمایئے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلہ عبدالاشہل کے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نام لیا انہیں پوری امت سے افضل کہا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، اگر بالفرض علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام آجاتا

کئی گھروں میں صفت ماتم بچھ جاتی، شور محشر بر پا ہو جاتا۔

(زبدۃ التحقیق، ص 260-261)

عبارات مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں اور صاحبِ زبدہ کو ان کی تحقیق پر داد دیں۔ پہلی عبارت میں افضلیت مطلقہ کا خودساختہ معنی بقلم خود تحریر کیا ہے اور اس کے بعد مزید وضاحت کے لیے یہ گوہرافشانی فرمائی:

نیز افضلیت مطلقہ کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر صفت و ہر کمال میں امت مسلمہ کے اندر لاشریک ہیں، کسی بھی خوبی اور کمال میں کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔ (زبدہ، ص 355)

اور دوسری عبارت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں افضلیت مطلقہ کا عقیدہ سنیت اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور تیسری عبارت میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی افضلیت جو بیان فرمائی ہے اسے نقل کیا ہے اور اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع صحابہ کرام نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔

اور چوتھی عبارت میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی افضلیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مذکور کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی کیسی افضلیت بیان کی ہے چنانچہ لکھا:

جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ دربارہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے۔ (زبدہ، ص 260)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ

افضلیت مطلقہ کی تعریف جو خود صاحبِ زبدہ نے کی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں افضلیت مطلقہ کا معنی جو تحریر کیا ہے حضرت فاطمہ زھراء رضی اللہ عنہا کی افضلیت مطلقہ کا بھی وہی معنی ہوگا یعنی حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ہر صفت اور ہر کمال میں امت مسلمہ کے اندر لاشریک ہیں، کسی بھی خوبی اور کمال میں کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔ اور پھر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ عقیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تھوپ دیا ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہر صفت و ہر کمال میں امت مسلمہ کے اندر لاشریک سمجھتی ہیں کسی بھی خوبی اور کمال میں کسی دوسرے کو ان کے ساتھ شریک نہیں مانتیں۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے ایسی تحقیق پر ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' ہی پڑھنا چاہیے اس لیے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی خوبیوں اور کمالات میں سب سے عظیم خوبی تو ایمان ہے پھر صحابیت اور اولادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہونا اور زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت اور ان کے علاوہ کثیر صفات و کمالات۔

تو اب صاحب زبدہ کے بیان کردہ معنی افضلیت مطلقہ کے مطابق حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں عقیدہ یہ ہوا کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے سوا نہ کوئی مومن ہے نہ صحابی رسول اور نہ اولادِ رسول اور نہ کوئی عابد و زاہد اور متقی، نہ کوئی صادق و امین وغیرہ کیونکہ وہ ان تمام صفات و کمالات میں لاشریک ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس سے بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیا افتراء اور بہتان ہوسکتا ہے؟ کہ جو عقیدہ کسی بھی صاحب عقل و خرد کا بقائمی ہوش و حواس نہیں ہوسکتا وہ

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھوپ دیا ہے۔

نیز یہ بات بھی باعث حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں افضلیت مطلقہ کا عقیدہ تو سنیت اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف ہے لیکن حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے حق میں یہی عقیدہ عین سنیت ہے۔ واہ رے تحقیق۔

ضروری تنبیہ:

صاحبِ زبدہ نے افضلیت مطلقہ کا یہ معنی اس لیے اختراع کیا ہے تاکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا جاسکے (جبکہ اہل سنت کے نزدیک افضلیت مطلقہ کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے۔)

لیکن صاحبِ زبدہ نے چونکہ غلط بیانی اتنی زیادہ کی ہے جس کی وجہ سے انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے دوسری جگہ کیا لکھا ہے اس لیے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں افضلیت مطلقہ کا عقیدہ کمال سمجھتے ہوئے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھوپ دیا۔

نیز صاحبِ زبدہ کی چوتھی عبارت میں بھی تضاد ہے اس لیے کہ تین انصاری حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے بارے میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول مبارک گزرا ہے صاحب زبدہ کی تحقیق کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ تصریح کی ہے تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ: ملاحظہ فرمایئے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلہ عبدالاشہل کے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نام لیا انہیں پوری امت سے افضل کہا (زبدہ) سراسر تضاد بیانی ہے اس لیے کہ اس قول کے

عموم سے جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مستثنیٰ ہیں تو ان تین حضرات کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری امت سے افضل کب کہا؟

کیا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت کا فرد نہیں ہیں؟

ثلاثة من الانصار لم یکن احد منھم یلحق فی الفضل الخ

کا مفہوم و معنی یہ بیان کرنا کہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلہ عبد الاشہل کے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نام لیا انہیں پوری امت سے افضل کہا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر افتراء اور بہتان ہے کہ انہوں نے ان حضرات کو پوری امت سے افضل کہا ہے۔ کیا صاحبِ زبدہ۔ ''لم یکن احد منھم یلحق فی الفضل'' میں ''الفضل'' سے فضل مطلق مراد ہونے پر اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک دلیل پیش کر سکتے ہیں؟

جب نہیں اور یقیناً نہیں پیش کر سکتے کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح تو خود کر چکے ہیں تو پھر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مقصود کے خلاف ایک مفہوم و معنی خود متعین کر کے ان پر افتراء اور بہتان کیوں باندھا ہے؟

تین انصاری صحابہ کرام کے بارے میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے قول مبارک کی معنوی حقیقت کا بیان

حضرت شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مذکور سے متصل بعد آپ کا دوسرا قول مبارک بھی لکھا ہے جس سے آپ کی مراد خوب واضح ہو جاتی ہے لیکن صاحبِ زبدہ نے خیانتاً

اسے نقل نہیں کیا تا کہ دھوکا دہی آسان ہو سکے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”واخرج احمد فی مسندہ من طریق فاطمة بنت الحسین بن علی عن عائشة قالت: کان اسید بن حضیر من افاضل الناس ،و کان یقول :لو انی اکون کما اکون علی احوال ثلاث لکنت حین اسمع القرآن اواقرؤہ و حین اسمع خطبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا شھدت جنازة۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة 235/1)

اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے مسند میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے اخراج کیا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کان اسید بن حضیر من افاضل الناس۔

(حضرت) اسید بن حضیر (رضی اللہ عنہ) بڑی فضیلت والے لوگوں میں سے تھے۔

اور (پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ)

وہ کہتے تھے اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ہمہ وقت اس حال میں رہتا جو حال مجھے تین اوقات میں نصیب ہوتا ہے۔ (۱) جس وقت قرآن کریم سن رہا ہوتا ہوں یا اس کی قراءت میں مشغول ہوتا ہوں (۲) اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سن رہا ہوتا ہوں (۳) اور جب کسی جنازہ میں حاضر ہوتا ہوں۔،،

اقول: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مبارک حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی پوتی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جسے حضرت امام احمد جیسی شخصیت نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے لیکن صاحب زبدہ کو یہ

پسند نہیں آیا کیونکہ اس سے پہلے قول کا معنی اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی مراد واضح ہو رہی تھی اور دھاندلی ممکن نہ تھی اور پہلا قول جو ابن اسحاق کی روایت کے ساتھ ہے وہ نقل کر دیا

شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل شریف بھی نقل کیا ہے۔

''کان ابوبکر لایقدم احدا من الانصار علی اسید بن حضیر۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی شخص کو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ (ان سے افضل نہیں سمجھتے تھے)۔''

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''و کان اسید من السابقین الی الاسلام و ھو احد النقباء لیلة العقبة و کان اسلامه علی ید مصعب بن عمیر قبل سعد بن معاذ۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اسلام کی طرف سابقین حضرات میں سے ہیں اور شبِ عقبہ کے نقباء سے ہیں اور انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے (بھی) پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصود بھی ان نفوس قدسیہ کی حضرات انصار پر تقدیم و تفضیل ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مبارک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بایں الفاظ منقول ہے:

عن عائشة قالت: کان فی بنی عبد الاشھل ثلاثة لم یکن احد افضل

منھم سعد بن معاذ و اسید بن حضیر و عباد بن بشر۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة 71/3)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

بنی عبد الاشہل میں تین اشخاص تھے کوئی شخص ان سے افضل نہیں تھا:

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم

یہ صاحب زبدہ کے نقل کردہ قول کی دوسری روایت ہے اس میں بھی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے راوی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا قول مبارک بایں الفاظ نقل کیا ہے:

"و قالت عائشة: ثلاثة من الانصار لم یکن احد یعتد علیھم فضلا کلھم من بنی عبد الاشھل :اسید بن حضیر و سعد بن معاذ و عباد بن بشر صحیح۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة 496/3)

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

انصار سے تین اشخاص ہیں، کوئی شخص فضیلت میں ان کے اوپر شمار نہیں ہوتا تھا، وہ تمام بنی عبد الاشہل سے ہیں: حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم یہ حدیث صحیح ہے۔"

یہ دونوں روایات صاحب زبدہ کی نقل کردہ روایت سے بھی زیادہ واضح ہیں بالخصوص آخری روایت جس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ نے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے، سے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی مراد روز روشن کی طرح

واضح ہوگئی ہے کیونکہ اس میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی رائے بیان نہیں فرمائی بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا طرز عمل بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ''ثلاثة من الانصار '' کے بعد فرمایا: لم یکن احد یعتد علیهم فضلا۔

یعنی حضرات انصار سے تین صحابہ ایسے تھے کہ حضرات صحابہ کرام کے ہاں کوئی صحابی فضیلت میں ان کے اوپر شمار نہیں کیا جاتا تھا۔،،

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا: کہ فضیلت میں ان کے اوپر میں کسی کو شمار نہیں کرتی تھی۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے یہ ایک خبر دی ہے اور بلا شبہ ان کی یہ خبر صادق ہے خلافِ واقع ہرگز نہیں ہے۔

جب کہ دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کا افضل ہونا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوی میں بھی صراحت کے ساتھ بیان کرتے تھے اور حضرات صحابہ کرام کے اس عمل پر اطلاع کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر انکار نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حدیث صحیح میں تصریح ہے اور پھر ان تینوں حضرات کی بیعتِ خلافت کے وقت بھی ان کی افضلیت کا حوالہ دیا گیا اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں کئی بار منبر پر عظیم اجتماعات میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا بیان فرمایا ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے بلکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا قطعی ہونا بھی متعدد بار منبر پر بیان فرمایا ہے جیسا کہ احادیثِ مرتضویہ میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

جبکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بھی سترہ اٹھارہ سال بعد ہوا ہے۔تو ان حقائق کی موجودگی میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد مقدس :لم یکن احد یعتد علیھم فضلا۔ کو عموم اور اطلاق پر محمول کرنا سراسر دھاندلی اور ان پر افتراء ہے کیونکہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی صحابی فضیلت میں ان تین حضرات کے اوپر شمار نہیں ہوتا تھا۔وللہ الحمد

صاحب زبدہ کا تحکم اور سینہ زوری:

صاحبِ زبدہ کا حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے کھاتے میں ڈالنا کہ انہوں نے تین انصاری حضرات کو پوری امت سے افضل کہا ہے اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے قول کی بنا پر بداہت عقلیہ سے مستثنیٰ قرار دینا یہ بھی سراسر دھاندلی ہے۔اس لئے کہ اگر صاحبِ زبدہ کے نزدیک تین انصاری حضرات کے حق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مبارک سے پوری امت پر ان کی افضلیت بیان کرنا مقصود ہے،تو پھر صاحبِ زبدہ کے پاس اس امر پر کونسی دلیل ہے کہ انصاری حضرات کی افضلیت والے قول مبارک سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کے بیان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مبارک معرض وجود میں آچکا تھا تاکہ دوسرے قول کے ارشاد فرماتے وقت اس کے عموم کے لیے پہلے قول کو مخصص قرار دینا صحیح ہو سکے اور یہ کہا جا سکے کہ چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا قول آپ پہلے کر چکی ہیں لہٰذا دونوں ارشادات کے درمیان تطبیق اور توفیق کے لئے ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے ماسوا پر افضلیت مراد ہے۔

جناب عالی گزارش ہے کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت والے قول مبارک کا پہلے وجود میں آنا ممکن ہے تو اس کے برعکس حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی افضلیت والے قول کا پہلے معرض وجود میں آنا بھی ممکن ہے کیونکہ ان ارشادات کے معرض وجود میں آنے کی تاریخ قلمبند نہیں کی گئی جس کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے قول کا پہلے وجود میں آنا ہی متعین ہو سکے۔

تو اب صاحب زبدہ کے طرز پر تحقیق کرنے والا کوئی دوسرا محقق حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی فضیلت والے قول کو پہلے نقل کر دے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت والے کو بعد میں لکھ کر یہی گوہر افشانی کرے:

کہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ در بارہ تین انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے، باستثنائے حضرات انصار اسید بن حضیر وسعد بن معاذ وعباد بن بشر رضی اللہ عنہم جو بداہت عقلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے باقی پوری اُمت سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو افضل کہا ہے۔ تو کیا صاحب زبدہ اس استدلال کو درست تسلیم کرتے ہوئے قبول کر لیں گے یا یہ کہتے ہوئے رد کر دیں گے کہ یہ تو سراسر دھاندلی و دھوکا دہی اور تحکم وسینہ زوری ہے؟ جب کسی قیمت پر اسے قبول نہیں کریں گے تو فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ صاحب زبدہ نے بھی تو یہی کچھ کیا ہے تو اسے کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے؟

نتیجۂ کلام:

بلا شبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں لیکن پوری امت پر ان کی فضیلت مطلقہ کا عقیدہ تو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی فقیہہ اور مجتہدہ شخصیت انہیں افضل الامت مطلقاً کیونکر قرار دے سکتی ہے۔ یہ تو صاحب زبدہ کی صرف دھاندلی اور دھوکا دہی ہے کہ قائل کی مراد کے خلاف اس کے کلام کا مفہوم ومعنی اختراع کر کے اس پر تھوپے جا رہے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اسی طرح حضرات انصار کے بارے میں اگر صاحب زبدہ بضد ہیں کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کا نام لیکر انہیں افضل الامت کہا ہے تو پھر صاحبِ زبدہ پر ضروری ہے کہ اسے صرف حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عقیدہ قرار نہ دیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا نظریہ کہیں اور صراحت سے لکھیں کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اس لئے کہ حضرت ام المؤمنین نے فرمایا ہے:

لم یکن احد یعتد علیھم فضلا۔

تو اس سے دین متین کا ادنیٰ خادم بھی سمجھ رہا ہے کہ فضیلت میں ان تین حضرات کے اوپر کسی کا شمار نہ کیا جانا، اس میں ان تین حضرات کے بارے میں باقی حضرات صحابہ کرام کے طرز عمل کا بیان ہے نہ کہ صرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ذاتی عمل کا اور اگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے اس طرز عمل سے ان کا تین انصاری حضرات کو افضل الامت سمجھنا لازم نہیں آتا تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو صرف بیان کرنے کی وجہ سے آپ کا ان تینوں حضرات کو افضل الامت علی الاطلاق کہنا کیونکر ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد

بلاشبہ یہ تینوں حضرات بڑے فضائل ومناقب والے ہیں جیسا کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختصر عرض کیا جا چکا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیحین ودیگر کتب حدیث میں متعدد طرق واسانید کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس مروی ہے:

اهتز العرش لموت سعد بن معاذ۔ (الاصابة 71/3)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے عرش الٰہی جھوم گیا یعنی ان کی روح کے عرش عظیم کی طرف اٹھائے جانے کے سبب عرش عظیم شادمان ہوا، اور ان کی اپنے رب کے حضور عزت وکرامت کی وجہ سے خوش ہوا۔،،

منتہی الارب 4/ 368 میں ہے:

وفی الحدیث اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ ای ارتاح بروحه واستبشر لكرامته علی ربه۔

نیز حضرت شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"وذكر ابن اسحاق انه لما اسلم علی ید مصعب بن عمیر قال لبنی عبد الاشهل: كلام رجالكم ونسائكم علی حرام حتی تسلموا. فاسلموا. فكان من اعظم الناس بركة فی الاسلام۔" (الاصابة 71/3)

اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا تو اپنے قبیلہ بنی

عبدالاشہل سے فرمایا: تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام کرنا مجھ پر حرام ہے تاوقتیکہ تم اسلام قبول کرلو، تو تمام بنی عبدالاشہل نے اسلام قبول کرلیا۔ پس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اسلام میں برکت کے اعتبار سے عظیم ترین لوگوں سے ہیں۔،،

ایسے ہی حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ بھی بڑی عظمت وشان والے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ مذکورہ معروضات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ ہی تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں افضلیت مطلقہ کا عقیدہ ہے اور نہ ہی آپ نے مذکورہ حضرات کو افضل الامت کہا ہے۔ وللہ الحمد

الاستذکار کی عبارت میں خیانت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے معارضہ میں پیش کی جاتی ہے اور ساتھ ہی اس امر کی تصریح کی ہے کہ اس حدیث میں کسی راوی سے تصحیف واقع ہوگئی ہے پھر اصل حدیث کے الفاظ کی صراحت بھی کردی ہے۔ لیکن صاحب زبدہ نے تصحیف شدہ الفاظ نقل کر کے استذکار کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھ دیا ہے اور باقی عبارت حذف کردی ہے۔ ملاحظہ کریں صاحبِ زبدہ رقمطراز ہیں:

علامہ ابن عبدالبر، کتاب الاستذکار کے 14-242 پر ورطہ تحریر میں لاتے ہیں:

”وقد عورض حديث ابن عمر هذا بحديث عبد الله بن مسعود. رواه شعبة عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة عن عبد الله قال: كنا

نتحدث ان افضل اهل المدينة علی ابن ابی طالب۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کا تعارض لازم آ گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے افضل ہیں۔

(فضائل صحابہ جلد 2ص 749 تصنیف امام احمد بن حنبل، مسند بزار ج5ص 55، مجمع الزوائد ج9ص 105 میں بھی یہ حدیث اسی طرح موجود ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث کا تعارض حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بایں معنی ہے کہ خلفائے راشدین کا مسکن مدینہ طیبہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 189-190)

الجواب:

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں۔ قول مذکور کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہی بتاتے ہیں کہ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جملہ صحابہ کرام کا اجماع تھا۔ کیونکہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جاننے کا صاف مطلب یہ ہے کہ افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جملہ صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

اور پھر ایک نحوی ضابطہ کا حوالہ دے کر یہ گوہر افشانی فرمائی:

اب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ جملہ اہل مدینہ میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں ان میں حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پوری طرح شریک ہوں

گے۔ ان میں کوئی بھی حسن وفضل ایسا نہیں جس میں مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوں مگر اہل مدینہ میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہوگا جو حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے اس فضل میں شریک ہو جو وہ بمقابلہ جملہ اہل مدینہ کے رکھتے ہیں۔ (زبدۃ التحقیق، ص 191)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا اہل مدینہ حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کثیر حضرات کے وافر تعداد میں خصائص نہیں ہیں؟ جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں موجود نہیں ہیں۔ قلم کی ایک جنبش سے تمام خصائص مہاجرین وانصار کا انکار کر دیا (سوا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جبکہ ان کے حق میں افراط اور غلو کی انتہا کر دی ہے) اور پھر اس گمراہی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی قرار دے کر ان پر تھوپ دیا۔ کیسا انعام دیا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو؟

کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خصائص صحابہ کرام کے منکر تھے؟

نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد بالاسلاف الکرام۔

صاحب زبدہ کی مزید گوہر افشانی ملاحظہ کریں، چنانچہ رقمطراز ہیں:

عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بظاہر قول صحابی ہو کر حدیث موقوف کہلائے گا مگر اس قول میں قیاس صحابی کو دخل نہیں ہے لہٰذا حکماً حدیث مرفوع کہلائے گا۔ کیونکہ یہ امر اعتقادی ہے اور جملہ عقائد سماعی وتوقیفی ہیں لہٰذا یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا ورنہ یہ جملہ کبھی نہ بولتے۔

(زبدہ، ص 191-192)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا:

کنا نتحدث ان افضل اھل المدینۃ علی بن ابی طالب۔

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اہل مدینہ میں سے افضل ہیں۔

ورنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ جملہ: کنا نتحدث الخ کبھی نہ بولتے؟

لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرات صحابہ کرام میں سے ایک فرد ہیں اور ان میں شامل ہیں؟ واہ رے تحقیق۔

ضروری تنبیہ:

صاحب زبدہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کو حدیث مرفوع حکمی قرار دیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

کنا نتحدث ان افضل اھل المدینۃ علی بن ابی طالب، ہے۔

لہٰذا کوئی شخص صاحب زبدہ کی طرف یہ عذر بارد پیش کرنے کا حق نہیں رکھتا کہ ان کی مراد صرف ''ان افضل اھل المدینۃ علی بن ابی طالب'' ہے۔ جبکہ اس قول: کنا نتحدث الخ۔ کا حکماً حدیث مرفوع ہونا بداہۃً باطل اور مردود ہے۔

اور اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ: ان افضل اھل المدینۃ علی بن ابی طالب۔ صرف یہ کلام حکماً حدیث مرفوع ہے۔

تو جواباً گزارش یہ ہے کہ یہ دعویٰ بھی سراسر باطل ہے اور یہ کہنا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا ورنہ یہ جملہ کبھی نہ بولتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی افتراء اور بہتان ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھی۔

صاحب زبدہ سے جواب طلب سوال:

کیا صاحب زبدہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو ارشاد نبوی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور سنا ہو اس کو بیان کرتے وقت ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ''یا'' قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''یا'' سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''یا'' سمعت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ الفاظ تو زندگی میں کبھی نہ بولے ہوں۔ اور اس حدیث مرفوع کے شروع میں ہمیشہ ''کنا نتحدث'' کے الفاظ کا اضافہ کیا ہو؟

صاحب زبدہ مزید رقمطراز ہیں:

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قانون سازی میں بھی انہیں ایک عظیم مقام دیا۔ امت کے حق میں ان کی پسند یدا یک مثبت قانون ہے۔ اور ان کی ناپسند ید امت کے حق میں ایک شرعی ممانعت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جناب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جنابِ مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے افضلیت کا عقیدہ ایک شرعی مبنیٰ ہے جس کو جنابِ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مقابلے میں ایک ترجیحی حیثیت حاصل ہے۔ (زبدہ، ص 193)

الجواب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظمت کا انکار کوئی سنی نہیں کر سکتا لیکن اس

جگہ کلام ان کی عظمت میں نہیں ہے بلکہ قول مذکور کے نفس الامری اور واقعی طور پر ان سے ثابت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے، جس قول کی بنیاد پر صاحبِ زبدہ اور دوسرے تفضیلیہ نے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ان کے کھاتے میں ڈال کر انہیں بھی اپنا مقتدا ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی ہے تو اس کی حقیقت عنقریب واضح ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مقابلے میں اس کی ترجیحی حیثیت کا منظر بھی ناظرین دیکھ لیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث متعدد تابعین عظام سے اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے اور بلاشک وشبہ حدیث مشہور ہے اور بعض طرق کے اعتبار سے حدیث مرفوع تقریری صحیح ہے۔

اب اس شرعی مبنی کی حقیقی صورتحال اور صاحبِ زبدہ کے ہاتھ کی صفائی کا ایک منظر ملاحظہ کریں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کی حقیقی صورتحال کا بیان:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور پر صاحب زبدہ نے پہلا حوالہ ''الاستذکار'' کا لکھا ہے اور اسی سے عبارت نقل کی ہے جبکہ علامہ ابن عبدالبر قدس سرہ العزیز نے ''الاستذکار'' میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسی مقام پر عبارت منقولہ سے متصل بعد اس روایت کی حقیقی صورتحال بھی بڑی وضاحت کے ساتھ لکھی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

وھذا عندی حیث فیہ تصحیف ممن رواہ عن شعبة ھکذا۔ وانما المحفوظ فیہ عن ابن مسعود انہ قال: کنا نتحدث ان اقضی اھل المدینة علی بن ابی طالب، ھکذا من القضاء لا من الفضل۔ (الاستذکار 14/242)

ترجمہ: اور میرے نزدیک اس حدیث میں تصحیف ہے۔ شعبہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والوں میں سے جس شخص نے اس حدیث کو اس طرح: کنا نتحدث ان افضل اھل المدینة علی بن ابی طالب۔ روایت کیا ہے اس سے تصحیف ہوئی ہے۔ (اس نے غلطی سے اقضی کی جگہ، افضل روایت کیا ہے)

اور جو اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محفوظ ہے وہ صرف یہ ہے کہ بیشک آپ نے فرمایا:

''کنا نتحدث ان اقضی اھل المدینة علی بن ابی طالب''

ہم یہ بات کہتے تھے کہ اہل مدینہ کے سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ۔

اس طرح (یہ لفظ اقضیٰ ہے جو) قضاء سے ماخوذ اور مشتق ہے نہ کہ (افضل جو) فضل سے مشتق ہے۔''

یہ ہے ''ان افضل اھل المدینة علی بن ابی طالب''۔ والی روایت کی حقیقی صورتحال اور یہ تمام عبارت جو صاحب زبدہ کی نقل کردہ عبارت سے متصل بعد ہے، صاحب زبدہ نے خیانتاً حذف کردی اور عبارت کا صرف پہلا حصہ نقل کردیا۔ کیونکہ اگر مکمل عبارت نقل کردیتے تو یہ کیسے بتاتے؟ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔ (زبدہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(ب) علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس بات کی تصریح پر ہی اکتفاء نہیں کی کہ اس حدیث کی روایت میں شعبہ سے روایت کرنے والوں سے کسی راوی سے غلطی ہوگئی ہے کہ اس نے اقضیٰ کی جگہ افضل روایت کر دیا ہے بلکہ اپنی دوسری تصنیف میں بھی اپنی سند کے ساتھ محفوظ حدیث روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وحدثنا عبد الوارث قال: حدثنا قاسم حدثنا احمد بن زهير، حدثنا مسلم بن ابراهيم، حدثنا شعبة، عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة عن عبد الله قال: كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة على بن ابى طالب۔

(لاستيعاب 50/2)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ بیشک اہل مدینہ کے سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ۔

(ج) عظیم محدث حافظ الحدیث محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 230ھ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے ملاحظہ کریں:

اخبرنا وهب بن جرير بن حازم و عمرو بن الهيثم ابو قطن قالا: اخبرنا شعبة عن ابى اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد عن علقمة عن عبد الله قال: كنا نتحدث ان من اقضى اهل المدينة ابن ابى طالب۔

(كتاب الطبقات الكبير 292/2)

(ترجمہ قریب ہی گزرا ہے)

(د)　　امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری نے بھی حدیث مذکور سند صحیح کے ساتھ انہی الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ملاحظہ کریں:

اخبرنی عبدالرحمن بن الحسن القاضی بھمدان ،ثنا ابراھیم بن الحسین، ثنا آدم بن ابی ایاس، ثنا شعبة عن ابی اسحاق، عن عبدالرحمن بن یزید عن علقمة، عن عبدالله قال: کنا نتحدث ان اقضی اهل المدینة علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه.

(المستدرک 346/3)

اور امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تلخیص میں اسے سنداً ومتناً ذکر کرنے کے بعد حاکم کی تصریح کے خلاف ایک حرف بھی نہیں لکھا۔

اور صاحبِ زبدہ نے مزید، فضائل صحابہ، مسند بزار اور مجمع الزوائد کا حوالہ دیا ہے۔ مجمع الزوائد کا حوالہ تو صرف حوالہ جات کی تعداد بڑھانے کے لئے لکھا گیا ہے کیونکہ صاحب مجمع الزوائد نے تو اس روایت کو بزار کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ اور مسند بزار کی سند ضعیف ہے مجمع الزوائد میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ''وفیه: یحیی بن السکن. وثقه ابن حبان وضعفه صالح جزرة'' کہ بزار کی سند میں یحییٰ بن السکن راوی ہے ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور صالح جزرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد 152/9)

اور فضائل صحابہ کی سند اگرچہ صحیح ہے لیکن علوم حدیثیہ کے خادم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ سند صحیح ہونے اور متن تصحیف شدہ ہونے میں منافات ہرگز نہیں ہے جب کہ اس متن کے تصحیف شدہ ہونے کی بعض اکابر ائمہ اعلام نے تصریح کردی ہے اور

اسانید صحیحہ کے ساتھ اصل اور محفوظ متن حدیث بھی متعدد کتب حدیث میں مروی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

(ھ) تصحیف شدہ روایت: کنا نتحدث ان افضل اهل المدینة علی بن ابی طالب۔ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنے والی احادیث مرفوعہ متواترۃ المعنیٰ کے بھی خلاف ہے جو اس روایت میں تصحیف ہونے کا قطعی ثبوت ہے اس لیے کہ ان احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں یہ بات یقینی طور پر ناممکن ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان ارشادات نبویہ کے خلاف حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام اہل مدینہ سے افضل قرار دیتے ہوں، لہٰذا یہ روایت قطعی اور یقینی طور پر تصحیف شدہ ہے۔

(و) حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں ترتیب افضلیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے موقف اور نظریہ کی تصریحات بھی اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ ''ان افضل اهل المدینة علی بن ابی طالب'' میں تصحیف ہے اور ''ان اقضی اهل المدینة علی بن ابی طالب'' محفوظ ہے۔ وللہ الحمد

اب الاستذکار کے عکسی صفحات ملاحظہ کر کے صاحب زبدہ کی خیانت کی تصدیق کر لیں۔

الاستذكار

الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار فيما تضمنه "الموطأ"
من معاني الرأي والآثار وشرح ذلك كله بالإيجاز والاختصار

ما على ظهر الأرض بعد كتاب الله
أصح من كتاب مالك
"الإمام الشافعي"

تصنيف

ابن عبد البر

الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري الأندلسي

٣٦٨ هـ ٤٦٣ هـ

لقد كان أبو عمر بن عبد البر من بحور العلم
واشتهر فضله في الأقطار
"الحافظ الذهبي"

يُطبع لأوّل مرّة كاملاً في ثلاثين مجلّداً
بالفهارس العلميّة عن خمس نُسخ خطيّة عزيزة

المجلّد الرّابع عشر

وثّق أصوله وخرّج نصوصه ورقّمها
وقنّن مسائله وصنع فهارسه

الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي

دار قتيبة للطباعة والنشر
دمشق - بيروت

دار الوعي
حلب - القاهرة

٢٠٢٠٠ - ذَكَرَهُ المغامي[1] ، عَنِ الزبيرِ بْنِ بكَارٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ مَالِكٍ فِي كِتابِهِ : « فَضائِلِ مَالِكٍ » .

٢٠٢٠١ - وَقَدْ عُورِضَ حديثُ ابْنِ عُمَرَ هَذا بحديثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ .

٢٠٢٠٢ - روى شُعْبَةُ ، عَنْ أبي إِسحاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحمنِ بْنِ يزيدَ ، عَنْ عَلْقمةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قالَ : كُنَّا نَتحدَّثُ أَنَّ أفضلَ أهْلِ المَدِينَةِ عليُّ ابنُ أبي طَالِبٍ .

٢٠٢٠٣ - وهَذا عِنْدِي حيثٌ فيه تَصْحِيفٌ مِمَّنْ رَوَاهُ عَنْ شعبةَ هكذا .

٢٠٢٠٤ - وإنَّما المحفُوظُ فيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أنَّهُ قالَ : كُنَّا نَتحدَّثُ أنَّ أقضى أهْلِ المدِينَةِ عليُّ ابْنُ أبي طَالِبٍ ، هكذا مِنَ القَضاءِ ، لا مِنَ الفَضْلِ .

٢٠٢٠٥ - وقَدْ عَارَضُوا حَدِيثَ عُمَرَ أيضًا بِقَولِ حُذَيفَةَ .

٢٠٢٠٦ - حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قالَ : حدَّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يونسَ ، قالَ : حدَّثنا نقيرُ بْنُ مخلدٍ ، قالَ : حدَّثنا أبو بكرِ بْنُ شيبةَ ، قالَ : حدَّثنا أبو مُعَاوِيةَ الأعمشُ ، عَنْ شقيقٍ ، عَنْ حذيفةَ ، قالَ : لَقَدْ عَلِمَ المحفُوظُونَ مِنْ أصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ أنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ أقْرَبُهم عِنْدَ اللَّهِ وَسِيلَةً يومَ القِيامَةِ[2] .

---

(١) غيرواضحة بالأصل ، وقد رجحت أن تكون هكذا ، فهو شيخ المالكية ، أبو عمرو ، يوسف بن يحيى الأزدي الأندلسي القرطبي ، أحد الأعلام ، وقد صنف في « فضائل مالك » كتاباً ، وتوفي سنة (٢٨٥) ، وله ترجمة في :

تاريخ علماء الأندلس (٢:١ ٢٠ - ٢٠٢) ، طبقات الفقهاء : ١٦٢ ، جذوة المقتبس : ٣٧٣ ، اللباب (٣ : ٢٤٠) ، سير أعلام النبلاء (١٣ : ٣٣٦) ، نفح الطيب (٢ : ٥٢٠) .

(٢) المصنف (١٢ : ١١٥) .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک افضلیت علی، علی الاطلاق تو کیا، افضلیت علی بر عثمان بھی ثابت نہیں (رضی اللہ عنہما)

اس لئے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی الاطلاق پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تصریحات موجود ہیں۔

ملاحظہ کریں:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

(1) ''ثنا يحيى بن سعيد و وكيع عن مسعر عن عبد الملك قال يحيى في حديثه، قال: حدثني عبد الملك بن ميسرة عن النزال قال:

لما استخلف عثمان قال عبد الله: امرنا خير من بقي ولم نأل۔

(فضائل الصحابة 1/563-564) حدیث نمبر 747، اسنادہ صحیح۔

حضرت نزال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) جو صحابہ کرام باقی ہیں ان تمام میں سے افضل کو ہم نے (اپنا) امیر بنالیا اور ہم نے (سب سے افضل کو امیر مقرر کرنے میں) تقصیر اور کوتاہی نہیں کی۔،،

(2) ''قثنا عفان، قثنا حماد يعني ابن سلمة، قثنا عاصم بن بهدلة، عن ابي وائل، ان عبد الله بن مسعود سار من المدينة الى الكوفة ثمانيا حين استخلف عثمان بن عفان فحمد الله واثنى عليه ثم قال: اما بعد، فان

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب مات فلم یُر یوم اکثر نشیجا من یومئذ، وانا اجتمعنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلم نألُ عن خیرنا ذی فوق فبایعنا امیر المؤمنین عثمان، فبایعوہ

(فضائل الصحابۃ 1/570-571) حدیث 759، اسنادہ حسن

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے کوفہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اما بعد، بیشک امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے ہیں پس ایسا کوئی دن نہیں دیکھا گیا جس میں شدید ترین گریہ اس دن سے زیادہ کیا گیا ہو اور بیشک ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجتمع اور متفق ہو گئے۔ تو ہم تمام صحابہ کرام میں سے افضل، اکمل تام اسلام اور سبقت وفضیلت میں بہترین شخص کو خلیفہ بنانے میں ہم نے تقصیر نہیں کی اور ہم نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے پس تم (بھی) ان کی بیعت کرو۔،، علامہ ابن منظور افریقی رقمطراز ہیں:

النشیج: اشد البکاء (لسان العرب، 2/377)

(3) عظیم محدث محمد بن سعد زہری متوفی 230ھ نے بھی اسی سند اور متن کے ساتھ (کتاب الطبقات الکبیر 3/59م میں اسے روایت کیا ہے۔

(4) امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دس اسانید کے ساتھ روایت کی ہے ملاحظہ کریں: (المعجم الکبیر 9/186 تا 188)

امام مجد الدین ابی السادات مبارک بن محمد جزری نے فرمایا:

”ومنہ حدیث ابن مسعود "اجتمعنا فامّرنا عثمان، ولم نأل عن

خیرنا ذافوق " ای ولینا اعلانا سهما ذا فوق ،اراد خیرنا واکملنا، تامّا فی الاسلام والسابقة والفضل۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 480/3)

حافظ امام نورالدین علی بن ابی بکرالہیتمی متوفی 807ھ نے (مجمع الزوائد 101/9) پر امام طبرانی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

عن النزال بن سبرة قال: لما استخلف عثمان قال عبدالله بن مسعود: امرنا خیر من بقی ولم نأل، وفی روایة: ما الونا عن اعلاها ذا فوق۔

(رواہ الطبرانی باسانید ورجال احدها رجال الصحیح)

کہ امام طبرانی نے حدیث مذکور کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

(5) عظیم محدث محمد بن سعد متوفی 230ھ مزید رقمطراز ہیں:

"قال: اخبرنا ابومعاویة الضریر وعبید الله بن موسٰی و ابو نعیم الفضل بن دکین قالوا: اخبرنا مسعر عن عبدالملك بن میسرة عن النزال بن سبرة قال: قال عبدالله حین استخلف عثمان استخلفنا خیر من بقی ولم نأله۔

(کتاب الطبقات الکبیر 59/3)، اسنادہ صحیح

حضرت نزال بن سبرہ نے فرمایا: جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد) جو صحابہ کرام باقی موجود ہیں ان تمام میں سے افضل کو ہم نے خلیفہ بنالیا ہے اور ہم نے کوتاہی نہیں کی۔"

"قال: اخبرنا حجاج بن محمد بن شعبة عن عبدالملك بن میسرة عن

النزال بن سبرة قال:شهدت عبدالله بن مسعود فی هذا المسجد ماخطب خطبة الا قال امرنا خیر من بقی ولم نأل۔

(کتاب الطبقات الکبیر 59/3)رجالہ ثقات

نزال بن سبرہ نے فرمایا: میں اس مسجد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے ہر خطبہ میں فرمایا:

امرنا خیر من بقی ولم نأل۔ (ترجمہ گزر چکا ہے)

نتیجہ کلام:

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ بشمول حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تمام اہل مدینہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جاننا جملہ صحابہ کرام کا عمل اور عقیدہ بتائیں۔ البتہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام صحابہ کرام (جو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد موجود تھے) پر افضلیت صرف اپنا ہی نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی موقف اور نظریہ ضرور بیان فرمایا ہے جیسا کہ اسانید صحیحہ سے آپ کا ارشاد مقدس قریب ہی گزرا ہے۔

''انا اجتمعنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلم نأل عن خیرنا ذی فوق فبایعنا امیر المؤمنین عثمان۔

جب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرات صحابہ کرام کے نزدیک

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ کرام سے افضل ہونا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید صحیحہ اور حسنہ کے ساتھ ثابت ہے اور اس حدیث کے بارے میں حضرات ائمہ اعلام میں سے کسی نے کسی بھی قسم کی تصحیف کا قول بھی نہیں کیا اور اس کے برعکس ُان افضل اهل المدينة علی بن ابی طالب، میں لفظ ''افضل'' کا تصحیف پر مبنی ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اور بعض ائمہ اعلام کی تصریح بھی موجود ہے لہٰذا یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ روایت مذکورہ میں تصحیف ہے۔ اور کسی کتاب میں سند صحیح کے ساتھ اس روایت کا مروی ہونا اسے تصحیف سے نہیں نکال سکتا۔

ضروری تنبیہ:

بعض اہل علم نے ''ان افضل اهل المدينة،، والی روایت کا محمل یہ بیان کیا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام اہل مدینہ سے افضل ہونا مراد ہے۔

لیکن فقیر راقم الحروف کہتا ہے جب روایت مذکورہ میں لفظ افضل تصحیف پر مبنی ہے اور محفوظ لفظ اقضیٰ ہے تو کسی تاویل کی اصلاً ضرورت نہیں ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی صاحب کی تحقیق کا ایک منظر:

فیضی صاحب نے روایت مذکورہ کے بارے میں امام محب الدین طبری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تاویل مذکور نقل کرنے کے بعد لکھا:

شکر ہے کہ ہمارے علماء کرام فقط اس تاویل تک محدود رہے اور کسی محدث سے لفظ ''افضل،، کو تصحیف یا تحریف کے کھاتہ میں نہیں ڈالا یعنی یہ نہیں کہا کہ دراصل یہ لفظ ''اقضیٰ،، ہی تھا مگر بعض روافض نے اسے ''افضل،، بنا دیا۔ ہمارے نزدیک ایسا

کہنے کی گنجائش ہی نہیں البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ اثر (قول صحابی) درحقیقت لفظ ''افضل'' سے ہی ہو، اس لئے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے ''اقضیٰ'' ہونا کوئی ایسی انہونی بات نہیں تھی جس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس انداز سے بیان فرماتے بلکہ ان کا ''اقضیٰ'' ہونا تو معروف و مسلم بات تھی اور خود زبان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا ''اقضیٰ'' ہونا ثابت تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے تھے، تا آخر۔ (شرح اسنی المطالب، ص 609)

الجواب:

فقیر راقم الحروف کہتا ہے ایسی تحقیق پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا عظیم محدث حافظ الحدیث علامہ ابن عبدالبر مالکی قدس سرہ العزیز متوفی 463ھ نے الاستذکار شرح المؤطا میں لفظ ''افضل'' تصحیف پر مبنی ہونے اور محفوظ لفظ ''اقضیٰ'' ہونے کی تصریح نہیں کی؟

کیا اثر مذکور اسانید صحیحہ کے ساتھ لفظ ''اقضیٰ'' کے ساتھ مروی نہیں ہے؟ کیا اسانید صحیحہ وحسنہ کے ساتھ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بوقت خلافت موجود تمام صحابہ کرام پر افضلیت کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تصریحات ثابت نہیں ہیں؟ کیا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ثابت کرنے والی احادیث مرفوعہ متواترۃ المعنی اس قول کے صحابہ کرام سے صادر ہونے کے منافی نہیں ہیں؟

عجیب دھاندلی ہے کیا تصحیف بھی روافض کے تصرف کے ساتھ خاص ہے؟

فیضی صاحب کا یہ کہنا کہ: ہمارے نزدیک ایسا کہنے کی گنجائش ہی نہیں تا آخر۔ عبارت منقولہ دوبارہ ملاحظہ کرلیں کہ: لفظ ''افضل'' تصحیف پر مبنی نہ ہونے پر

کیسی دلیل پیش کی ہے؟

عجب ابلہ فریبی ہے۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اقضیٰ ہونا معروف و مسلم بات ہونے کی وجہ سے، اسے اس انداز میں بیان کرنے کی حاجت اور ضرورت نہ تھی، تو فقیر کہتا ہے اگر ''کنا نتحدث ان افضل اهل المدینة علی بن ابی طالب'' بھی محفوظ ہے اور حضرات صحابہ کرام واقعی طور پر ایسا ہی کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے افضل علی بن ابی طالب ہیں (رضی اللہ عنہ) پھر تو آپ کی افضلیت بھی معروف و مسلم بات تھی تو اس کو اس انداز میں بیان کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ جب مقصود ہی دھوکا دہی اور دھاندلی ہے تو پھر تحقیق کا معیار یہی ہونا ہے

فیضی صاحب کی مزید گوہر افشانی:

اس سے ثابت ہوا کہ خلافت دوسرے حضرات کی تھی مگر ابن مسعود اور ان کے رفقاء کے نزدیک تمام اہل مدینہ سے افضل سیدنا علی علیہ السلام تھے اور اس کو وہ بیان بھی کرتے تھے۔ لہٰذا اس سے بداہۃً ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک ترتیب افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق لازم نہیں تھی۔ البتہ اگر اس قول کے برعکس ان سے کوئی دوسرا قول بھی منقول ہو تو پھر الگ بات ہے لیکن ہمارے سامنے ایسا کوئی قول نہیں آیا۔ اگر کسی صاحب علم کی نگاہ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی دوسرا قول ہو تو برائے کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تا کہ ہم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق تفضیلی مبتدع گمراہ اور سنفضیہ وغیرہ کی بدگمانی سے محفوظ رہ سکیں اور اگر ان سے کوئی دوسرا قول منقول نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیے کہ وہ بھی

''اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم''

(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے) پر عمل کرتے ہوئے ان کے عقیدہ کو اپنا لیں۔ نیز "اصحابی کالنجوم" کے علاوہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کی شان میں آیا: رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد" (میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے پسند کیا) لہٰذا جو لوگ کم از کم "اصحابی کالنجوم" کو لائق حجت تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا باعث ہدایت ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ ترتیب افضلیت بترتیب خلافت پر کوئی اجماع امت تو ہوا نہیں کہ ایسی افضلیت گمراہی قرار پائے۔

(شرح اسنی المطالب، ص 610-611)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) فیضی صاحب کی اس تحقیق کی ساری عمارت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قول مذکور: "کنا نتحدث ان افضل اھل المدینۃ علی بن ابی طالب" ثابت ہونے پر تعمیر کی گئی ہے جبکہ فقیر راقم الحروف متعدد دلائل سے ثابت کر چکا ہے کہ قول مذکور میں لفظ "افضل" تصحیف پر مبنی ہے تو فیضی صاحب کی دھاندلی کا یہ شیش محل خود بخود ہی زمین بوس ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ فیضی صاحب کی اس بات کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ خلافت دوسرے حضرات کی تھی مگر ابن مسعود اور ان کے رفقاء

کے نزدیک تمام اہل مدینہ سے افضل سیدنا علی علیہ السلام تھے اور اس کو وہ بیان بھی کرتے تھے تا آخر۔

یہ سراسر دھوکا دہی اور غلط بیانی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابۃ تسلیم نہیں کیا اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت صرف اپنا ہی نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرام کا موقف اور نظریہ بھی یہی ہونے کی تصریحات فرمائی ہیں اور وہ بھی مساجد میں برسر منبر اور آپ کے یہ ارشادات عالیہ کثرت طرق واسانید کے ساتھ کتب احادیث وسیر کے صفحات پر چمک رہے ہیں جس کی ایک جھلک آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ تو ان ارشادات عالیہ سے ترتیب افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا اہل سنت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا بھی اہل سنت کے نزدیک اتفاقی نظریہ ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد باقی تمام صحابہ کرام سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ لیکن تفضیلیہ کی الٹی منطق ہے کہ ایک غیر محفوظ اور تصحیف پر مبنی قول کی بنا پر ان پر تھوپ دیا کہ ان کے نزدیک ترتیبِ افضلیت ترتیبِ خلافت کے مطابق لازم نہیں تھی۔

(ب) فقیر راقم الحروف اس امر کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشادات عالیہ جو اسانید کثیرہ صحیحہ وحسنہ کے ساتھ مروی ہیں

فیضی صاحب جیسے ریسرچ سکالر کے علم میں کیسے نہیں ہیں؟

کیا انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی فضائل الصحابہ، ابن سعد کی کتاب الطبقات الکبیر، امام طبرانی کی المعجم الکبیر، علامہ ہیتمی کی مجمع الزوائد، امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء وغیر ہا من الکتب کا مطالعہ نہیں کیا؟

اس لیے فیضی صاحب کی لاعلمی کا یقین کرنا مشکل ہے۔ اور اگر واقعی طور پر وہ ان ارشادات عالیہ سے بے خبر ہیں تو فقیر نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا ہے اب ان پر لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں طنزیہ کلام کرنے کی بجائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ اختیار کر کے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقیدہ سے توبہ کا تحریری اعلان کریں تا کہ ہم بھی فیضی صاحب کے متعلق تفضیلی، مبتدع، گمراہ وغیرہ کی بدگمانی سے محفوظ رہ سکیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اعزاز جو خود فیضی صاحب نے بھی نقل کیا ہے، "رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد" اس کی قدر دانی اور اہمیت کی پاسداری فیضی صاحب پر بھی لازم اور ضروری ہے۔ اور بالخصوص جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف اپنا ہی نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرام کا عقیدہ بھی صراحت سے بیان فرمایا ہے یعنی افضلیتِ عثمان ذوالنورین بر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسند ہی نہیں ہے بلکہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی پسند ہے۔ لہٰذا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بالترتیب افضل ماننا، بلاشبہ راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے افضلیت مطلقہ کا عقیدہ سراسر بدعت اور گمراہی ہے۔

اور آخر میں فیضی صاحب کی گوہر افشانی:

اس لیے کہ ترتیب افضلیت بترتیب خلافت پر کوئی اجماع امت تو ہوا نہیں کہ ایسی افضلیت گمراہی قرار پائے۔ (شرح اسنی المطالب)

الجواب:

یہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے اس لیے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ترتیب افضلیت میں مذہب اہل سنت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت علی الاطلاق ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تمام اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ پھر ان حضرات کے بعد حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں جمہور اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں جبکہ بعض توقف کے قائل ہیں۔

توچونکہ حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں بعض کا اختلاف ہے اس لیے یہ کہنا درست ہوا کہ ترتیبِ افضلیت بترتیبِ خلافت پر اجماع امت نہیں ہوا لیکن اس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا اختلافی ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟

عجیب دھاندلی ہے، کیا حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین افضلیت میں اختلاف کی وجہ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اختلافی بن گئی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل الامت قرار دینا درست ہوگیا؟ کیسی چالاکی ہے کہ ترتیبِ افضلیت بترتیب خلافت پر اجماع امت نہیں ہوا لہٰذا افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ گمراہی

نہیں ہے۔

فقیر کہتا ہے اجماعِ امت کے خلاف عقیدہ کا گمراہی ہونا جب مسلم ہے تو افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع امت ایک حقیقت واقعیہ ہے لہٰذا اس کے خلاف افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بلاشبہ گمراہی ہے۔اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

شرح اسنی المطالب کے بارے میں ضروری وضاحت:

زبدہ پر ایک تقریظ میں شرح اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب کی قصیدہ خوانی خوب کی گئی ہے اور اسے تحقیقی شرح قرار دیا ہے اور اثرِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تحقیق پر انہیں بڑا خراج تحسین پیش کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سوائے دھاندلی اور دھوکادہی کے کچھ نہیں لکھا۔

فقیر راقم الحروف اس شرح کی حقیقت کچھ مزید واضح کر دیتا ہے کہ:

''اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب،، شیخ شمس الدین محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ سنی شافعی المسلک ہیں اور اہل سنت کا افضلیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع ہے تو لامحالہ امام جزری کا عقیدہ بھی یہی ہے۔لیکن جناب فیضی صاحب کی تحقیق کا انوکھا معیار ہے کہ اس کتاب کی شرح لکھی ہے اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کے لیے سینکڑوں صفحات بھر دیئے ہیں اور بنو ہاشم پر مطلقاً افضلیت صحابہ کرام کا انکار کر دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ پر واقعی طور پر اتنے دلائل ہیں تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ، شاہ عبدالقادر اور قاری ظہور احمد فیضی صاحبان سے بھی علم میں کمزور

تھے؟ کیا انہیں اپنے مناقب کا مفہوم و معنی معلوم نہیں ہو سکا؟ جس کی وجہ سے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہونے کا عقیدہ تعلیم فرماتے رہے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے کی اس سے بڑھ کر اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ کہ وہ تو مساجد میں برسرِ منبر افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تعلیم فرمائیں اور بالخصوص افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا، اپنا اور دوسرے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماعی موقف اور نظریہ بتائیں اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کو مفتری کی حد لگانے کا اعلان کریں اور یہ بہادر محققین سرے سے افضلیت صحابہ کرام ہی کا انکار کر دیں اور تمام بنو ہاشم کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت تمام غیر ھاشمی صحابہ کرام سے افضل بتائیں اور پھر فاطمی حضرات کا مرتبہ ان میں سے بھی اعلیٰ بتائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

گزارش یہ ہے کہ جس تحقیق کی بنیاد ہی قطعیاتِ اسلام کے انکار پر ہے تو اہل حق کے نزدیک یہ کوئی تحقیق نہیں ہے بلکہ تحقیق کے نام پر سراسر دھوکا دہی اور مکاری ہے اور سنیت کو مٹانے اور بدعت کا نام سنیت رکھنے کی ایک گھناؤنی سازش ہے اب تو حقائق کی روشنی میں یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ اصل منصوبہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت کو شیعہ بنا دیا جائے اور اس کے لیے طریقہ واردات یہ ہے کہ لیبل سنیت ہی کا رہے اور لوگ کہلواتے سنی ہی رہیں لیکن باطنی اور نظریاتی طور پر شیعہ بن جائیں کیونکہ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ کسی سنی کو اگر صاف لفظوں میں شیعہ بننے کا کہا جائے تو وہ ہرگز تیار نہیں ہو گا۔ اس لیے بڑی مکاری سے تبلیغ بدعت کی جا رہی ہے اور علمی خیانتوں و سینہ زوری سے اس کا نام سنیت رکھا جا رہا ہے۔

فقیر راقم الحروف کی معلومات کے مطابق مسئلہ افضلیت کے بارے میں

ایسی دھاندلی اور غلط بیانی اور علمی خیانتوں کا جو منظر صاحبِ زبدہ اور صاحبِ شرح اسنی المطالب نے پیش کیا ہے چشم فلک نے اس سے پہلے شاید نہ دیکھا ہوگا۔ اور اس سب کچھ کے باوجود اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کر رہے ہیں اور اس مصنوعی مظلومی کے بیان میں بھی غلط بیانی نہیں چھوڑی۔ ملاحظہ کریں:

فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

(1) حد ہوگئی ہے کہ کچھ لوگ ایسے جید سنی علماء کے خلاف اپنا علمی اور مالی سرمایہ ضائع کر رہے ہیں جو جمہور کے قول کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں مگر اس پر اجماع قطعی کے قائل نہیں۔ (شرح اسنی المطالب، ص 21)

(2) و سیجنبھا الاتقی الذی الآیۃ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ثبوت کے خلاف فیضی صاحب نے پہلے اپنی دھاندلی، تحقیق کے نام پر پیش کی اور پھر صاحبِ زبدہ کی دھاندلی کو علمی تحقیق قرار دیتے ہوئے لکھا:

فائدہ: اس آیت پر علمی تحقیق کے لئے ''زبدۃ التحقیق'' لسید عبدالقادر جیلانی کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اور پھر حاشیہ میں یہ گوہر افشانی فرمائی:

ہمارے دور میں ظلم کی حد دیکھئے کہ اس کتاب کے مصنف مدظلہ جمہور کے مطابق افضلیتِ ابوبکر کے قائل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باادب ہیں لیکن اس کے باوجود بعض ظالم لوگ انہیں شیعہ اور رافضی قرار دینے سے باز نہیں آئے۔

(شرح اسنی المطالب، ص 803)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب کے افضلیت سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کا قائل ہونے کی اصل حقیقت زبدہ کی تصریحات کی روشنی میں واضح ہو چکی ہے اور اسے جمہور کا قول قرار دینے کی حقیقت کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ جب حقائق سے نقاب کشائی ہو چکی تو فیضی صاحب کی دھاندلی بے سود ہو کر رہ گئی ہے

فقیر راقم الحروف کہتا ہے تمہارے دور میں ظلم کی حد تو ممکن ہے کہ قابل دید ہو گی لیکن جن لوگوں کو ظالم قرار دیتے ہو ان کا ایک عذر شرعی بھی ہے اس عذر کو بھی بیان کریں اور اہل انصاف سے فیصلہ لیں پھر دیکھیں کہیں مظلومی ظاہر کرنے والے خود ہی بڑے ظالم تو ثابت نہیں ہوتے۔ فقیر اس عذر کی وضاحت کر دیتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

اس دور کے بھولے سنی لوگوں نے ابھی تک یہی سمجھ رکھا ہے کہ سنیت کا وہی پہلا معیار ہی ہے یعنی ''ما انا علیہ و اصحابی'' اور سنی ہونے کے لیے ضروریات مذہب اہل سنت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اہل سنت کو ثابت قدم رکھے، آمین یارب العالمین۔

انہیں کیا معلوم کہ اس مادہ پرستی کے دور میں معیارِ سنیت بھی تبدیل ہو گیا ہے۔ شاہ عبدالقادر اور فیضی صاحب جیسے محققین کی تحقیق کی وجہ سے سنیت بڑی مضبوط ہو گئی ہے چنانچہ ان محققین کو خیر القرون والی سنیت پسند نہیں ہے حتی کہ قطعیاتِ اسلام کا انکار کرنے سے بھی ان کی سنیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ افضلیت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے لیکن یہ دونوں محقق افضلیتِ صحابہ کرام کے منکر ہیں افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قرآن کریم اور احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے جبکہ یہ حضرات اس کے بھی منکر ہیں۔ ان

محققین کے نزدیک خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت کا انکار بھی سنیت کے منافی نہیں ہے اسی لئے تو انہوں نے اس پر اجماعِ صحابہ کرام ہونے کا انکار کر دیا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضلیتِ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قطعیت بھی متعدد اسانید صحیحہ وحسنہ کے ساتھ ثابت ہے اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے والے شخص کی سزا مفتری کی حد یعنی اسی کوڑے کا آپ نے اعلان بھی فرمایا ہے جبکہ یہ محققین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے پر بضد ہیں اور افضلیتِ علی کی تبلیغ کیے جا رہے ہیں۔

اسلاف کرام پر افتراء اور بہتان باندھ کر انہیں افضلیتِ علی کے قائلین قرار دے رہے ہیں۔ بعض اقوالِ صحابہ کرام کا مفہوم ومعنی اپنی مرضی سے متعین کر کے ان پر تھوپے جا رہے ہیں۔ اور فیضی صاحب نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الہیہ موجود ہونے کو بھی حق ثابت کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

قرآن کریم کی نص: ''يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ،، (ال عمران 3:42) کے عموم وشمول میں دیگر نصوص شرعیہ کے ساتھ توفیق وتطبیق کے لئے تخصیص وتقیید صرف جائز ہی نہیں بلکہ لازم اور ضروری سمجھی جائے لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بعض اسلاف کے اقوال کی نہ ہی تو احادیث نبویہ کے ساتھ تطبیق ضروری سمجھی جائے اور نہ ہی ارشادات مرتضویہ کے ساتھ توفیق کی ضرورت محسوس کی جائے۔ اور نہ ہی جن نفوس قدسیہ کی آپ نے افضلیت تسلیم کی ہے ان کو مستثنیٰ قرار دیا جائے بلکہ ان کے قائلین کو احادیث مرفوعہ اور

ارشادات مرتضویہ کا درحقیقت منکر اور مکذب ٹھہرانے پر اصرار کیا جائے۔ اور ان اقوال کے قائلین کے عقیدہ کے خلاف زبردستی ان پر افضلیتِ علی کا عقیدہ ہی تھوپا جائے اور پھر سینہ زوری سے اپنی سنیت بھی منوائی جائے، تو اس سے بڑھ کر دھاندلی اور دھوکا دہی اور کیا ہو سکتی ہے؟

اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور فضیلت بیان کی ہے تو اس کا مفہوم و معنی ایسا بیان کیا ہے جس سے ان کا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکذیب کرنا لازم آتا ہے اور اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی افضلیت خدمتِ مساکین کے اعتبار سے بیان کی ہے تو ان کے کھاتے میں ڈال دیا ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو افضل الامت علی الاطلاق قرار دیا ہے۔

اگر ایک حدیث مرفوع سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ میں وارد شدہ احادیث کثیرہ کے ساتھ تطبیق کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور اجماعی عقیدہ اہل سنت کے مطابق اس حدیث کا محمل اور مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور خواہ مخواہ احادیث نبویہ میں تضاد اور تناقض ثابت کرنے پر مصر ہیں۔

اگر بعض اہل علم نے ایک مخصوص حیثیت کے پیش نظر امہات المؤمنین یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک یا کسی دوسرے صحابی کو افضل کہا ہے تو اس کو افضلیت مطلقہ پر محمول کرنے پر بضد ہیں اور دھوکا دہی کے لیے یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ یہ اختلاف افضلیت مطلقہ میں ہے اور یہ تمام اقوال افضلیت مطلقہ کے بارے میں وارد ہیں۔ کسی نے کسی کو افضل الامت قرار دیا ہے اور کسی نے کسی کو، لہٰذا حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ اوران کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہل سنت کا کوئی اجماع اور اتفاق نہیں ہوا۔ حتی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں موضوع، من گھڑت اور جعلی روایت کا حوالہ بھی دیدیا اوراس پر لکھ دیا:

اختلافی موقف دربارۂ اجماع برافضلیت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے۔ ”عن ابی حذیفة بن یمان قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: علی خیر البشر، من ابی فقد کفر۔

(حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے)۔،،

امام ابن عساکر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر اسی حدیث کو ایک اور سلسلہ اسناد کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں: علی خیر البشر، من ابی فقد کفر۔

ترجمہ: علی سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ (تا) مندرجہ بالا روایات پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے تاہم ہمارے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے محدثین کو کسی نے خارج از اہل سنت یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔

(زبدۃ التحقیق، ص265)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس سے بڑھ کر دھاندلی اور دھوکا دہی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ کیا یہ دربارۂ اجماع برافضلیت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اختلافی موقف کا بیان ہے جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے: یعنی فرمان نبوی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا افضلیتِ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کے دعویٰ کے خلاف ایک موقف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ہے کہ: علی خیر البشر من ابی فقد کفر؟

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے خلاف ایک فریق ہیں اور آپ کا موقف یہ ہے:

علی خیر البشر من ابی فقد کفر؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

جب مسئلہ افضلیت میں اختلافی مذاہب بیان کر رہے ہیں تو کیا ایک مذہب اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ہے؟ کہ لکھ دیا: اختلافی موقف۔۔۔۔جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے۔ (زبدہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحب زبدہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک اختلافی موقف ہے جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے۔ علی خیر البشر، من ابی فقد کفر۔

اور پھر یہ کہنا کہ: مندرجہ بالا روایات پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے تاہم ہمارے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے محدثین کو کسی نے خارج از اہل سنت یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا۔ (زبدہ) سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔ اس سے ایک تو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ صرف بعض اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے باقی تمام علماء ان روایات کو ثابت مانتے ہیں۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

اور دوسرا یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ اہل سنت سے ایک گروہ اس روایت: علی خیر البشر من ابی فقد کفر، کے ظاہر کے مطابق عقیدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی بھی سنی کا یہ عقیدہ ہی نہیں ہے تو پھر اسے اہل سنت کے ایک اختلافی موقف کے طور پر

پیش کرنے کا کوئی معنی ہی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی مخفی نہیں ہے کہ روایات کی فنی حیثیت پر کلام کرنا نقاد ائمہ اعلام ہی کا کام ہے اور باقی اہل علم کو جب ان کے کلام سے اختلاف ہی نہ ہو تو وہ سبھی کا موقف اور نظریہ ٹھہرا، ہر ایک کی الگ تصریح کی تو ضرورت ہی نہیں ہے۔

اور روایت کے باطل، بے اصل اور جعلی ہونے کی تصریح جب نقاد ائمہ اعلام کر چکے ہیں اور کسی سنی امام نے اس کے ثابت ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا تو پھر اس کے باطل ہونے کی تصریح کرنے کی بجائے صرف یہ کہنا کہ اس پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے اور اس کلام کی نوعیت واضح نہ کرنا بلکہ اس کے ساتھ دوسرا دھوکا یہ دینا کہ اس کے راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے محدثین کا عقیدہ اس روایت کے مطابق ہے اور وہ اہل سنت سے خارج بھی نہیں ہیں، تو اس سے بڑھ کر دھاندلی اور دھوکا دہی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا صاحبِ زبدہ کسی سنی عالم دین کا عقیدہ اس روایت کے ظاہر کے مطابق ہونا، ثابت کر سکتے ہیں؟

کیا جن مصنفین ومحدثین کا مقصد روایات کو صرف جمع کرنا ہے ان کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ ان کا عقیدہ ان کی جمع کردہ روایات کے مطابق ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو ابن عساکر کی اسی تاریخ مدینہ دمشق ہی کو دیکھئے اس میں انہوں نے سب رطب ویابس بھی بڑی فراخ دلی سے نقل کر دیا ہے جس میں سینکڑوں مقامات پر متضاد اور متناقض روایات موجود ہیں تو کیا ابن عساکر کے عقیدہ میں بھی یہ سینکڑوں تضادات تسلیم کئے جائیں گے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب نقاد محدثین کی تصریحات کے مطابق یہ حدیث باطل اور جعلی ہے تو کیا

جس کذاب نے یہ روایت گھڑی ہے اور اپنے اوپر ایک فرضی سند ترتیب دی ہے جبکہ ان راویان کو اس بات کی خبر ہی نہیں ہے کہ ہمارے نام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان اور جھوٹ باندھا گیا ہے تو کیا ان راویان کو اس روایت کے مطابق عقیدہ رکھنے والے قرار دینا جائز ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا جس کذاب راوی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے وہ سنی ہے؟ کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے اور جعلی حدیثیں بنانے والے بھی سنی ہیں؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

اگر تو یہی سنیت ہے تو یہ معیارِ سنیت صاحبِ زبدہ ہی کو مبارک ہو۔ شاید اسی لئے افضلیتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی انکار کر دیا ہے اور حضرات صحابہ کرام کے مابین افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا بھی انکار کر دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے اور جعلی حدیثیں بنانے سے کسی کی سنیت میں خلل واقع نہیں ہوتا اور ''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار'' کی وعید شدید کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تو افضلیتِ صحابہ کرام اور افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بیان میں وارد شدہ ارشادات نبویہ کا انکار کرنے سے ان کی سنیت میں کیونکر خلل واقع ہو جائے گا؟

کیا صاحب زبدہ کے پیش نظر، کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگینی کے بارے میں کتبِ مذہب اہل سنت و جماعت میں ائمہ اہل سنت کے ارشادات نہیں ہیں؟ کیا تمام ائمہ اہل سنت کے نزدیک ایسے کذابین جب تک سچی توبہ نہ کریں بدترین گمراہ نہیں ہیں؟ جب باجماع ائمہ اہل سنت ایسے لوگ گمراہ ہیں تو پھر اس

دھاندلی کا کیا جواز ہے؟

اس روایت کی سند میں حر بن سعید نخعی ہے جس کے ترجمہ میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"الحر بن سعيد النخعي الكوفي عن شريك بذاك الحديث الباطل: على خير البشر، وهذا الرجل لم اظفر لهم فيه بكلام انتهى. وقد قال الخطيب في المؤتلف والمختلف لم يروه عن شريك غير الحر وهو في عداد المجهولين.

(لسان الميزان 185/2)

حر بن سعید نخعی کوفی جو شریک بن عبداللہ سے اس حدیث باطل: علی خیر البشر،، کا راوی ہے اور اس شخص کے بارے میں مجھے ائمہ اعلام کا کلام نہیں ملا۔ امام ذہبی کا کلام ختم ہوا۔ اور خطیب بغدادی نے المؤتلف والمختلف میں فرمایا: اس روایت کو شریک سے حر بن سعید کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ مجہول راویوں میں سے ہے۔،،

تاریخ مدینہ دمشق کی عبارت میں خیانت:

صاحبِ زبدہ نے جو لکھا ہے کہ: اختلافی موقف دربارۂ اجماع برافضلیت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے۔ پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا۔ قال سمعت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يقول: على خير البشر من ابى فقد كفر: (زبدہ، ص 265)

پھر دوسری سند سے مروی ہونے کا حوالہ بھی دیا ہے۔

صاحب زبدہ نے اس میں بھی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے اصل حقیقت یہ ہے

کہ ابن عساکر نے دوسندوں سے اس روایت کو نقل کرنے سے متصل بعد اس روایت کی حقیقی صورتحال بھی لکھی ہے جسے صاحب زبدہ نے خیانتاً حذف کر دیا ہے۔

ملاحظہ کریں:

"قال الخطیب :لم یروهذا الحدیث عن شریك غیر الحر بن سعید، و هذا حدیث تفرد برفعه الحر والمحفوظ عن شریك قوله۔اخبرنا ابو القاسم بن السمر قندی (الی ان قال) سمعت اباداؤد الدهان یقول: سمعت شریك بن عبدالله یقول: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ۔(تاریخ مدینة دمشق 372/42)

خطیب بغدادی نے فرمایا: اس حدیث کو شریک بن عبداللہ سے حر بن سعید کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے (رسولِ کریم ﷺ سے روایت کرنے) کے ساتھ حر بن سعید متفرد ہے اور شریک بن عبداللہ سے جو محفوظ ہے وہ یہ ہے کہ "علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر"۔ یہ شریک کا اپنا قول ہے (پھر خطیب بغدادی نے سند کے ساتھ روایت کیا کہ) ابوداؤد الدہان نے کہا: میں نے شریک بن عبداللہ کو یہ کہتے سنا: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر۔"

فقیر راقم الحروف کہتا ہے صاحبِ زبدہ کے اس طرزِ تحقیق پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے اور قبول حق کی دعوت ہی دی جاسکتی ہے ورنہ کوئی غلط فہمی تو ہے نہیں بلکہ بالارادہ دھاندلی ہے۔ جب ابن عساکر نے راویت نقل کرنے کے متصل بعد حافظ الحدیث خطیب بغدادی سے تصریح نقل کر دی ہے کہ یہ روایت مرفوع، محفوظ ہی نہیں ہے اس کو مرفوع روایت کرنے والا صرف حر بن سعید ہے جسے خطیب نے مجہول راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور جو محفوظ ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ نہ حضور نبی کریم ﷺ

کا ارشاد ہے اور نہ ہی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے بلکہ یہ شریک بن عبداللہ کا اپنا قول ہے (اور شریک نے اسے قولِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قولِ صحابی ہرگز قرار نہیں دیا بلکہ کسی دوسرے کذاب نے یہ غلط بیانی ہے)۔ لیکن صاحب زبدہ نے اس عبارت کو نقل کرنا جائز نہیں سمجھا اور صرف روایت نقل کر کے ابن عساکر پر تھوپ دیا کہ انہوں نے مرفوع حدیث اپنی کتاب میں درج کی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ شریک بن عبداللہ جس کا یہ قول ہے اس کی یہ مراد ہی نہیں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ماسوائے انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں، جو ترجمہ صاحب زبدہ نے کیا ہے۔

کیونکہ شریک بن عبداللہ کی حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت پر تصریحات موجود ہیں جو اس چیز کا واضح ثبوت ہے کہ شریک بن عبداللہ کی مراد یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں خیر البشر تھے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے حق ہونے میں شبہ ہی نہیں ہے۔

امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد، ذہبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"وروی ابو داؤد الرھاوی انه سمع شریکا یقول: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر. قلت: بعض الکذابین یرویه مرفوعا. ولاریب ان ھذا لیس علی ظاھرہ. فان شریکا لایعتقد قطعًا ان علیا خیر من الانبیاء ما بقی الا انه اراد خیر البشر فی وقت، وبلا شك ھو خیر البشر فی ایام خلافته.

(میزان الاعتدال 374/3)

اور ابوداؤد رہاوی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شریک کو یہ کہتے سنا:

علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر۔

امام ذہبی نے فرمایا: میں کہتا ہوں، بعض کذابین اسے مرفوع روایت کرتے ہیں۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شریک کا یہ قول (شریک کے نزدیک بھی) اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اس لئے کہ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ شریک یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل ہیں۔ مگر شریک کی مراد یہ ہے کہ ایک وقت خاص میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر البشر تھے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ اپنے زمانۂ خلافت میں خیر البشر تھے۔،،

اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت پر شریک کی تصریحات ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

ضروری تنبیہ:

علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر۔

کے الفاظ کے ساتھ بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی مرفوع روایت بیان کی جاتی ہے جبکہ وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے۔

امام ذہبی اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حسن بن محمد کے ترجمہ میں لکھا ہے:

"روی بقلة حیاء عن الدبری عن عبدالرزاق باسناد کالشمس: علی خیر البشر ۔و عن الدبری عن عبدالرزاق عن معمر عن محمد عن عبداللہ بن

الصامت عن ابی ذر مرفوعا :قال: علی وذریته یختمون الاوصیاء الی یوم الدین ۔فھذان دالان علی کذبه و علی رفضه (الی ان قال) عن جابر مرفوعا: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ۔(الی ان قال) لا فی مثل ھذا الباطل الجلی ،نعوذ باللہ من الخذلان ۔ (میزان الاعتدال: 2/272-273) لسان المیزان 2/252-253

حسن بن محمد نے قلتِ حیا کے ساتھ از اسحاق دبری از عبدالرزاق آفتاب کی مثل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔علی خیر البشر۔

اور دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی اوران کی اولاد قیامت کے دن تک اوصیاء کومہر لگاتے ہیں (امام ذہبی نے فرمایا:) یہ دونوں روایات اس کے کذاب اور رافضی ہونے کی دلیل ہیں (تا) عن جابر مرفوعاً روایت کیا۔ علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ۔

خطیب بغدادی نے اسے ''لیس بثابت '' کہا تو اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے امام ذہبی نے کہا: اس طرح کے نرم الفاظ اس جیسے باطل جلی میں حافظ نہیں کہتا۔

نعوذباللہ من الخذلان ۔''

نیز امام ذہبی نے فرمایا:

''روی حدیثا موضوعا عن اسحاق (الی ان قال) عن جابر رفعه قال: علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ۔ و ھذا مما اتھم بوضعه ابو محمد ھذا و کان نسابة شیعیا ۔ (تاریخ الاسلام 26/177)

ابومحمد حسن بن محمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موضوع حدیث مرفوع روایت کی ہے۔ علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر ۔

اور یہ ابو محمد اس حدیث کو گھڑنے کے ساتھ متہم ہے اور یہ انسابِ عرب کا بڑا عالم اور شیعی تھا۔،،

اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ جب شقاوت مسلط ہو جاتی ہے اور بندہ ضد اور تعصب کی نظر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

یہ شخص ابو محمد حسن بن محمد حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہے لیکن اس کا کارنامہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

صاحبِ زبدہ کی نقل کردہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کی حقیقی صورتحال ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں واضح کر دی جائے گی۔

اب آئندہ صفحات پر تاریخ مدینۃ دمشق کے عکسی صفحات ملاحظہ کر کے صاحب زبدہ کی خیانت کی تصدیق کر لیں۔

تاریخ مدینۃ دمشق کے عکسی صفحات:

تاريخ مدينة دمشق

وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها

تصنيف

الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي

المعروف بابن عساكر

٤٩٩ هـ - ٥٧١ هـ

دراسة وتحقيق

محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمروي

الجزء الثاني والأربعون

علي بن أبي طالب رضى الله عنه

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

قالا: نا مُحَمَّد بن المظفر الحافظ، نا عَبْد الله بن جَعْفَر الثعلبي، قال عَلي: أَبُو القَاسم، نا مُحَمَّد بن منصور الطوسي، نا مُحَمَّد بن كثير الكوفي، نا الأعمش، عَن عدي بن ثابت، عَن زرّ، عَن عَبْد الله، عَن عَلي قال: قال رَسُول الله ﷺ: **«مَنْ لم يَقُلْ عليّ خير الناس فقد كفر»**[٨٩٦٩].

مُحَمَّد بن كثير ضعيف.

أَخْبَرَنا أَبُو مُحَمَّد بن الأكفاني - بقراءتي عليه - أنا عَلي بن الحسَين بن أَحْمَد بن صَصْرَى، أنا تمام بن مُحَمَّد، أنا خَيْثَمة بن سُلَيْمَان، نا أَبُو إسحاق إبْرَاهيم بن سُلَيْمَان بن حرارة النهمي[١]، نا الحسَن بن سعيد النخعي ابن عم شريك، نا شريك بن عَبْد الله، عَن أَبي إسحاق، عَن أَبي وائل شقيق بن سَلَمة، عَن حُذَيفة بن اليمان[٢] قال: قال رَسُول الله ﷺ: **«عَليّ خير البشر، مَنْ أَبى فقد كفر»**[٨٩٧٠].

كذا قال الحسَن بن سعيد، وإنما هو الحرّ.

أَخْبَرَنَاه أَبُو القَاسم الواسطي، أنا أَبُو بكر الخطيب، أنا الحسَن بن مُحَمَّد بن الحسَن الخَلاّل، نا أَحْمَد بن مُحَمَّد بن عِمْرَان، نا أَبُو الحسَن عَلي بن الحسَن بن شقير الهَمْدَاني - بالكوفة - نا أَبُو العباس أَحْمَد بن العبّاس المقرىء مولى بني هاشم، قال: قلت للحرّ بن سعيد النّخعي: حدثكم شريك بن عَبْد الله عن أَبي إسْحَاق السّبيعي، عَن شقيق بن سَلَمة، عَن حُذَيفة بن اليمان[٢] قال: سمعت النبي ﷺ يقول: **«علي خير البشر، مَنْ أَبى فقد كفر»**، قال: نعم، حَدَّثَنا شريك بن عَبْد الله[٨٩٧١].

قال الخطيب: لم يرو هذا الحديث عن شريك غير الحرّ بن سعيد، وهذا حديث[٣] تفرد برفعه الحرّ، والمحفوظ عن شريك قوله.

أَخْبَرَنا أبو القاسم بن السمرقندي، أنا أبو القاسم بن مسعدة، أنا حمزة بن يوسف، أنا أبو أحمد[٤]، أنا الساجي[٥]، حدثني عبد الله بن الحسين بن الحسن الأشقر قال: سمعت أبا داود الدهان يقول: سمعت شريك بن عبد الله يقول: عليّ خير البشر، فمن أبى فقد كفر.

---

(١) كذا رسمها بالأصل و« ز »، وغير مقروءة في م.

(٢) الأصل: اليماني، والمثبت عن م.

(٣) كذا بالأصل، وم، و« ز »، وفي المطبوعة: وهذا الحديث.

(٤) رواه ابن عدي في الكامل في ضعفاء الرجال ٤/ ١٠ ضمن ترجمة شريك بن عبد الله النخعي القاضي الكوفي.

(٥) الأصل وم والمطبوعة: الساحي، تصحيف، والتصويب عن ابن عدي.

الاصابة فی تمیز الصحابة کی عبارت میں خیانت:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

حضرت ابوہریرہ کا نظریہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تا) امام ابن حجر "الاصابة" میں لکھتے ہیں:

"وکان ابوھریرۃ یقول انہ افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (الاصابہ ج1ص 272)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔"

اس جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ازقسم عقیدہ ہے اور عقائد توقیفی ہوتے ہیں جس میں قیاس صحابی کا دخل تسلیم نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث لفظاً موقوف ہوگی اور حکماً مرفوع ہوگی۔ (تدریب الراوی) (زبدہ، ص 244)

صاحبِ زبدہ سے جواب طلب سوال:

(1) صاحب زبدہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کے تحت دعویٰ کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں وہ حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔ تو کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام میں شامل ہیں یا نہیں؟

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول تو حدیث لفظاً موقوف ہے اور حکماً مرفوع (یعنی فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے کیونکہ یہ رائے ازقسم

عقیدہ ہے اور عقائد توقیفی ہوتے ہیں۔ تو کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت جو دوران خطبات برسر منبر بیان فرمائی ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے حتی کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت تسلیم نہ کرنے والے کے لیے حدِّ مفتری لگانے کا اعلان بھی فرمایا ہے تو کیا وہ ارشادات مرتضویہ بھی از قسم عقیدہ ہونے کی وجہ سے قیاس صحابی کا دخل تسلیم نہ ہونے کی بنا پر لفظاً موقوف اور حکماً مرفوع یعنی ارشادات نبویہ ہوں گے یا یہ ضابطہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے سوا دوسرے صحابہ کی افضلیت کے ساتھ خاص ہے اور حضرات خلفاء ثلاثہ کی افضلیت نہ از قسم عقیدہ ہے اور نہ توقیفی ہے اور نہ ہی ان کی افضلیت کے بارے میں اقوال صحابہ حکماً مرفوع قرار دیئے جائیں گے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو افضل الامت علی الاطلاق نہیں قرار دیا بلکہ خدمتِ مساکین کے اعتبار سے انہیں افضل الناس اور خیر الناس کہا ہے لیکن صاحبِ زبدہ کی بسر اوقات چونکہ علمی خیانتوں پر ہے اس لیے دھوکا دہی میں مصروف ہیں۔ صاحب زبدہ کی نقل کردہ عبارت سے متصل بعد شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ اور حیثیت کے بیان کے ساتھ آپ کی افضلیت روایت کی ہے اور صاحب زبدہ کی نقل کردہ روایت ترمذی کے بعد اسی حیثیت کے بیان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام نقل کیا ہے اور اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ کنیت کا بیان بھی کیا ہے لیکن صاحب زبدہ نے یہ سب کچھ حذف کر دیا اور خیانت کی انتہاء ہے کہ درمیان سے عبارت حذف کر دی ہے۔

''کان ابو ھریرۃ یقول: انہ افضل الناس بعد النبی ﷺ سے متصل بعد ھے: وفی البخاری عنہ قال: کان جعفر خیر الناس للمساکین۔

اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مساکین کے لیے (حضور نبی کریم ﷺ کے بعد) تمام لوگوں سے بہتر تھے۔''

اس کے بعد ترمذی اور نسائی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جسے صاحب زبدہ نے بھی نقل کیا ہے۔

اس کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید لکھا:

''وروی البغوی من طریق المقبری عن ابی ھریرۃ قال: کان جعفر یحب المساکین ویجلس الیھم ویخدمھم ویخدمونہ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکنیہ اباالمساکین۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 592/1)

اور امام بغوی نے مقبری کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسکینوں سے محبت کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے اور ان کی خدمت کرتے اور مساکین آپ کی خدمت کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ابوالمساکین کنیت کے ساتھ مخاطب فرمایا کرتے تھے۔''

حالانکہ کسی خاص جہت اور حیثیت سے افضلیت محل نزاع ہی نہیں، خصائص تو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بھی ہیں موضوع بحث تو صرف افضلیت مطلقہ ہے،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو افضل الامت علی الاطلاق کیسے قرار دے سکتے ہیں جبکہ وہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما بیان کرنے والی مرفوع حدیث یعنی فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خود راوی ہیں، ملاحظہ کریں:

''عن ابی هریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ لابی بکر و عمر: هذان سیدا کهول اهل الجنة۔،، (فضائل الصحابة حدیث نمبر 200، ص 231)

''عن ابی هریرۃ قال: اقبل ابو بکر و عمر فقال النبی ﷺ: هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔

(فضائل الصحابة حدیث نمبر 705، ص 539)

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حق میں فرمایا: یہ دونوں تمام اولین و آخرین جنتی مشائخ اور بزرگوں کے سردار ہیں سوائے حضرات نبیین اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔،، وللہ الحمد

آئندہ صفحہ پر ''الاصابۃ،، کا عکسی صفحہ ملاحظہ کریں تا کہ صاحب زبدہ کی خیانت کی تصدیق کر سکیں۔

الاصابہ فی تمیز الصحابہ کے عکسی صفحات

الإصابة في تمييز الصحابة

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ٨٥٢ هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

قدم له وقرظه

الأستاذ الدكتور
محمد عبد المنعم البري
جامعة الأزهر

الدكتور
عبد الفتاح أبو سنة
جامعة الأزهر

الدكتور جمعة طاهر النجار
جامعة الأزهر

الجزء الأول

المحتوى:

من حرف الألف - إلى حرف الحاء

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-Ilmiyah
DKI
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

وسيأتي في ترجمة أبيه أبي سفيان أنه لما استأذن على النبيّ ﷺ فلم يأذن له قال: لئن لم يأذن لي لآخذن بيد ابني هذا فنتوجّه في الأرض. قال أَبُو اليَقْظَانِ: لا عَقِب لجعفر.

١١٦٩ ـ جعفر بن أبي طالب(١) بن عبد المطّلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصَي، أبو عبد الله ابن عم النبي ﷺ، وأحد السّابقين إلى الإسلام، وأخو علي شقيقه.

قال ٱبْنُ إِسْحَاقَ: أسلم بعد خمسة وعشرين رجلاً؛ وقيل بعد واحد وثلاثين قالوا: وآخى النبيّ ﷺ بينه وبين معاذ بن جَبَل.

كان أَبُو هُرَيْرَةَ يقول: إنه أفضل الناس بعد النبيّ ﷺ.

وفي البُخَارِيّ عنه قال: كان جعفر خير الناس للمساكين. وقال خالد الحذّاء عن عكرمة: سمعت أبا هريرة يقول: ما احتذى النّعالَ، ولا ركب المطايا. ولا وطىء التراب بعد رسول الله ـ ﷺ ـ أفضل من جعفر بن أبي طالب.

رواه التِّرْمِذِيّ والنَّسَائِيّ؛ وإسناده صحيح.

وروى البَغَوِيّ من طريق المقبريّ عن أبي هريرة، قال: كان جعفر يحبُّ المساكين، ويجلس إليهم، ويخدمهم ويخدمونه.

فكان رسول الله ـ ﷺ ـ يكنيه أبا المساكين.

وقال له النبي ﷺ: «أَشْبَهْتَ خَلْقِي وخُلُقِي»(٢). رواه البخاريّ ومسلم من طريق حديث البراء.

وفي المسند من حديث عليّ رفعه: «أُعْطِيتُ رُفَقَاء نُجَبَاءَ». فذكره منهم.

= مناة فوادعته بنو ضمرة ثم رجع رسول الله ولم يلق كيداً. معجم ما استعجم ١/ ١٠٢، الروض المعطار/ ٦، وبالأبواء قبر آمنة بنت وهب أم النبي ﷺ. معجم البلدان ١/ ١٠٢.

(١) أسد الغابة ت [٧٥٩]، الاستيعاب ت [٣٣١] مسند أحمد / ٢٠١، ٥/ ٢٩٠ ـ طبقات ابن سعد ٤/ ١ ـ ٢٢، نسب قريش ٨٠ ـ ٨٢، طبقات خليفة ٤، تاريخ خليفة ٨٦، ٨٧، التاريخ الكبير ٢/ ١٨٥، التاريخ الصغير ١ ـ ٢٢، الجرح والتعديل ٢/ ٤٨٢، حلية الأولياء ١/ ١١٤ ـ ١١٨، تهذيب الأسماء واللغات ١/ ١٤٨، ١٤٩، تهذيب الكمال ١٩٩، شذرات الذهب ١/ ١٢، ٤٨، العبر ١/ ٩، العقد الثمين ٣/ ٤٢٤، تهذيب التهذيب ٢/ ٩٨، خلاصة تذهيب الكمال ٦٣.

(٢) أخرجه البخاري في صحيحه ٣/ ٢٤٢، ٥/ ٢٤، ١٨٠. والترمذي ٥/ ٦١٢ كتاب المناقب باب ٣٠، مناقب جعفر بن أبي طالب حديث رقم ٣٧٦٥، وأحمد في المسند ١/ ٩٨، ١٠٨، ١١٥، ٢٣٠، ٤/ ٣٤٢، والبيهقي في السنن الكبرى ٨/ ٥، ١٠/ ٢٢٦. والحاكم في المستدرك ٣/ ١٢٠، وعبد الرزاق في المصنف حديث رقم ٢٠٣٩٤.

جواب طلب سوال:

صاحب زبدہ وغیرہ کے نقل کردہ اقوال اگر واقعی طور پر افضلیت مطلقہ میں اختلافی مذاہب ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا اہل سنت کی کتب عقائد میں مسئلہ افضلیت یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

اہل سنت کے نزدیک افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن یا حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا یا حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہ یا حضرات سعد بن معاذ واسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ عنہم ہیں اور روافض وبعض دوسرے مبتدعہ کے نزدیک افضل الامت صرف حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں؟ یا یوں بیان کیا گیا ہے کہ اہل سنت اور اکثر فرق کے نزدیک افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور روافض وبعض دوسرے مبتدعہ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں؟

جب مسئلہ افضلیت میں اختلاف کے بیان کی پہلی صورت ہرگز نہیں ہے تو پھر انہیں اہل سنت کے اختلافی مذاہب قرار دینے کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ اقوال حضرات ائمہ اہل سنت کے علم میں نہیں تھے یہ صرف تفضیلیہ پر منکشف ہوئے ہیں؟ کیا جو مسئلہ جس علم سے متعلق ہو اس علم وفن کی کتب کی بھی کوئی اہمیت ہے یا بس اپنی مرضی کرنے کی کھلی چھٹی ہے؟

ان محققین نے عبارات علماء اعلام میں خیانت کرنے کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے جس کے کچھ شواہد آپ ملاحظہ کر بھی چکے ہیں اب مزید ملاحظہ کریں۔

الیواقیت والجواہر کی عبارت میں صاحبِ زبدہ کی خیانت:

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی الیواقیت سے اقتباس:

اس اجمال کی تفصیل امام عبدالوہاب متوفی 973ھ شعرانی شافعی اشعری کی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر صفحہ 332/2،، سے دریافت کی جاسکتی ہے۔

''والذی اطلعنا اللہ تعالیٰ علیہ من طریق کشفنا ان تقدیم شخص بالامامۃ الخ۔ (زبدۃ التحقیق،ص 345،ص 346)

عبارت منقولہ میں حضرت امام شعرانی قدس سرہ نے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے امامت وخلافت میں تقدم کا سبب نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے طریق کشفی سے بیان کیا ہے اور اس امر میں انہوں نے بعض دیگر اہل علم سے اختلاف کیا ہے۔تو صاحب زبدہ نے اصل محل نزاع سے متعلقہ عبارات نقل کرنے کی بجائے دیگر مباحث سے متعلقہ عباراتِ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نقل کر کے دھاندلی اور دھوکا دہی کا ارتکاب کرتے کرتے آخر میں صاف غلط بیانی کردی، چنانچہ لکھ دیا:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ نے اپنے اس آخری بیان میں واضح فرمادیا کہ میں ترتیب خلافت میں جمہور کے ساتھ ہوں مگر ترتیب افضلیت میں میرا مذہب توقف ہے۔(زبدہ ص 350-351)

اقول: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کیا خلفائے راشدین میں یہ ترتیب خلافت بھی جمہور اہل سنت کا مذہب ہے اور بعض اہل سنت اس ترتیبِ خلافت کے بھی قائل نہیں ہیں؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

کیسی عقیدۂ اہل سنت کی ترجمانی ہو رہی ہے؟

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کے کھاتے میں یہ ڈالنا کہ:

ترتیب افضلیت میں میرا مذہب توقف ہے۔ (زبدہ) حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ پر سراسر افتراء اور بہتان ہے اور یہ صاحب زبدہ کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہے ورنہ الیواقیت والجواہر کی عبارت منقولہ سے متصل پہلے حضرت امام شعرانی قدس سرہ العزیز نے حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ بھی نقل کیا ہے لیکن صاحب زبدہ نے خیانتاً وہ عبارت حذف کر دی اور اس کے ساتھ غیر متعلقہ عبارت نقل کر دی ہے۔

اب اصل عبارت ملاحظہ کریں:

حضرت امام شعرانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"وكان الشيخ محي الدين رضی اللہ عنہ يقول: تقديم ابی بكر فی الفضل علی عمر قطعی وتقديم عمر علی غيره ظنی۔ (اليواقيت والجواهر 332/2)

ترجمہ: اور حضرت شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ کہتے تھے: فضیلت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تقدیم قطعی ہے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اپنے ماسوا تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تقدیم وتفضیل ظنی ہے۔"

اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز اور دوسرے تمام اسلاف کرام کا عقیدہ اس مبحث میں بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے

ملاحظہ فرمائیں:

"وعبارة الشيخ فی الباب الثالث والتسعین من الفتوحات:

اعلم انه لیس فی امة محمد صلی الله علیه وسلم من هو افضل من ابی بکر غیر عیسی علیه السلام۔ (الیواقیت والجواہر 329/2)

ترجمہ: اور فتوحات مکیہ کے باب نمبر 93 میں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی عبارت یہ ہے:

جان لیجئے کہ بیشک اُمت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی شخص نہیں ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔"

صاحب زبدہ کو اس کے نقل کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔

ضروری تنبیہ:

اس مقام پر بعض تفضیلیہ نے بڑی چالاکی سے حضرت امام شعرانی قدس سرہ العزیز کو مفتری اور خائن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ازالۂ شبہات کے باب میں اس کی حقیقت بھی واضح کردی جائے گی۔

اور صاحب زبدہ نے ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی حضرت امام احمد رضی اللہ عنہم پر بھی افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ یہ تمام حضرات افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام حضرات کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قطعی ہے جیسا کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع کے بیان میں ان حضرات کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

متعدد علماء اعلام جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ تو رکھتے ہیں لیکن انہوں نے افضلیت کے قطعی ہونے میں توقف کیا ہے نہ کہ نفس افضلیت میں تو صاحب زبدہ نے ان علماء اعلام پر نفس افضلیت میں توقف کا عقیدہ تھوپ دیا ہے جیسا کہ ازالۂ شبہات کے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور اس طرح کی اور بہت ساری کرم فرمائی بھی ان کی سنیت میں خلل نہیں ڈالتی بلکہ اس سب کچھ کے باوجود مظلوم بھی وہی ہیں اور اگر کوئی خادم دین متین اپنا شرعی فریضہ ادا کرتے ہوئے ان کی سنیت کی اصل حقیقت واضح کرتا ہے تو وہی قصوروار اور ظالم قرار دیا جاتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیسی مکاری اور چالاکی ہے؟

اور اس کرم فرمائی میں صرف صاحبِ زبدہ ہی کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ان کے دوسرے ہمنوا بھی اس مشن میں پورے پورے حصہ دار ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کا قائد مکاری کر رہا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مکاری کی تائید یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جاسکتی ہے یا شریکِ کار بن کر۔ تو زبدہ کی تائید ممکن ہے کہ کچھ لوگوں نے صرف حسنِ ظن کی بنا پر غلط فہمی کی وجہ سے کی ہو لیکن مؤیدین کی اکثریت اصل حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود صاحبِ زبدہ کی دھاندلی اور علمی خیانتوں کے مشن کو آگے بڑھا رہی ہے جس کا ایک نمونہ ملاحظہ کریں:

پیر ظفر علی شاہ صاحب کی حضرت امام ذہبی کی عبارت میں خیانت:

زبدۃ التحقیق پر ایک تقریظ میں صاحبِ تقریظ نے اپنے ہاتھ کی صفائی کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے۔ فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ان لوگوں نے جب

مسلک حق اہل سنت کے ساتھ غداری شروع کر دی ہے تو اہل سنت کی خیر خواہی کے لیے ان کی نشاندہی کرنا لازم اور ضروری ہو گیا ہے تا کہ عوام اہل سنت اس گمراہی سے بچ سکیں۔

اس تقریظ کے شروع میں صاحبِ تقریظ کا تعارف بایں الفاظ پیش کیا گیا ہے:

علامہ پیر سید ظفر علی شاہ مہروی سجادہ نشین مہر آباد شریف مہتمم جامعہ غوثیہ لودھراں ملتان، امیر جماعت اہل سنت پاکستان ملتان ڈویژن۔ (زبدہ ص421)

اس صاحب نے اپنی تقریظ میں صاحبِ زبدہ اور زبدہ کی قصیدہ خوانی میں آسمان وزمین ملا دیئے ہیں اور زبدہ کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کی صراحت بھی کی ہے۔

اور انہوں نے جو اسلوب کلام اختیار کیا وہ ان کا ذوق اور ان کی پسند ہے۔ فقیر تو صرف ان کے اصل مشن کی نقاب کشائی کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے جو مطالبات پیش کئے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تمام پورے کئے جائیں گے۔

صاحب تقریظ نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اگر کوئی سید یا غیر سید مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل الامت تسلیم کرتا ہے تو وہ گمراہ نہیں ہے بلکہ سنی ہی رہے گا اور اس پر جو دلیل دی ہے وہ ملاحظہ کریں اور ان کو اس صاف گوئی پر خراج تحسین بھی پیش کریں چنانچہ رقمطراز ہیں:

اس لئے کہ یہ نظریہ تو صحابہ وتابعین کی خلق کثیر کا ہے جن کی اقتداء ہدایت کی ضمانت ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"قلت لیس تفضیل علی برفض ولا هو بدعة بل قد ذهب الیه خلق من الصحابة والتابعین۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل (دیگر صحابہ کرام پر) نہ رفض ہے اور نہ ہی بدعت ہے بلکہ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی خلق اس کی طرف گئے ہیں۔" (سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد 16 صفحہ 457)

حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت اگر تفضیل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قائل ہے تو ان کی اقتداء میں اگر کوئی مسلمان تفضیل کا قائل ہو تو-----

(تقریظ بر زبدہ ص 422)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں کہ نفس عبارت کے ترجمہ میں بھی دھاندلی نہیں چھوڑی۔ "لیس تفضیل علی" کے ترجمہ کے بعد بریکٹ میں "دیگر صحابہ کرام پر" کا اضافہ کردیا اور مضمون یہ بنالیا کہ امام ذہبی تمام صحابہ کرام پر تفضیل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کہہ رہے ہیں کہ یہ نہ رفض ہے اور نہ ہی بدعت ہے۔ اور "خلق" کا ترجمہ کردیا۔ بڑی خلق، اور مضمون یہ بنالیا: بلکہ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی خلق اس کی طرف گئے ہیں۔

اور امام ذہبی کی عبارت نقل کرنے سے پہلے یہ لکھا ہے کہ: یہ نظریہ تو صحابہ وتابعین کی خلق کثیر کا ہے جن کی اقتداء ہدایت کی ضمانت ہے۔

صاحبِ تقریظ نے عبارت منقولہ میں بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کھاتے میں ڈال دیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ

افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہ رافضیت ہے اور نہ ہی بدعت ہے بلکہ صحابہ وتابعین کی خلق کثیر کا یہ موقف اور نظریہ ہے۔

عبارت منقولہ کی حقیقی صورتحال کا بیان:

اب سیر اعلام النبلاء کے اس مقام کی مکمل عبارت ملاحظہ کریں:

و قال الدار قطني: اختلف قوم من اهل بغداد، فقال قوم: عثمان افضل، و قال قوم: على افضل، فتحا كموا الى، فامسكت، وقلت: الامساك خير، ثم لم ار لديني السكوت، وقلت للذى استفتانى: ارجع اليهم و قل لهم: ابو الحسن يقول: عثمان افضل من على باتفاق جماعة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، هذا قول اهل السنة، وهو اول عقد يحل فى الرفض، قلت ليس تفضيل على برفض ولا هو ببدعة، بل قد ذهب اليه خلق من الصحابة والتابعين فكل من عثمان وعلى ذوفضل و سابقة وجهاد و هما متقاربان فى العلم والجلالة، و لعلهما فى الآخرة متساويان فى الدرجة، و هما من سادة الشهداء رضى الله عنهما، ولكن جمهور الامة على ترجيح عثمان على الامام على و اليه نذهب، والخطب فى ذلك يسير، والافضل منهما بلا شك ابو بكر و عمر، من خالف فى ذا فهو شيعى جلد، و من ابغض الشيخين واعتقد صحة امامتهما فهو رافضى مقيت و من سبهما واعتقد انهما ليسا بامامى هدى فهو من غلاة الرافضة ابعدهم الله. (سير اعلام النبلاء 16/457-458)

ترجمہ: اور امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اہل بغداد سے ایک قوم نے (حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین

تفضیل میں) اختلاف کیا، تو ایک گروہ نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں ، اور دوسرے گروہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ پھر فیصلہ کے لیے یہ مسئلہ میرے پاس لائے تو میں فیصلہ کرنے سے رُکا اور میں نے کہا: (اس مسئلہ میں) خاموش رہنا ہی بہتر ہے پھر اپنے دین کے لیے سکوت اور خاموش رہنا میں نے مناسب نہ سمجھا اور جس شخص نے مجھ سے فتویٰ طلب کیا، میں نے اسے کہا: ان لوگوں (جنہوں نے تجھے بھیجا ہے) کی طرف لوٹ جا اور انہیں کہہ دے کہ: ابوالحسن (امام دارقطنی) کہتا ہے باتفاقِ جماعتِ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان حضرت علی سے افضل ہیں (رضی اللہ عنہما) یہ اہل سنت کا قول اور نظریہ ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر افضلیت کا قول پہلی گرہ ہے جو رفض میں کھلتی ہے۔ (اس کے تحت امام ذہبی نے لکھا) میں کہتا ہوں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر) تفضیل نہ رفض ہے اور نہ ہی بدعت ہے بلکہ حضرات صحابہ وتابعین سے کافی لوگ اس موقف کی طرف گئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک فضیلت وسبقت وجہاد والا ہے اور وہ دونوں علم اور بزرگی میں متقارب ہیں اور شاید کہ وہ دونوں حضرات آخرت میں درجہ میں متساوی ہوں گے ، اور وہ دونوں حضرات ساداتِ شہداء سے ہیں رضی اللہ عنہما، اور لیکن جمہور امت کا موقف اور نظریہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت امام علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح ہے اور یہی ہمارا نظریہ اور عقیدہ ہے اور امر اس میں آسان ہے۔ اور ان دونوں حضرات سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قطعی طور پر افضل ہیں

جو شخص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف کرے تو وہ

پکا شیعہ ہے اسے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تجویز کردہ سزا اسی) کوڑے مارے جائیں اور جو شخص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھے اور ان کی امامت وخلافت صحیح ہونے کا عقیدہ رکھے تو وہ رافضی دشمن ہے اور جو شخص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرے اور عقیدہ یہ رکھے کہ وہ ہدایت کے امام نہیں ہیں تو وہ غالی رافضیوں سے ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور رکھے۔،،

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: سیر اعلام النبلاء کی مکمل عبارت سیاق و سباق سمیت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، بحمد اللہ تعالیٰ حضرت امام ذہبی قدس سرہ العزیز کی عبارت منقولہ اس قدر واضح ہے کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس میں صاحبِ تقریظ کی نقل کردہ عبارت کا پس منظر بھی بیان کر دیا گیا ہے اور جس افضلیتِ علی کا رفض اور بدعت ہونا امام ذہبی نے تسلیم نہیں کیا اس افضلیت سے، کس پر افضلیت مراد ہے یہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے اور وہ حضرت علی مرتضیٰ کی حضرت عثمان ذوالنورین پر افضلیت ہے رضی اللہ عنہما جیسا کہ عبارت کے پہلے حصہ میں تصریح موجود ہے کہ حضرت امام دارقطنی قدس سرہ العزیز سے سوال حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تفضیل کے بارے میں کیا گیا تھا تو امام ذہبی نے اس افضلیت علی کے قول کے بارے میں لکھا: کہ یہ نہ رفض ہے اور نہ ہی بدعت ہے کیونکہ یہ بعض صحابہ وبعض تابعین کا بھی موقف ہے۔ پھر دونوں حضرات کے فضائل ومناقب کا اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد جمہور امت کا عقیدہ بھی بیان کر دیا ہے کہ وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور اپنا موقف اور نظریہ بھی یہی بتایا ہے۔

پھر اہل سنت اور روافض وغیرہ مبتدعہ کے درمیان جو افضلیت محل نزاع اور اختلافی ہے اس کو بھی واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا، فرمایا:

والافضل منهما بلاشك ابوبكر وعمر (رضی اللہ عنہما) کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات ختنین شریفین عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے بلاشک وشبہ افضل ہیں۔

یعنی ان کی افضلیت قطعی اور یقینی ہے اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ پھر افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تسلیم نہ کرنے والے کا حکم بھی بیان کر دیا ہے کہ وہ شیعہ (گمراہ) ہے اور اس کی سزا بھی ساتھ ہی بیان کر دی جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے کہ اسے (اسی) درے مارے جائیں۔

پھر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی امامت وخلافت صحیح ہونے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود ان سے بغض رکھنے والے شخص کا حکم بھی بیان کیا ہے کہ وہ رافضی دشمن ہے۔ اور انہیں سب وشتم کرنے والے اور ان کی امامت وخلافت کو تسلیم نہ کرنے والے کا حکم بھی بیان کر دیا کہ وہ غُلات روافض سے ہے۔

حضرت امام ذہبی کے اس قدر اہتمام کے ساتھ مسئلہ افضلیت کو بیان کرنے کے باوجود صاحبِ تقریظ نے ہاتھ کی صفائی دکھائی اور عبارت کا ماقبل اور مابعد حذف کر کے صرف درمیان سے ایک ٹکڑا لکھ کر امام ذہبی پر تھوپ دیا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہ رافضیت ہے اور نہ ہی بدعت ہے اس لیے کہ یہ تو صحابہ کرام وتابعین عظام کی خلق کثیر کا عقیدہ اور نظریہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا اس سے صاحبِ تقریظ کا اصل مشن روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا؟ کہ تمام اہل سنت کو باطنی طور پر شیعہ بنا دیا جائے اور وہ اپنے آپ کو کہلواتے سنی ہی رہیں

کیااب بھی اس گروہ کے عزائم سمجھنے میں کوئی شک باقی رہ گیا ہے؟ اور پھر موصوف کوئی عامی شخص نہیں ہے بلکہ اس کا تعارف آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ وہ ایک سید صاحب بڑے پیر اور ایک جامعہ کے مہتمم اور ملتان ڈویژن کے امیر جماعت اہل سنت ہیں۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

کیاانہوں نے جماعت اہل سنت کی امارت کا عہدہ لیتے وقت، جماعت اہل سنت سے وفاداری اور عقیدۂ اہل سنت کی پابندی کا حلف نہیں دیا تھا؟اتنی بڑی غداری کہ اب اہل سنت کوشیعہ بنانے والے گروہ میں شامل ہوکر مکاری سے عوام اہل سنت کوشیعہ بنارہے ہیں۔

جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر سے درخواست

فقیر راقم الحروف جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر اور صدر سے درخواست کرتا ہے کہ اپنے نائبین کی بھی خبرلیں۔کیا وہ سنیت کے محافظ ہیں یا ان میں سے کچھ لوگ اصل سنیت کوصفحہ ہستی سے مٹانے کا عزم کر چکے ہیں اور وہ سالہا سال سے اس پر کام کررہے ہیں؟

اور موصوف مذکور جنہوں نے امام ذہبی کی عبارت میں اتنی بڑی خیانت کر کے اہل سنت کوشیعہ بنانے کی سعی مذموم کی ہے اُن سے تحریری توبہ کرائیں اور اس توبہ نامہ کی اشاعت بھی ضروری ہے تاکہ پہلے فساد کی حتی الامکان تلافی ہو سکے۔

اور صاحب زبدہ کی علمی خیانتوں کا اجمالی جائزہ بھی پیش کیا جاچکا ہے جس سے ان کا اصل منصوبہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور وہی اس گروہ کے قائد ہیں جبکہ

جماعت اہل سنت کے کافی عہدیداران انہیں عقیدۂ اہل سنت پر سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ وہ اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے افضلیتِ علی کی بدعت اور گمراہی اور خلافت شیخین کریمین کا انکار سنیت کے منافی نہ ہونے اور افضلیت صحابہ کرام کے انکار کی گمراہی کی تبلیغ میں مصروف ہے۔اور قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا ہے اور عقیدۂ اہل سنت بیان کرنے والے بعض اسلاف کرام ہی کو مفتری قرار دیدیا ہے(ان شاء اللہ تعالیٰ اس دھاندلی کا کچھ بیان ازالۂ شبہات کے باب میں آئے گا)۔

توکیا ان حقائق کے بعد بھی ان لوگوں کے اصل عزائم میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی ہے؟

اب آئندہ صفحات پر الیواقیت والجواہر اور سیر اعلام النبلاء کے عکسی صفحات ملاحظہ کر کے صاحبِ زبدہ اور صاحبِ تقریظ کی خیانت کی تصدیق کرلیں۔

اليواقيت والجواہر کے عکسی صفحات

اليواقيت والجواهر
في بيان عقائد الأكابر

تأليف

الإمام عبد الوهاب بن أحمد بن علي بن أحمد الشعراني

المتوفى سنة ٩٧٣ هـ

ضبطه وصححه

الشيخ عبد الوارث محمد علي

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بكر عليه، ثم عثمان بنص عمر عليه ثم علي بنص جماعة جعل الأمر شورى بينهم فإنه لم يستخلف أحداً وقد أجمع المعتبرون من الصحابة على إمامة عثمان ثم علي المرتضى، فهؤلاء الأربعة هم الخلفاء الراشدون ثم إن المخالفة وقعت بين الحسن ومعاوية وصالحه الحسن فاستقرت الخُلافة على معاوية ثم على من بعده من بني أمية وبني مروان حتى انتقلت الخلافة إلى بني العباس. وأجمع أهل الحل والعقد عليهم وانساقت الخلافة منهم إلى أن جرى ما جرى. وقول بعض الروافض إن أبا بكر غصب الخلافة وتقدم كرهاً على الإمام علي رضي الله عنهما، باطلٌ ويلزم منه إجماع الصحابة على الظلم حين مكنوا أبا بكر من الخلافة وحاشا حماة الدين رضي الله عنهم من ذلك، وكان الشيخ محيي الدين رضي الله عنه، يقول: تقديم أبي بكر في الفضل على عمر قطعي وتقديم عمر على غيره ظني قال: والذي أطلعنا الله تعالى عليه من طريق كشفنا أن تقدم شخص بالإمامة على آخر إنما هو تقدم بالزمان ولا يلزم منه التقدم بالفضل فإن الله تعالى قد أمرنا باتباع ملة إبراهيم وليس ذلك لكونه أحق بها من محمد ﷺ، وإنما هو لتقدمه بالزمان فإن للزمان حكماً في التقدم من حيث هو زمان لا من حيث المرتبة وذلك كالخلافة بعد رسول الله ﷺ، فإن من حكمة الله تعالى ترتيبها بحسب الآجال والأعمال التي قدرها الله عزّ وجلّ أيام ولاية كل واحد على التعيين مع أن كل واحد أهلَ لها حال ولاية الآخر وقد سبق في علم الله أنه لا بد من ولاية كل واحد من الخلفاء الأربعة على الترتيب الذي وقع حتى لو قدر أن المتأخر تقدم فلا بد من خلعه حتى يلي أحدهم من لا بد من الولاية عند الله تعالى، فكان في ترتيب ولايتهم بحكم أعمارهم عدم وقوع خلع أحدهم مع الاستحقاق إذ الصحابة كلهم عدول ذكره الشيخ في الباب الثامن والخمسين وخمسمائة في الكلام على اسمه تعالى المعطي. وقال في هذا الباب أيضاً في الكلام على اسمه تعالى الآخر: اعلم أن الخلفاء الأربعة لم يتقدموا في الخلافة إلا بحسب أعمارهم فإن الأهلية للخلافة موجودة فيهم من جميع الوجوه فكان سبقهم لا يقتضي التفضيل بمجرده وإنما ذلك بوجود نص قاطع قال: ولما سبق في علم الله تعالى أن أبا بكر يموت قبل عمر وعمر يموت قبل عثمان وعثمان يموت قبل علي والكل لهم حرمة عند الله وفضل قدم الله في الخلافة من علم أن أجله يسبق أجل غيره من هؤلاء الأربعة قال: وفي الحديث: «إذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما». فلو قدر أن الناس بايعوا أحداً من الثلاثة دون أبي بكر مع كونه لا بد لأبي بكر من الخلافة في ذلك الزمان فخليفتان لا يجتمعان وقتل الآخر من هؤلاء الخلفاء لا يجوز وإن قدر خلع أحد من الثلاثة وولي أبو بكر الخلافة كان في ذلك عدم احترام في حق المخلوع ونسبة من خلعه إلى الجور والظلم، فإنه خلع من الخلافة من يستحقها ثم إن قدر أن من قدم لم يخلع كان أبو بكر يموت أيام خلافة من تقدمه من غير أن يلي الخلافة وقد سبق في علم الله أنه لا بد له أن يليها ومخالفة سبق العلم محال وأطال الشيخ في ذلك ثم قال: وبالجملة فلا ينبغي الخوض في مثل ذلك إلا مع وجود نصٍ صريح مع أننا قائلون بترتيب هؤلاء الخلفاء الأربعة كما عليه الجمهور، وإنما خالفناهم في علة التقديم فهم

ويسمى مقام القربة وأنكر الإمام الغزالي هذا المقام انتهى. قلت: وذكر النووي في «تهذيب الأسماء واللغات» ما نصه: الخضر عليه السلام نبي وإنما اختلف في رسالته وشذ بعض الصوفية فقال بولايته انتهى. والله أعلم. وعبارة الشيخ في الباب الثالث والتسعين من «الفتوحات»: اعلم أنه ليس في أمة محمد ﷺ، من هو أفضل من أبي بكر غير عيسى عليه السلام، وذلك أنه إذا نزل بين يدي الساعة لا يحكم إلا بشرع محمد ﷺ، فيكون له يوم القيامة حشران: حشر في زمرة الرسل بلواء الرسالة. وحشر في زمرة الأولياء بلواء الولاية انتهى. وقال الشيخ كمال الدين بن أبي شريف في «حاشيته»: الذي يتجه أن عيسى عليه السلام لا يعد من أمة محمد ﷺ لأنه غير داخل في دعوته فلم يكن من أمة الدعوة ولا من أمة الملة انتهى. وقال الشيخ تقي الدين بن أبي المنصور في عقيدته: ويعتقد أن أبا بكر رضي الله عنه، أفضل من سائر الأمة المحمدية وسائر أمم الأنبياء وأصحابهم لأنه كان ملازماً لرسول الله ﷺ، بالصديقية لزوم الظل للشاخص حتى في ميثاق الأنبياء ولذلك كان أول من صدق رسول الله ﷺ. وقال الشيخ في الباب الثالث وثلاثمائة من «الفتوحات»: اعلم أن السر الذي وقر في صدر أبي بكر رضي الله عنه، وفضل به على غيره هو القوة التي ظهرت فيه يوم موت رسول الله ﷺ، فكانت له كالمعجزة في الدلالة على دعوى الرسالة فقوي حين ذهلت الجماعة لأنه لا يكون صاحب التقدم والإمامة إلا صاحياً غير سكران، فكان رضي الله عنه، هو الحقيق بالتقدم ولا يقدح في كماله واستحقاقه الخلافة كراهة بعض الناس فإن ذلك مقام إلهي قال تعالى: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ [الرعد: ١٥] . فإذا كان بعض الناس يسجد لمن بيده ملكوت السموات والأرض كرهاً لا طوعاً فكيف بحال أبي بكر أو غيره فعلم أنه لا بد من طائع وكاره، ولو كان يدخل في الأمر على كره لأجل شبهة تقوم عنده إذا كان ذا دين وكل الصحابة كذلك فتقديم بعضهم على بعض كما وقع به الترتيب في خلافتهم لا بد منه لكونه سبق ذلك في حكم الله وأما من حيث قطعنا بتفضيل بعضهم على بعض فذلك مصروف إلى الله تعالى. فهو العالم بمنازلهم عنده ولم يعلمنا سبحانه وتعالى بما في نفسه من ذلك فالله تعالى يحفظنا من الفضول ومن مخالفة أهل السنة والجماعة آمين. وقال الشيخ صفي الدين بن أبي المنصور كان ترتيب الخلفاء الأربعة كما ذكرناه متعيناً لترتيب الحكمة وسر كمال دائرة الأمة. وقال الشيخ كمال الدين بن أبي شريف في «حاشيته»: اعلم أن الإمام الحق بعد رسول الله ﷺ، أبو بكر، فعمر، فعثمان، فعلي رضي الله عنهم أجمعين، والأدلة على ذلك من السنة كثيرة بتظافر دلائل مجموعها على تقديم أبي بكر، حتى يظهر ذلك للواقف عليها كفلق الصبح وكانت إمارة عثمان بالعهد من عمر أن يكون الأمر شورى بين ستة يختار خمسة منهم السادس ليكون خليفة فوقع الاختيار على عثمان والوفاق على إمارته وكانت إمارة علي رضي الله عنه، باجتماع كبراء المهاجرين والأنصار والتماسهم منه قبول مبايعتهم إياه فبايعوه رضي الله عنهم، انتهى. كما قال الشيخ كمال

سیر اعلام النبلاء کے عکسی صفحات

سِيَرُ أعلامِ النُّبَلاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدّين محمّد بن أحمد بن عثمان الذّهبيّ

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجُزءُ السَّادِسَ عَشَرَ

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه
شعَيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء
اكرم البوشيي

مؤسسة الرسالة

قال الحاكم : دخل الدّارقطنيُّ الشامَ ومصرَ على كبرِ السنِّ ، وحجَّ واستفاد وأفاد ، ومصنفاته يطول ذكرها .

وقال أبو عبد الرحمن السُّلَمي فيما نقله عنه الحاكم : وقال : شهدتُ بالله إن شيخَنا الدارقطنيَّ لم يخلف على أديم الأرضِ مثلَه في معرفةِ حديث رسول الله ﷺ وكذلك الصحابة والتابعين وأتباعهم ، قال : وتوفي يومَ الخميس لثمانٍ خلون من ذي القَعْدة من سنة خمسٍ وثمانين وثلاث مئة ، وكذا أرَّخ الخطيبُ وفاته .

وقال الخطيب في ترجمته : حدثني أبو نصر عليُّ بنُ هبة الله بن ماكُولا ، قال : رأيتُ كأني أسألُ عن حال الدّارقطني في الآخرة ، فقيل لي : ذاك يُدعَى في الجنة الإمام[1] .

وصحَّ عن الدارقطنيِّ أنَّه قال : ما شيءٌ أبغضَ إليَّ من علم الكلام .

قلت : لم يدخل الرجلُ أبداً في علم الكلام ولا الجدال ، ولا خاض في ذلك ، بل كان سلفيّاً ، سمع هذا القول منه أبو عبد الرحمن السُّلَمي .

وقال الدارقطني : اختلفَ قومٌ من أهل بغداد ، فقال قوم : عثمان أفضل ، وقال قوم : عليٌّ أفضل ، فتحاكموا إليَّ ، فأمسكتُ ، وقلت : الإمساك خيرٌ ، ثم لم أرَ لديني السكوت ، وقلت للذي استفتاني : ارجع إليهم ، وقل لهم : أبو الحسن يقول : عثمانُ أفضلُ من عليٍّ باتّفاق جماعة أصحاب رسول الله ﷺ ، هذا قولُ أهل السنّة ، وهو أول عقد يحلّ في الرّفض .

قلت : ليس تفضيل عليٍّ برفضٍ ولا هو ببدعة ، بل قد ذهب إليه خلقٌ من الصّحابة والتابعين ، فكلٌّ من عثمان وعليٍّ ذو فضلٍ وسابقة وجهاد ، وهما

---

(1) « تاريخ بغداد » : ١٢/٤٠ .

متقاربان في العلم والجـلالة ، ولعلّهما في الآخرة مُتساويان في الدّرجة ، وهما من سادة الشُّهداء رضي الله عنهما ، ولكنّ جمهور الأمة على ترجيح عثمان على الإمام عليّ وإليه نذهب . والخطب في ذلك يسير ، والأفضل منهما بلا شكّ أبو بكر وعمر ، مَن خالف في ذا فهو شِيعيٌّ جلد ، ومَن أبغض الشّيخين واعتقد صحّة إمامتهما فهو رافضي مقيت، ومن سبّهما واعتقد أنهما ليسا بإمامي هُدى فهو من غُلاة الرّافضة ، أبعدَهم الله .

قال الدّارقطني : يُقدم في « الموطأ » معن، وابن وهب، والقعنبي ، قال : وأبـو مصعب : ثقةٌ في « الموطأ » .

قال حمزة السّهمي : سُئل أبو الحسن : إذا حدّث النّسائيُّ وابنُ خزيمةَ بحديث ، أيهما نقدم ؟ فقال : النّسائي فإنه لم يكن مثله ، ولا أُقدّم عليه أحداً .

الرواية عنه :

أخبرنا أبو إسحاق إبراهيمُ بنُ علي ، وجماعة إجازة قالوا : أخبرنا داود ابنُ أحمد الوكيل ، أخبرنا أبو الفضل محمدُ بنُ عمر القاضي، أخبرنا عبدُ الصّمد بن علي ، أخبرنا عليُّ بن عمر الحافظ، حدثنا عبدُ اللهِ بنُ محمد بن عبد العزيز ، حدّثني سُريج بن يونس ، حدثنا عبدُ الرحمن بنُ عبد الملك بن أبجر ، عن أبيه ، عن واصل الأحدب ، عن أبي وائل ، قال : خطبنا عمّار ، فأبلغ وأوجز، فقال : سمعتُ رسول الله ﷺ، يقول: « إنَّ طُول صَلَاةِ الرَّجُلِ ،وقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ(١) مِـنْ فِقْهِهِ ، فَأَطِيلُوا الصَّـلَاةَ ، وَاقْصُرُوا الخُطْبَةَ » .

---

(١) مئنّة : وزان « مَظِنّة » ومعناها .

گولڑہ شریف کے فتویٰ کی حقیقت

زبدہ کے آخر میں گولڑہ شریف کا درج ذیل فتویٰ ملحق ہے، ملاحظہ کریں:

تاریخ 21 ذی قعدہ 1432ھ

حسب ارشاد قبلہ پیر سید شاہ عبدالحق صاحب مدظلہ

(1) ہم جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق تفضیل شیخین کے قائل ہیں البتہ اگر کوئی شخص خلفاء ثلاثہ کے فضائل مانتے ہوئے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتا ہے تو ہم اسے اہلسنت والجماعت سے خارج نہیں سمجھتے کیونکہ صحابہ کرام واہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم میں ایسے بزرگوں کے نام ملتے ہیں جو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل مانتے تھے۔

(ملاحظہ ہو مناقب الائمۃ الاربعۃ شیخ ابوبکر باقلانی، ص 306)

(2) حضرت امیر معاویہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور الصحابۃ کلھم عدول فی الروایۃ کے حکم میں داخل ہیں۔

مشتاق احمد

دارالافتاء جامع غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

سابق شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان

(زبدہ، ص 414)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: گزارش یہ ہے کہ جب افتاء کے منصب عالی کی ذمہ داری کی پاسداری ہی نہیں کی گئی کیونکہ اصولِ افتاء کی رعایت ہرگز نہیں کی گئی تو اس فتویٰ پر ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' ہی پڑھنا چاہیے۔ اس لیے کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت میں اجماعی مسئلہ ہے تو اسے صاحب زبدہ کی اقتداء میں جمہور اہل سنت کا مسلک قرار دیدیا ہے اور ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' میں کچھ ایسے بزرگوں کے نام مل جانے کا بہانہ پیش کر کے جن پر افضلیتِ علی کا عقیدہ تھوپا گیا ہے،

افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کو اہل سنت و جماعت سے خارج قرار دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

کیا کسی کتاب میں کچھ صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ لکھا ہوا مل جائے کہ یہ لوگ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے تو صرف اتنے سے ان کا نفس الامری اور واقعی طور پر افضلیتِ علی کا قائل ہونا ثابت ہو جائے گا؟

اگر ایسا ہی ہے پھر تو مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم جمہور اہل سنت کے مسلک کے مطابق تفضیل شیخین کے قائل ہیں، اس سے بھی توبہ کریں اور صاف صاف افضلیتِ علی کا عقیدہ اختیار کرنے کا اعلان کریں کیونکہ شاہ عبدالقادر صاحب نے زبدۃ التحقیق میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے افضلیت شیخین کریمین تو در کنار انہوں نے تو دعویٰ کیا ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق کو مذہب جمہور قرار دینا یہ رائے بھی ضعیف و ناتواں محسوس ہوتی ہے۔

پھر ترقی کرتے ہوئے مزید لکھا:

اکثریت اہل سنت و جماعت کا دعویٰ بھی پادر ہوا ہوگا۔ (زبدہ، ص 274)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت، اکثریت اہل سنت و جماعت کا موقف اور نظریہ ہونے کا دعویٰ خیالی، وہمی اور بے بنیاد ہوگا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

فقیر راقم الحروف کا فاضل مفتی صاحب سے جواب طلب سوال یہ ہے کیا حضرات ائمہ اربعہ واقعی طور پر افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے؟

اگر فاضل مفتی کی تحقیق بھی شاہ عبدالقادر صاحب کی اقتداء میں یہی ہے کہ ائمہ اربعہ افضلیتِ علی کے قائل تھے تو پھر کیا ائمہ اربعہ کے اجماع اور اتفاق کے خلاف فتویٰ دینے کی رخصت اور گنجائش مذہب اہل سنت و جماعت میں موجود ہے؟ اگر رخصت ہے تو ائمہ اعلام کی تصریحات پیش کریں۔ نیز کیا جو عقیدہ ائمہ اربعہ کے اجماع کے خلاف ہوگا وہ سنیت کہلائے گا؟ اگر فاضل مفتی شاہ عبدالقادر صاحب کی تحقیق سے اتفاق کرتے ہیں تو پھر ائمہ اربعہ کے اجماع کے خلاف نظریہ کو جمہور اہل سنت کا مسلک کیوں قرار دیا ہے؟ اور ائمہ اربعہ کے نظریہ کے خلاف تفضیل شیخین کے قائل ہونے کا کیوں اعلان کیا ہے؟

اور اگر فاضل مفتی اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ حضرات ائمہ اربعہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیدہ رکھتے تھے اور شاہ عبدالقادر صاحب نے زبدہ میں صاف غلط بیانی کی ہے اور ائمہ اربعہ پر افتراء اور بہتان باندھا ہے اور دھاندلی میں درجنوں صفحات سیاہ کیے ہیں تو پھر کسی دوسری کتاب میں بعض صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کے

کچھ بزرگوں کے نام مل جانے سے ان حضرات کا افضلیتِ علی کا واقعی طور پر قائل ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

اور اگر اہل بیت کے کسی فرد کا افضلیتِ علی کا قائل ہونا ثابت ہو جائے اور ساتھ ہی اس کے مبتدع (بدعتی) ہونے کی تصریحات بھی کتب میں موجود ہوں تو کیا کسی ایسے فرد کی نظریاتی غلطی کی وجہ سے اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو اختلافی قرار دیدیا جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب ائمہ اہل سنت بیک زبان فرما رہے ہیں کہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اہل سنت کا اجماع ہے تو اجماع اہل سنت کے خلاف فتویٰ دینے کا حق کسی سنی مفتی کو کیسے حاصل ہو گیا؟ فتویٰ تو حکم شرعی بیان کرنے کا نام ہے تو کیا اجماع اہل سنت کے خلاف پیش کی جانے والی رائے اس مسئلہ کا شرعی حکم قرار پائے گی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نہایت افسوس ہے کہ بعض لوگوں کی مرضی اور پسند کے مطابق، اجماع اہل سنت کے خلاف تحریر لکھ کر اس کا نام فتویٰ رکھ دیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر کچھ صحابہ اور اہل بیت کے نام انہیں مل گئے تھے جن کے متعلق ان کا گمان ہے کہ وہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے، تو گزارش یہ ہے کہ جب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حق علی کے ساتھ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بڑے بڑے اجتماعات میں مساجد میں منبر پر دوران خطبہ بیان فرمائی ہے جو آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے بلکہ افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قطعی ہونا تمام اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماعی موقف بتایا ہے اور جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل

قرار دے اس کے لیے حدِ مفتری کا اعلان کیا ہے۔

اور یہ بات خوب واضح ہے کہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھنے والے شخص نے ارشادات مرتضویہ کے مطابق حضرت علی اور تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھٹلا دیا ہے اب سوال یہ ہے کیا حضرت علی مرتضیٰ اور تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت اور تکذیب کرنے والا بھی سنی ہوتا ہے؟ اگر یہ بھی سنیت ہے تو پھر یہ ''ما انا علیہ و اصحابی'' والی سنیت نہیں ہے بلکہ یہ تفضیلیہ کی اختراعی سنیت ہے۔ کیسی محبتِ علی ہے کہ نہ ان کا عقیدہ پسند ہے اور نہ ہی ان کی ناراضی کی پرواہ ہے؟

فقیر راقم الحروف کا مقصود چونکہ خیر خواہی ہے اس لئے ہر ممکن یہی کوشش ہوگی کہ تفضیلیہ حق قبول کرلیں۔ فقیر گزارش کرتا ہے کہ اس اختلاف میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ حرف آخر سمجھ لیا جائے تا کہ راہِ ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

اگر تو افضلیتِ علی کے قائل کو خود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سنی شمار کرتے ہیں تو اسے سنی سمجھنا چاہیے اور اگر آپ نے اس نظریہ کو بدعت شنیعہ اور گمراہی قرار دیا ہے اور اسی (80) کوڑے اس کی سزا مقرر فرمائی ہے تو کسی مفتی کا اسے اہل سنت و جماعت سے خارج نہ سمجھنا اس مبتدع کو سنی نہیں بنا سکتا البتہ وہ مفتی عند اللہ تعالیٰ ضرور مجرم ہے کہ بدعت کا نام سنیت رکھ کر گمراہی کو ہدایت قرار دے رہا ہے اور اہل سنت کو شیعہ بنانے والی جماعت میں شامل ہوا ہے کیونکہ یہ فتویٰ صادر کر کے کہ افضلیتِ علی کا عقیدہ اپنانے سے بندہ اہل سنت و جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور پھر اس کی دلیل یہ دے کر کہ صحابہ کرام او راہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم میں ایسے بزرگوں کے نام ملتے ہیں جو

افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے تھے، اپنا اصل مشن واضح کر دیا ہے کہ لوگوں کو دھوکا دیا جائے کہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے سنیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا

اناللہ وانا الیہ راجعون

گولڑہ شریف کا پہلا فتویٰ:

گولڑہ شریف کا موجودہ فتویٰ اگر حسب ارشاد موجودہ سجادہ نشین صاحب لکھا گیا ہے تو گولڑہ شریف کا ایک فتویٰ وہ بھی ہے جو حسبِ ارشاد تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لکھا گیا اور اس کی موجودہ طباعت کے لیے اس کی پروف ریڈنگ انہی مفتی صاحب نے کی ہے جن کا فتوی گزشتہ صفحات پر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور اس کی تخریج علامہ سید ظفر علی شاہ صاحب نے کی ہے جن کا کارنامہ سیر اعلام النبلاء کی عبارت کے بارے میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس فتویٰ کے آخر میں یہ صراحت ہے:

حررہ محمد عبدالرحمن بحکم حضرت قبلۂ عالم مخدومنا ومولانا جناب پیر مہر علی شاہ صاحب بقلم خود۔

یہ ایک مبسوط فتویٰ ہے جو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے معتمد علیہ فاضل محقق مفتی نے آپ کے حکم سے تحریر کیا۔ اس کا ایک اقتباس جو موجودہ مسئلہ سے متعلق ہے ملاحظہ فرمائیں:

مولانا ابوالشکور سالمی نے تمہید میں تحریر فرمایا ہے:

کلام الروافض مختلفة (الی ان قال) و اما الذی یکون بدعة و لا یکون کفرا فهو قولهم ان علیا کان افضل من الشیخین الخ (تا) روافض کا کلام

مختلف ہے (تا) لیکن ان کے وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں بنتے وہ یہ ہیں کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) حضرات شیخین (رضی اللہ عنہما) سے افضل بتائے۔

(فتاویٰ مہریہ 244-245) مطبوعہ شعبان المعظم 1431ھ جولائی 2010ء

بحمد اللہ تعالیٰ ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فاضل مفتی یا سید ظفر علی شاہ صاحب کو کوئی اشتباہ نہیں لگا بلکہ اسلاف کرام کے عقائد و نظریات سے پھیرنے کی مہم میں دانستہ طور پر شامل ہوئے ہیں۔ تاجدار گولڑہ کا تصدیق شدہ فتویٰ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا بدعت ہے اور اس عقیدہ والا شخص مبتدع ہے، اہل سنت و جماعت سے خارج ہے جبکہ موجودہ فتویٰ یہ ہے کہ تفضیلی شخص اہل سنت و جماعت سے خارج نہیں ہے بلکہ سنی ہی ہے۔

اب غلامانِ گولڑہ شریف خود فیصلہ کرلیں کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی کے حکم سے لکھا جانے والا اور ان کا تصدیق شدہ فتویٰ درست ہے یا اس کے بالکل برعکس لکھا جانے والا موجودہ فتویٰ صحیح ہے۔ تاجدارِ گولڑہ شریف کا عقیدہ سنیت ہے یا اس سے بالکل متضاد موجودہ عقیدہ سنیت ہے۔

اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز کے عقیدہ پر جینا مرنا پسند کرتے ہیں یا جس عقیدہ کو وہ بدعت اور گمراہی اور سنیت سے نکل جانا سمجھتے ہیں اس کو پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں اسلاف کرام کے عقیدہ پر زندہ رکھے اور اسی پر خاتمہ ہو۔

آمین یارب العالمین۔

فاضل مفتی کا تصدیق شدہ پہلا فتویٰ:

مفتی محمد غلام سرور قادری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ص 169۔ 170 پر فاضل مفتی کا تصدیق شدہ پہلا فتویٰ مکتوب ہے، جس کی انہوں نے انوار العلوم ملتان میں تدریس کے زمانہ میں تصدیق وتصویب کی ہے۔اس فتویٰ میں افضلیت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بترتیبِ خلافت بیان کی ہے اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل کا حکم واشگاف الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بد مذہب ہے اور اہل سنت سے خارج، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان 20 دسمبر 1969ء۔

اصاب من اجاب

مشتاق احمد مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

ضروری تنبیہ:

اس فتویٰ سے صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو اس مسئلہ سے متعلق ہے ورنہ علامہ مشتاق احمد صاحب کی یہ تصدیق وتصویب مکمل فتویٰ کی ہے جو بلفظہٖ نقل کی گئی ہے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کیا ملتان سے اسلام آباد منتقل ہونے سے اسلام تبدیل ہو جاتا ہے؟ سچی بات وہی ہے جو ملتان میں حضرت غزالیٔ زماں شیخ الحدیث و التفسیر سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کے زیر سایہ تدریس کرتے ہوئے لکھی تھی اور

دوسری تحریر سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے نہ کہ مذہب اہل سنت کی ترجمانی۔

جب اس تحریر میں مذہب اہل سنت کے مطابق حکم شرعی بیان ہی نہیں کیا گیا تو اسے فتویٰ کا نام دینا سراسر سینہ زوری ہے۔

مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت کی حقیقی صورتحال کا بیان

فاضل مفتی نے اپنے دوسرے فتوی میں مذہب اہل سنت کے خلاف اپنی من مانی اور بے قاعدگی کے لیے ڈھال ''مناقب الائمۃ الاربعۃ'' کو بنایا ہے چنانچہ لکھا: (ملاحظہ ہو، مناقب الائمۃ الاربعۃ''، شیخ ابوبکر باقلانی، ص306)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے چونکہ یہ فتویٰ مذہب اہل سنت کے سراسر خلاف ہے جبکہ اس میں حوالہ ایک سنی عالم کی کتاب کا درج کیا گیا ہے۔ اس لیے مناقب الائمۃ الاربعۃ کے اس مقام کی اصل حقیقت واضح کرنا ضروری ہے تاکہ فاضل مفتی کی کرم فرمائی سے ناظرین کو بھی آگاہی ہو جائے۔

وباللہ التوفیق: اصل حقیقت یہ ہے کہ مناقب الائمۃ الاربعۃ میں تفضیلیہ کی طرف سے بطور سوال بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام اور ان کا قول ذکر کیا گیا ہے جن کے بارے میں تفضیلیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے۔

ملاحظہ کریں:

''فان قالوا: فکذلك قد روی عن عبداللہ بن عباس والحسن بن علی وابی وزید وعمار بن یاسر وسلمان الفارسی وجابر بن عبداللہ وابی الھیثم بن التیھان الانصاری وحذیفۃ بن الیمان و عمرو بن الحمق وابی سعید الخدری وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ عنہم کانوا یقولون: ان علیا خیر البشر وخیر الناس بعد

رسول اللّٰہ واعلمھم و اوّلھم اسلاما و احبھم الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،الی نظائر ھذہ فیجب دلالۃ قولھم علی تفضیلہ۔''

(سوال)

''پھر اگر تفضیلیہ کہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسن بن علی و حضرت ابی (تا) وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خیر البشر اور خیر الناس اور اعلم الناس اور اول المسلمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیارے ہیں اور اس طرح کے اور اقوال، تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کی تفضیلِ علی رضی اللہ عنہ پر دلالت واجب ہے۔''

لیکن چونکہ تفضیلیہ کا یہ محض دعویٰ ہے اور صرف دعوی کرنے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو جاتا بلکہ اس پر ثبوت پیش کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اور اس ثبوت اور دلیل کا واقعی طور پر مثبتِ مدعیٰ ہونا بھی ضروری ہے اور کسی شخص کے کلام سے اس کی مراد کے خلاف مفہوم ومعنی متعین کرنا ناانصافی اور دھاندلی ہے جبکہ تفضیلیہ نے ایسا ہی کیا ہے اس لیے قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبارت منقولہ سے متصل بعد تفضیلیہ کے اس استدلال کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان صحابہ کرام کے قول سے ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل الامت علی الاطلاق ہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد افضل ہیں۔

ملاحظہ کریں:

''قیل لھم کل ھؤلاء کانوا یتاولون ابابکر و عمر و یرضون بامامتھم ، و قد سمعوا قول ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ، ولیتھم خیر اھلك، و قول

عمر رضی الله عنه: كان من خيرنا، و قول ابی عبيدة وعبدالله بن عمر و عبدالرحمن بن عوف فی تفضيل ابی بكر، فلم ينكر احد منهم البتة، فوجب ان يكونوا ارادوا بذلك ان عليا هذه صفته بعد ابی بكر حتی يكون صحيحا و قولهم صحيح ولا يحمل امرهم علی نفاق ولا تقية فی احد الامرين فلا تعلق فی ذلك.» (مناقب الائمة الاربعة، ص 306)

(جواب) حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے نام گنوائے گئے ہیں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو مستثنٰی کرتے تھے اور ان کی امامت وخلافت پر راضی تھے اور انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشادِ مقدس۔ وليتهم خير اهلك۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کروں گا: میں نے تیرے محبوب بندوں میں سے سب سے افضل کو ان کا امیر اور خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس: کان من خیرنا'' کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل تھے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کے ارشادات ضرور سنے تھے پھر ان میں سے کسی نے قطعاً انکار نہیں کیا۔ پس لازم وضروری ہے کہ ان صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو افضلیت بیان کی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ حضرت ابوبکر (وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ صفت ہے کہ وہ خیر البشر وخیر الناس ہیں حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس صفت سے موصوف کرنا صحیح ہو جائے اور ان کا قول صحیح ہے۔ اور ان حضرات کا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی امامت وخلافت پر راضی

ہونا، ان سے محبت کرنا اور ان کی افضلیت کے بیان میں ارشاداتِ صحابہ کرام سن کر خاموش رہنا نفاق اور تقیہ پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ نفوس قدسیہ پیکرِ اخلاص تھے) پس ان اقوالِ صحابہ میں ان کے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہونے پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''

ضروری تنبیہ:

مناقب الائمۃ الاربعۃ کا صرف ایک ہی نسخہ مطبوعہ دار المنتخب العربی بیروت، دستیاب ہوا ہے اور فاضل مفتی نے بھی اسی کا صفحہ نمبر 306 لکھا ہے جبکہ اس کا حال یہ ہے کہ اس پر تحقیق وتصحیح کا کام کرنے اور طباعت کا اہتمام کرنے والوں کو اس کی پہلی جلد کا مخطوطہ بھی دستیاب نہیں ہو سکا اور جو مطبوع ہے یہ صرف دوسری جلد ہے اور اس میں بھی تصحیف کی انتہاء ہے واللہ تعالیٰ اعلم تحقیق وتصحیح کا کام کرنے والے نے کس چیز کی تصحیح کی ہے البتہ اکثر مقامات پر سیاق وسباق سے اصل عبارت واضح ہو جاتی ہے تو اس مقام پر بھی ''کل ھؤلاء کانوا یتاولون ابابکر وعمر'' کی جگہ پوری عبارت ''کل ھؤلاء کانوا یتاولون ابابکر وعمر وعثمان'' ہے جیسا کہ ''ویرضون بامامتھم ''میں ضمیر جمع سے بھی ظاہر ہے اس لئے کہ جمع ما فوق الواحد پر محمول نہیں ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

اسی طرح ''فی تفضیل ابی بکر'' کی جگہ پوری عبارت ''فی تفضیل ابی بکر وعمر وعثمان'' ہے اور ''ان علیا ھذہ صفتہ بعد ابی بکر'' کی جگہ پوری عبارت ''ان علیا ھذہ صفتہ بعد ابی بکر وعمر وعثمان'' ہے۔

اوراس تصحیح پر دلیل اس مقام کی مصنف کی اپنی عبارت ہی ہے۔

نمبر1: ''ویرضون بامامتھم'' اس لیے کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام صرف شیخین کریمین ہی کی امامت پر راضی نہ تھے بلکہ حضرت عثمان سمیت تینوں حضرات رضی اللہ عنہم کی خلافت پر راضی تھے۔اور انہیں خلفائے راشدین یقین کرتے تھے۔

نمبر2: وقد سمعوا قول ابی بکر رضی اللہ عنہ الخ۔تو افضلیت کے بیان میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے دو قول صراحت کے ساتھ عبارت منقولہ میں مذکور ہیں نمبر 1 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس: ''ولیتھم خیر اھلك'' نمبر 2 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بیان میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس: ''کان من خیرنا''۔اور باقی حضرات کے اقوال مناقب الائمۃ الاربعۃ کے گزشتہ ورق پر موجود ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا قول: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے'' اتقول ھذا و ابوبکر حاضر، ما کان لك فی الاسلام فھة غیرھا'' کیا تم مجھے خلیفہ بننے کا کہہ رہے ہو حالانکہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) حاضر موجود ہیں؟ جب سے تم نے اسلام قبول کیا ہے اس بات کے علاوہ آپ کے لیے ضعفِ رائے نہیں ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول: کنا نفاضل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعدل بابی بکر احدا الحدیث۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں لکھا:

''فدل اشھار ھذہ الروایۃ و امساك سائر الامۃ عن ردھا او القدح فیھا بتکذیب او رأی و اجتھاد او غیر ذلك علی ان الامر عنداللہ عز و جل کما وصف ابن عمر۔''

پھراس روایت کومشہور کرنا اور باقی تمام اُمت کا اس کورد کرنے اوراس میں تکذیب یا رائے اور اجتہاد یا اس کے غیر کے ساتھ طعن کرنے سے رکنا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ عنداللہ عز وجل امرِ افضلیت ایسے ہی ہے جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے۔''

اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قول: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کے وقت ''اما بعد فانی رأیت الناس لا یعدلون بعثمان احدا''

(مناقب الائمۃ الاربعۃ ص 304)

اما بعد: بیشک میں نے لوگوں (اکابر صحابہ کرام) کو دیکھا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کونہیں سمجھتے۔''

تو مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب افضلیت کے بارے میں ارشاداتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حوالہ دیا ہے اور ان ارشادات کے ساتھ تطبیق وتوفیق بیان کی ہے تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مقامات مذکورہ پر اصل عبارت وہی تھی جو فقیر نے لکھی ہے جیسا کلماتِ علماء اعلام کے خادمین پر پوشیدہ نہیں۔ تاہم فقیر راقم الحروف نے مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت جیسا کہ مطبوعہ نسخہ میں ہے، بلفظہٖ نقل کی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

نتیجۂ کلام:

مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت منقولہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ان صحابہ کرام سے افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ واقعی طور پر ثابت ہے بلکہ انہوں نے تفضیلیہ کی دھوکا دہی کا جواب دینے کے لیے اسے نقل کیا ہے اور پھر اہل سنت کی طرف سے جواب دیا ہے اور ایسے اقوال صحابہ سے ان کی مراد بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ اگر یہ مراد تسلیم نہ کی جائے تو پھر ان صحابہ کرام پر نفاق یا تقیہ کرنے کا طعن لازم آئے گا۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ جبکہ یہ نفوس قدسیہ اس سے پاک ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت منقولہ سے پہلے صفحہ پر درج ذیل عبارت موجود ہے:

''فصارت هذه الاقاويل على المنابر و فى المشاهد مع الرضى والتسليم لها من ادل الامور على ان الامة مجمعة قبل وجود الشيعة على تفضيل ابى بكر رضی اللہ عنہ۔ (مناقب الائمۃ الاربعۃ، ص 305)

پس یہ ارشاداتِ صحابہ کرام (بالخصوص حضرت فاروق اعظم و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما) منبروں پر اور اجتماعات میں، تسلیم و رضا کے ساتھ، اس حقیقت پر خوب دلالت کرنے والے امور سے ہیں کہ بیشک امت، شیعہ کے معرض وجود میں آنے سے پہلے تفضیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کر چکی تھی۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ فاضل مفتی نے مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت نقل کر کے عقیدۂ اہل سنت بیان نہیں کیا بلکہ دھاندلی کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضروری تنبیہ:

عبارات مذکورہ کے علاوہ بھی قاضی باقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی متعدد عبارات اس تصحیح کے لیے مؤید ہیں تاہم اگر کسی صاحب کو فقیر کی بیان کردہ تصحیح عبارت سے اتفاق نہ ہو اور وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ بھی ہو تو پھر بھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا استثناء کرنے سے فرار کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ قاضی باقلانی کی عبارت میں تصریح ہے:

''کل ھؤلاء کانوا یتأولون ابابکر و عمر۔،، کہ افضلیتِ علی بیان کرنے والے تمام صحابہ کرام حضرات شیخین کریمین ابوبکر صدیق وعمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا استثناء کرتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ ''ان علیا ھذہ صفتہ بعد ابی بکر '' کی جگہ اصل عبارت '' ان علیا ھذہ صفتہ بعد ابی بکر و عمر '' ہونے سے انکار کسی کیلئے ممکن نہیں ہے۔ وللہ الحمد

شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی اس کتاب کی عبارات نقل کر کے خوب دھاندلی کی ہے۔ اس مختصر عبارت سے ہی ان کی دھاندلی کی حقیقت ایک حد تک واضح ہوگئی ہے تاہم ازالۂ شبہات کے باب میں ان شاءاللہ تعالیٰ تفصیلی کلام آئے گا۔

وللہ الحمد

نوٹ: فاضل مفتی کے فتویٰ کا دوسرا جزء بھی دھاندلی پر مبنی ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو صرف روایت میں عدول تسلیم کرنا یہ مذہب اہل سنت کی ترجمانی نہیں ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حدیث: ''علی خیر البریۃ'' کی حقیقی صورتحال کا بیان

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال علی خیر البریۃ (در منثور)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (جو افاضل صحابہ میں سے ہیں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ علی سب مخلوق سے (باستثنائے انبیاء) افضل ہیں۔ یہ حدیث مرفوع ہے یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی سوچ یا ذاتی رائے نہیں۔ اور اسی روایت کو ابن عدی نے اپنی کامل ج1 ص 170 میں بھی روایت کیا ہے۔

(زبدہ، ص264)

اخرج ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ (الی ان قال) و نزلت: ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئك هم خیر البریۃ: فکان اصحاب النبی اذا اقبل علی قالوا: جاء خیر البریۃ۔ (تا) اور یہ آیت نازل ہوئی۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آجاتے تو وہ کہتے: سب مخلوق میں سے اچھا شخص آ گیا۔

(زبدہ، ص256-257)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں کہ کس طرح رنگ بھر کر اس روایت کو پیش کیا ہے کہ: یہ حدیث مرفوع ہے یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی سوچ یا ذاتی رائے نہیں۔

نیز لکھا: اور اسی روایت کو ابن عدی نے اپنی کامل ج 1 ص 170 میں بھی روایت کیا ہے۔ اور دوسرے مقام پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام کا عمل روایت کیا ہے۔ اور پھر اس روایت کے ظاہر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی افضلیت لازم آتی ہے تو صاحب زبدہ نے بداہت عقلی کا حوالہ دے کر ان نفوس قدسیہ کا استثناء کر لیا۔

اب اس روایت کے بارے میں حضرات ائمہ اعلام ومحدثین کرام کا فیصلہ بھی ملاحظہ کریں۔ صاحب زبدہ نے ابن عدی کی کامل کا حوالہ بھی دیا ہے جبکہ کتاب کا نام بھی مکمل نہیں لکھا کیونکہ اس سے بھی ایک حد تک روایت کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے اس لیے کہ ان کی کتاب کا نام ہی اس میں درج شدہ رجال (راویان) اور ان کی روایت کردہ احادیث کا تعارف پیش کر رہا ہے البتہ کچھ روایات جو ضمناً مذکور ہیں وہ اصل موضوع کتاب سے مستثنیٰ ہیں۔ تو اس روایت کی سند میں ایک راوی احمد بن سالم ابو سمرہ ہے۔

امام حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی متوفی 365ھ رقمطراز ہیں:

"احمد بن سالم بن خالد بن جابر بن سمرة، ابو سمرة كوفی.

ليس بالمعروف وله احاديث منا كير، (الى ان قال) حدثنا الحسن بن على الاهوازی، ثنا معمر بن سهل، ثنا ابو سمرة احمد بن سالم، ثنا شريك عن الاعمش عن عطية عن ابی سعيد عن النبی قال: علی خير البرية۔ قال الشيخ، و هذا قد رواه غير ابی سمرة عن شريك وروی عن غير شريك ايضا عن الاعمش عن عطية عن جابر بن عبدالله: كنا نعد عليا من خيارنا۔ ولا يسنده هكذا الا

ابو سمرۃ۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، 1/387-388)

احمد بن سالم ابوسمرہ کوفی معروف نہیں ہے اور اس کی مرویات، احادیث منکرہ ہیں (تا) ہمیں حسن بن علی اہوازی نے بیان کیا (تا) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی خیر البریۃ" علی تمام مخلوق میں سے افضل ہے۔

شیخ نے کہا: اور اسے ابوسمرہ کے غیر نے شریک سے ضرور روایت کیا ہے اور روایت کیا گیا ہے شریک کے غیر سے بھی از اعمش از عطیہ از جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما: ہم علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے افاضل اور بہترین لوگوں سے شمار کرتے تھے۔ اور اس کو اس طرح مسند صرف ابوسمرہ روایت کرتا ہے۔"

یہ ہے صاحبِ زبدہ کے حوالہ کے اصل حقیقت کہ ابن عدی نے حدیث مذکور کے ایک راوی احمد بن سالم ابوسمرہ کی بابت بتایا کہ یہ معروف ہی نہیں ہے اور اس کی روایات کا حال بھی ساتھ ہی بیان کر دیا کہ وہ احادیث مناکیر ہیں جبکہ یہ بات دین متین کے ادنیٰ خادم پر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ حدیث منکر، حدیث مردود کی ایک قسم ہے۔ اور پھر ابن عدی نے بطور نمونہ اس کی روایت کردہ دوسری حدیث منکر اور مردود یہ بیان کی ہے: عن ابی سعید عن النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قال: علی خیر البریۃ۔

اور پھر ابن عدی نے اس سے متصل بعد دوسری روایت بھی نقل کی ہے:

"عن جابر بن عبداللہ: کنا نعد علیا من خیارنا،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم علی رضی اللہ عنہ کو اپنے افاضل اور بہترین افراد سے شمار کرتے تھے۔"

ابن عساکر نے بھی ابن عدی کے طریق سے ''علی خیر البریة،، جعلی روایت نقل کرنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور روایت کیا ہے، ملاحظہ کریں:

(تاریخ مدینۃ دمشق 42/371)

لیکن صاحبِ زبدہ کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور جو روایت مردودہ اور منکرہ ہے اس کو نقل کر کے بڑے فخر سے کہہ رہے ہیں: یہ حدیث مرفوع ہے یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی سوچ یا ذاتی رائے نہیں (زبدہ) اور پھر یہ نہیں بتایا کہ ابن عدی نے حدیث مذکور کا مردود اور منکر ہونا اور کسی حال میں بھی قابل حجیت نہ ہونا بیان کیا ہے۔ بلکہ دھوکا دہی کرتے ہوئے اپنی بات کا وزن بڑھایا اور لکھ دیا:

اور اسی روایت کو ابن عدی نے اپنی کامل ج1 ص 170 میں بھی روایت کیا ہے۔(زبدہ)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ''کنا نعد علیا من خیارنا،،

اسے صاحب زبدہ نے اس لیے نقل نہیں کیا کیونکہ اس میں حقیقت واقعیہ بیان کی گئی ہے اور اس کے ذریعہ، دھاندلی کی کوئی صورت بنتی نظر نہیں آئی تو اس کو حذف کر دیا اور روایت مردودہ نقل کر دی اور اس پر حاشیہ آرائی بھی کر لی۔ تو ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے۔

حضرت امام شمس الدین ذہبی اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے احمد بن سالم ابوسمرہ کے ترجمہ میں ابن عدی کا کلام نقل کرنے کے بعد ''علی خیر البریة'' مرفوع حدیث کے متعلق دوٹوک الفاظ میں لکھا: وھذا کذب'' اور حضرت جابر والی

روایت: ''کنا نعد علیا من خیارنا'' کے بارے میں لکھا ''و ھذا حق'' اور حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ودیگر ائمہ اعلام نے بھی اس فیصلہ سے مکمل اتفاق کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

''احمد بن سالم ابو سمرۃ: کذا اسماہ ابن عدی۔ وقال: لہ مناکیر (الی ان قال) عن ابی سعید مرفوعا: "علی خیر البریۃ" و یروی عن غیر احمد عن شریك۔ و ھذا کذب، وانما جاء عن الاعمش عن عطیۃ العوفی عن جابر، قال: کنا نعد علیا من خیارنا، وھذا حق۔

(میزان الاعتدال 1/236، لسان المیزان 1/175) والنظم من الاول

یعنی جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ ''علی خیر البریۃ'' یہ کذب اور جھوٹ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہرگز نہیں ہے۔ اور جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ''کنا نعد علیا من خیارنا'' یہ کلام حق ہے۔''

شیخ الاسلام ابن حجر نے فرمایا:

''و ذکرہ ابن حبان وسماہ احمد بن سمرۃ من ولد سمرۃ بن جندب۔ قال و کان یسرق الحدیث ثم ذکر الحدیث المذکور (الی ان قال) کان یروی عن الثقات الاوابد والطامات لا یحل الاحتجاج بہ بحال۔

(لسان المیزان 1/175-176)

اور امام ابن حبان نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا نام احمد بن سمرہ بتایا ہے یہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔

ابن حبان نے کہا: یہ حدیث چوری کرتا تھا پھر حدیث مذکور ''علی خیر

البریۃ'' ذکر کی (تا) اور یہ ثقہ راویوں سے بہت بڑی بلائیں روایت کرتا تھا۔ کسی حال میں بھی اس کے ساتھ حجت پکڑنا (یعنی اس کی روایت کردہ حدیث کے ساتھ حجت پکڑنا) جائز اور حلال نہیں ہے۔''

امام حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق متوفی 963ھ نے بھی (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ 354/1) میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بحوالہ امام ذہبی اس کے کذب ہونے کی تصریح کی ہے۔

ملاحظہ کریں:

''حديث علی خير البرية (عد) عن حديث ابی سعيد، و فيه احمد بن سالم ابو سمرة: قال السيوطی قال الذهبی فی الميزان: ويروی عن غير احمد بن سالم عن شريك وهو كذب الخ۔

یعنی یہ روایت از احمد بن سالم از شریک جو مروی ہے از غیر احمد بن سالم از شریک بھی مروی ہے اور یہ کذب اور جھوٹ ہے۔''

میزان الاعتدال میں ''هو كذب'' کی جگہ ''هذا كذب'' ہے۔

صاحب زبدہ کے معیار تحقیق پر تعجب اور افسوس بھی ہے کہ موضوع اور جعلی روایت کو فضائل اعمال میں پیش کرنے کی رخصت بھی نہیں ہے لیکن صاحب زبدہ نے افضلیت ثابت کرنے کیلئے پیش کردی ہے اور زبدہ میں متعدد مقامات پر اس کا حوالہ دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ افضلیتِ علی بتایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

صاحب زبدہ نے دوسری روایت ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے:

فکان اصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اذا اقبل علی قالوا: قد جاء خیر البریة۔
(ترجمہ گزر چکا ہے)

الجواب:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کہنا ''جاء خیر البریة'' یہ روایت بھی ایسی ہے کہ اسے صحابہ کرام کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بطور ثبوت پیش کرنا سراسر دھاندلی ہے کیونکہ یہ روایت منکرہ ہے جو قابل حجیت نہیں ہوتی اور بالخصوص مسئلہ افضلیت میں کہ ضعیف روایات اس مسئلہ میں کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں مقام تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اثبات کے لیے دلیل قطعی کا تقاضا ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے موضوع اور جعلی روایات بھی پیش کر دی ہیں اور ضعیف روایات کا تو بازار گرم ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن عساکر کی تاریخ مدینہ دمشق کی روایت مذکورہ کی سند میں ایک راوی ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہے جو ابن عقدہ کے ساتھ معروف ہے شیعہ ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے جودتِ حفظ، معرفت بالاسانید والمتون، وسعتِ اطلاع کی وجہ سے اسے قوی کہا ہے لیکن اس میں ضعف کی علل اور اسباب ایسے ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے اس لیے بے شمار ائمہ اعلام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ روایت کے قابل اعتبار ہونے کے لیے راوی کا صرف حفظ ومعرفت اور وسعت اطلاع سے موصوف ومتصف ہونا کافی نہیں ہے۔ملاحظہ کریں:

حضرت امام ذہبی رقمطراز ہیں:

''قال الخطیب (الی ان قال) سمعت عبداللہ بن احمد بن حنبل :

یقول: منذ نشأ ھذا الغلام افسد حدیث الکوفة، یعنی ۔ابن عقدة۔

(سیر اعلام النبلاء 15/350)

حدثنا حمزة بن محمد بن طاھر قال:سئل الدار قطنی ۔وانا اسمع عن ابن عقدة، فقال: کان رجل سوء، وبه: اخبرنا البرقانی، سألت اباالحسن عن ابن عقدة، ما اکثر ما فی نفسك علیه، قال: الاکثار بالمناکیر (الی ان قال) سمعت اباعمر بن حیویه یقول :کان ابن عقدة فی جامع براثا یملی مثالب الصحابة اوقال:الشیخین، فلا احدث عنه بشیء۔ (سیر الاعلام النبلاء 15/353-354)

و به الی الخطیب، (الی ان قال) سمعت اباالحسن یعنی الدارقطنی، سمعت ابن عقدة یقول: انا اجیب فی ثلاث مئة الف حدیث من حدیث اھل البیت خاصة (الی ان قال) سمعت ابابکر بن ابی دارم الحافظ یقول: سمعت اباالعباس احمد بن محمد سعید، یقول: احفظ لاھل البیت ثلاث مئة الف حدیث۔ (سیر اعلام النبلاء 15/346)

قال ابو جعفر الطوسی فی ،تاریخه، کان ابن عقدة زیدیا جارودیا علی ذالك مات۔(سیر اعلام النبلاء 15/352)

قال ابن عدی:رأیت فیه مجازفات، حتی کان یقول: حدثتنی فلانة قالت ھذا کتاب فلان قرأت فیه قال: حدثنا فلان، قال :کان مقدما فی الشیعة۔ (لسان المیزان 1/264)

قال ابن عدی :صاحب معرفة وحفظ وتقدم فی الصنعة ، رأیت

مشایخ بغداد یسیئون الثناء علیہ۔ (میزان الاعتدال 281/1)

وقال ابو عمر بن حیویہ کان ابن عقدۃ یملی مثالب الصحابۃ او قال مثالب الشیخین فترکت حدیثہ۔ (لسان المیزان 264/1)

عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن امام احمد بن حنبل (رحمہا اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: اس لڑکے یعنی ابن عقدہ نے اہل کوفہ کی حدیث خراب کردی ہے۔

حمزہ بن محمد بن طاہر نے کہا: امام دارقطنی سے ابن عقدہ کے بارے میں سوال کیا گیا میں سن رہا تھا تو انہوں نے کہا: برا شخص ہے (حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان میں نقل کیا: یشیر الی الرفض کہ دارقطنی رفض کی طرف اشارہ کر رہے تھے)

برقانی کہا: میں نے ابوالحسن (امام دارقطنی) سے ابن عقدہ کے متعلق سوال کیا: (کہ عقیدہ کی بدعت کے علاوہ) آپ اسے زیادہ تر کونسے عیب میں مبتلا سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: مناکیر (یعنی روایات منکرہ) بکثرت روایت کرنا۔

حمزہ بن یوسف نے کہا: میں نے ابوعمر بن حیویہ کو یہ کہتے سنا، کہ ابن عقدہ جامع براثا میں حضرات صحابہ کرام کے عیوب ونقائص، یا، کہا حضرات شیخین کریمین (رضی اللہ عنہما) کے عیوب ونقائص (نعوذ باللہ من ذلك) املاء کرا رہا تھا، اس لیے میں اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: میں نے ابن عقدہ سے سنا: وہ کہہ رہا تھا میں خاص طور پر اہل بیت کی تین لاکھ احادیث میں جواب دیتا ہوں (تا) حافظ ابوبکر بن ابی دارم نے کہا: میں نے ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید سے سنا وہ کہہ رہا تھا: مجھے اہل بیت کی تین لاکھ احادیث حفظ ہیں۔

ابوجعفر طوسی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ابن عقدہ زیدی جارودی تھا اور اسی نظریہ اور عقیدہ پر اس کی موت واقع ہوئی۔

ابن عدی نے کہا: میں نے اس میں مجازفات دیکھی ہیں یہاں تک کہ وہ کہتا: مجھے فلانہ نے بیان کیا ہے: اس نے کہا ہے کہ یہ فلاں کی کتاب ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ اس نے کہا ہے: ہمیں فلاں نے حدیث بیان کی۔

ابن عدی نے کہا کہ ابن عقدہ شیعہ میں مقدم تھا۔ ابن عدی نے کہا: ابن عقدہ معرفت اسانید ومتون اور حفظ وتقدم درصنعت سے موصوف ہے (اس کے باوجود) میں نے مشائخ بغداد کو دیکھا ہے وہ اس کی مذمت کرتے ہیں اور برے الفاظ سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں (اس کے دوسرے عیوب ونقائص کی وجہ سے جن کا اجمالی بیان گزر چکا ہے)

ابوعمر بن حیویہ نے کہا: ابن عقدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عیوب ونقائص یا کہا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے عیوب ونقائص املاء کراتا تھا تو میں نے اس کی حدیث ترک کردی۔،،

تنبیہ: مذکورہ اقوال میں ابن عقدہ کا جو حال بیان کیا گیا ہے بعض اہل علم نے ابن عقدہ کے اس سے بھی سنگین عیب بیان کیے ہیں۔"

جب ایک شخص شیعی زیدی جارودی ہے اور رطب و یابس اکٹھا کرنے میں اتنا غیر محتاط ہے کہ خود کہتا ہے کہ مجھے صرف اہل بیت ہی کی تین لاکھ احادیث حفظ ہیں اور بکثرت روایات منکرہ بیان کرنا اس کا معمول تھا اور دوسری طرف بدعقیدگی کا یہ عالم

ہے کہ اسے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذوات مقدسہ میں بھی عیوب ونقائص نظر آتے تھے اور وہ بالاہتمام ان کی املاء کراتا اور لکھواتا تھا ''لعنۃ اللہ علی شرہ'' تو ایسے راوی کی روایت کیونکر حجت اور دلیل ہوسکتی ہے؟ اور وہ بھی مسئلہ افضلیت میں احادیث مرفوعہ متواترۃ المعنی اور اجماعِ اہل سنت کے خلاف۔

اب صاحبِ زبدہ کا ظلم دیکھیں کہ اس سے پہلی روایت جو موضوع اور جعلی اور سراسر جھوٹ ہے اس کی بنیاد پر افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھاتے میں ڈالا اور اس روایت کو بنیاد بنا کر تمام صحابہ کرام پر تھوپ دیا اور افضلیت علی اُمت کا مجموعی عقیدہ قرار دے دیا۔ ملاحظہ کریں:

یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی کیونکہ امام سیوطی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اندر ایک سخت گیر وکیل ہیں۔ یہاں ان کا یہ لکھنا صاف سپر انداز ہونا ہے۔ (زبدہ، ص 257)

نعوذ باللہ من ذلك۔ صاحب زبدہ کو موت یاد نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہی کی کوئی فکر ہے ورنہ اتنی بڑی دھاندلی اور دھوکا دہی نہ کرتے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

امام سیوطی پر سپر انداز ہونے کا افتراء اور بہتان

عبارت منقولہ میں صاحب زبدہ نے ''علی خیر البریۃ'' اور'' جاء خیر البریۃ'' کے بارے میں امام سیوطی کا سپر انداز ہونا لکھا ہے جبکہ یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ تفسیر در منثور میں امام سیوطی کا مقصود صرف روایات کو جمع کرنا ہے نہ کہ ان کی فنی حیثیت بیان کرنا۔ تو امام سیوطی سپر انداز نہیں ہوئے بلکہ صاحب زبدہ کو سچ بولنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ امام سیوطی قدس سرہ العزیز نے تو دوسرے محدثین کرام کی طرح ''علی خیر البریۃ'' کو موضوع اور کذب اور'' جاء خیر البریۃ'' کو منکر اور نا قابل احتجاج ہی قرار دیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح ''کنا نعد علیا من خیارنا'' ہے اور یہ کلام حق ہے جیسا (اللآلی المصنوعۃ 328/1) میں تصریح کی ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق متوفی 963ھ رقمطراز ہیں:

حدیث: علی خیر البریۃ (عد) من حدیث ابی سعید، و فیہ احمد بن سالم ابو سمرۃ۔ قال السیوطی: قال الذهبی فی المیزان: و یروی عن غیر احمد بن سالم عن شریک، و هو کذب و انما جاء عن الاعمش عن عطیۃ العوفی، عن جابر، کنا نعد علیا من خیرنا و هذا حق انتهی۔

(تنزیه الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ 354/1)

تنبیہ:

صحیح: ''کنا نعد علیا من خیارنا'' ہے جیسا کہ ابن عساکر کی تاریخ مدینۃ دمشق اور الکامل فی ضعفاء الرجال اور میزان الاعتدال ولسان

المیزان میں ہے اور تنزیہ الشریعۃ میں کتابت کی غلطی ہے۔

موضوع حدیث: علی خیر البریۃ کے برخلاف سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیر البریۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا

صاحب زبدہ کی بسر اوقات تو علمی خیانتوں پر ہے۔ فقیر راقم الحروف اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کی ذات اقدس کے بعد اس امت میں خیر البریۃ، اتقی، اعدل، پہلا مومن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

شیخ امام ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن بطہ حنبلی متوفی 387ھ رقمطراز ہیں:

''حدثنا ابو محمد عبید اللہ بن عبدالرحمن بن محمد بن عیسی السکری، قال: حدثنا ابویعلی زکریا بن یحی بن خلاد المنقری، قال: حدثنا سلیمان بن داؤد ابوالربیع العتکی، قال: حدثنا جریر بن عبدالحمید عن مغیرۃ عن الشعبی، قال: قلت لابن عباس: من اول من اسلم؟ فقال: ابوبکر الصدیق، ثم قال: اما سمعت قول حسان بن ثابت:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ — فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا — بعد النبی و اوفاھا بما حملا
الثانی التالی المحمود مشھدہ — واول الناس منھم صدق الرسلا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صدق۔

(الابانۃ الکتاب الرابع جزء فی فضائل الصحابۃ، 2/448-449)

(اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور پوری سند اس لیے ذکر کردی ہے

تا کہ کوئی شخص چالاکی اور مکاری سے کسی دوسری سند والا حکم اس پر صادر نہ کر سکے)

حضرت امام عامر شعبی نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے) اول المسلمین کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ) پھر فرمایا: کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کا قول نہیں سنا؟

جب تو کسی صاحبِ وثوق اور لائقِ اعتماد شخص کے غم کو یاد کرے تو (سب سے پہلے) اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کر ساتھ اس کے جو اس نے کیا (وہ کچھ جس پر سب رشک کریں)۔

وہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساری مخلوق (امت مسلمہ) میں سے بہترین اور افضل ہیں اور سب سے زیادہ متقی اور سب سے بڑے عادل، اور سب سے زیادہ وفا کرنے والے اس ذمہ داری کو جس کو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا۔

وہ ثانی اثنین ہیں (دو میں سے دوسرے ہیں) ہر معاملہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع اور پیروی کرنے والے ہیں۔ (یا معنی یہ ہے کہ) قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے ہیں۔

قابل ستائش ہے ان کی موجودگی، اور (اس امت میں سے) ان تمام لوگوں میں اول ہیں جنہوں نے رسل کرام علیہم السلام کی تصدیق کی ہے۔

تو (ان اشعار کے سننے کے بعد) حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسان نے سچ کہا ہے۔''

بحمد اللہ تعالیٰ یہ حدیث مبارک مرفوع تقریری ہے بلکہ مرفوع تقریری

کی سب سے اعلیٰ قسم ہے اس لیے کہ علوم حدیثیہ کے خادم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اگر کوئی فعل حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا گیا یا کوئی بات کہی گئی اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا تو یہ حدیث مرفوع تقریری ہے لیکن یہاں تو صرف ترکِ انکار ہی نہیں بلکہ قولاً تصدیق فرمائی ہے اور صراحتاً فرمایا: ''صدق،، تو بلاشبہ یہ مرفوع تقریری کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

اس حدیث شریف سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عہد نبوی سے حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ خیر البریۃ (اس امت میں سب سے بہترین اور افضل) اور اتقی اور اعدل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان صفات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موصوف ومتصف ہونے پر حضور نبی کریم ﷺ کی مہر تصدیق بھی موجود ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اول المسلمین ہونے پر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی مہر تصدیق ہے۔ لہٰذا جن صحابہ کرام کا یہ نظریہ ہے وہ حضور سرور کونین ﷺ سے تصدیق شدہ ہے۔ وللہ الحمد

نوٹ:

''الابانۃ الکتاب الرابع جزء فی فضائل الصحابۃ،، کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے دو جگہ ''بما،، حذف ہے فقیر نے دیگر کتب احادیث کے مطابق درست عبارت نقل کی ہے۔

ضروری تنبیہ:

یہ اشعار صاحب زبدہ نے زبدہ، ص 52-51 پر نقل کئے ہیں اور ان کا

حدیث تقریری ہونا بھی تسلیم کیا ہے لیکن اس کے باوجود دوسرے مقام پر موضوع اور جعلی حدیث کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر البریۃ ہونا ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ جس سے خوب واضح ہے کہ اظہارِ حق مقصود ہی نہیں ہے بلکہ عقائد اہل سنت سے پھیرنا مقصود ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلۂ افضلیت پر اجماع صحابہ کرام کے بیان میں

صاحبِ زبدہ کی تضاد بیانی اور صحابہ کرام پر افتراء اور بہتان عظیم

صاحب زبدہ نے متعدد دفعہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسئلہ افضلیت پر صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہوا بلکہ یہ مسئلہ اختیاری تھا کسی نے کسی کو افضل کہا ہے اور کسی نے کسی کو۔ لیکن اس کے باوجود افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ ہونے کا دعویٰ بھی متعدد بار کیا ہے حالانکہ یہ کھلی تضاد بیانی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر افتراء اور بہتان بھی ہے۔ نیز تیسری تحقیق یہ پیش کی ہے کہ مسئلہ افضلیت میں سابقین مسلمین کا مذہب توقف تھا سنہ 175ھ کے بعد لوگوں کی زبانیں کھلنے لگیں۔ جبکہ یہ دعویٰ پہلے دونوں دعاوی کے متضاد ہے۔ ملاحظہ کریں:

(1) معلوم ہوا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر سمجھا جاتا تھا ورنہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی جملہ اولاد اور جملہ علوی، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل کیسے سمجھ سکتے اگر اجماع نصی یا سکوتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ہو چکا ہوتا تو اجماع نصی کی صورت میں منکر کافر ہوتا اور اجماع سکوتی کی صورت میں مبتدع ہوتا مگر ان میں سے کوئی بھی ٹائیٹل

ان لوگوں کونہیں دیا گیا جس سے ثابت ہوا کہ افضلیت کا عقیدہ محض اختیاری تھا اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس کو بھی افضل سمجھا وہ حق پر تھے۔(زبدہ، ص 252-253)

قطع نظر اس سے کہ اس دعویٰ کا حقیقت وواقعیت سے کتنا تعلق ہے سردست صرف تضاد بیانی کی نشاندہی مقصود ہے۔عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں۔

(2) چونکہ صحابہ کرام میں افضلیت کے بارے میں اجماع نہیں ہوسکا۔لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال خلافیہ میں سے کسی ایک پر عمل کیا جاسکتا ہے مگر ان اقوال خلافیہ میں سے خارج ہونا جائز نہیں ہوگا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال خلافیہ کو اجماع مرکب کی حیثیت حاصل ہے۔ (زبدہ، ص 268)

اگرچہ یہ سراسر دھاندلی ہے تاہم اس بات کی صراحت اس عبارت میں بھی موجود ہے کہ صحابہ کرام میں افضلیت کے بارے میں اجماع نہیں ہوسکا۔

(3) درحقیقت افضلیت کے کسی پہلو پر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ہی نہیں جیسا کہ آنے والے دلائل وشواہد سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ افضلیت کے موضوع پر مجتہدین صحابہ کا کبھی کوئی اجماع نہیں ہوا بلکہ خلافت پر اجماع کو کچھ لوگوں نے افضلیت پر اجماع تسلیم کیا جو محققین کے نزدیک ایک فریب بلامریہ ہے ایک من گھڑت بات ہے۔ (زبدہ ص 201)

اس عبارت میں افضلیت کے کسی پہلو پر بھی اجماع صحابہ کرام نہ ہونے کی تصریح کی ہے اور عبارت نمبر 1 میں افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر ہونے کی صراحت بھی گزر چکی ہے اور افضلیت کے محض اختیاری ہونے اور صحابہ کرام کے اقوال خلافیہ پائے جانے کی تصریح بھی آپ ملاحظہ کرچکے

ہیں۔اب ان تمام تصریحات کے خلاف اور برعکس افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ کرام اور اجماع امت ہونے کی تصریحات ملاحظہ کریں:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تصحیف شدہ روایت ''کنا نتحدث ان افضل اھل المدینة علی بن ابی طالب'' کے تحت صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔(زبدة ص 190)

جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل جاننا، دوسرے الفاظ میں تمام صحابہ کرام کا افضلیتِ علی پر اجماع کرنا ہے۔صرف عنوان اور تعبیر میں فرق ہے۔

(2) قطع نظر اس سے کہ صاحب زبدہ کی نقل کردہ روایات کی فنی حیثیت کیا ہے اس مقام پر صرف تضاد بیانی واضح کی جاتی ہے ملاحظہ کریں۔

صاحب زبدہ رقمطراز ہیں:

توصحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آجاتے تو وہ کہتے، سب مخلوق میں سے اچھا شخص آ گیا۔'' جاء خیر البریة .اخرج ابن عدی وابن عساکر عن ابی سعید مرفوعاً: علی خیر البریة ۔ (درمنثور ج6ص 589)

ترجمہ: ابن عدی وابن عساکر نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے: علی رضی اللہ عنہ بہترین مخلوق ہے۔،،

اس جگہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری امت، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔(انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بداہت عقلی سے مستثنیٰ ہیں)

یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔ (زبدہ، ص 257)

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں اس میں بتایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل جاننا صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا عقیدہ نہیں ہے اور اس میں آپ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔

گزشتہ عبارات میں یہ تحقیق پیش کی تھی کہ درحقیقت افضلیت کے کسی پہلو پر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ہی نہیں۔ اور مسئلہ افضلیت محض اختیاری تھا اور افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر سمجھا جاتا تھا۔ جب کہ آخری دونوں عبارات میں افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ کرام ہونے کی تصریح کردی ہے اور آخری عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظریہ اور عقیدہ بھی یہی ہونے کا دعویٰ ہے اور ایسی تضاد بیانی کا نام زبدۃ التحقیق رکھا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(3) اب اسی مسئلہ کے بارے میں صاحبِ زبدہ کی تیسری تحقیق بھی ملاحظہ کریں جس میں پہلی دونوں تحقیقات کی تردید کردی ہے، رقمطراز ہیں:

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان لوگوں کے درمیان تفضیل کا نظام نہیں تھا (ایک دوسرے پر افضلیت نہیں دیا کرتے تھے) یعنی دوسری صدی کے دوسرے نصف حصے تک تفضیل کے بارے میں توقف تھا

اس کے بعد لوگوں کی زبانیں کھلنے لگیں۔(زبدہ،ص 189)

یعنی 175 سنہ ھ تک تفضیل کے بارے میں توقف تھا اس کے بعد لوگوں کی زبانیں کھلنے لگیں۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے ایسی تحقیق پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی پڑھنا چاہیے اس لئے کہ ایک جگہ یہ تحقیق پیش کی ہے کہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننا تھا۔دوسری جگہ عنوان تبدیل کر کے اس پر اضافہ کرتے ہوئے یہ دعویٰ کر دیا کہ افضلیت علی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت کا مجموعی عقیدہ تھا یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔اور تیسرے مقام پر یہ تحقیق پیش کردی ہے کہ سنہ 175ھ تک تفضیل کے بارے میں توقف تھا اس کے بعد لوگوں کی زبانیں کھلنے لگیں۔

سوال یہ ہے، کیا سنہ 175ھ کے بعد صحابہ کرام اپنے مزارات سے نکل کر آئے تھے اور افضلیتِ علی پر اجماع کیا تھا۔یا صاحب زبدہ کی تحقیق کے مطابق سنہ 175ھ کے بعد بھی عہد نبوی اور صحابہ کرام کا ہی کا دور تھا؟ کیونکہ "و نزلت" ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئك هم خير البرية:فكان اصحاب النبی اذا اقبل علی قالوا:جاء خير البرية،تا آخر۔(زبدہ،ص 256-257)
میں عہد نبوی میں ہی افضلیتِ علی،امت کا مجموعی عقیدہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مزید رقمطراز ہیں:

نیز مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:لیس من امر الناس الذین مضوا ان یفاضلوا بین الناس۔(الاستذکار،ج4ص 243)

ترجمہ: جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کا یہ کام نہیں تھا کہ لوگوں کے درمیان درجات متعین کریں (افضلیت کا تعین کریں (تا) لہٰذا یہ عوامی فیصلہ نہیں تھا جس کو عوام کی رائے پر چھوڑا جائے یعنی اس میں سابقین مسلمین کا مذہب، توقف تھا۔

(زبدہ، ص196۔195)

کیسی تحقیق ہے کہ مسئلہ افضلیت صحابہ کرام میں اختیاری ہونے کا دعویٰ بھی ہے اور بہت سارے اقوال صحابہ بھی گنوائے ہیں اور دعویٰ یہ کیا ہے کہ جو افضلیت محل نزاع ہے یہ اقوالِ صحابہ اس کے بارے میں ہیں اور افضلیت کے کسی بھی پہلو پر صحابہ کرام کا اجماع نہ ہونے پر اصرار بھی ہے اور اس کے ساتھ افضلیتِ علی پر اجماع صحابہ کرام ہونے کا دعویٰ بھی متعدد بار کر چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ تحقیق بھی پیش کر دی ہے کہ مسئلہ تفضیل میں سابقین مسلمین کا مذہب توقف تھا سنہ 175ھ کے بعد لوگوں کی زبانیں کھلنے لگیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا صحابہ کرام سابقین مسلمین نہیں ہیں؟ امت مسلمہ میں کوئی ان سے بھی سابقین مسلمین تھے؟ ایک طرف افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع بتایا جا رہا ہے اور اختلافی اقوال بھی گنوائے جا رہے ہیں اور اسی مسئلہ میں سابقین مسلمین کا مذہب توقف ہونے کا دعویٰ بھی کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ تحقیق ہے یا ڈرامہ کیا جا رہا ہے؟

صاحب زبدہ سے جواب طلب سوال:

اگر جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننا تھا اور یہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا نہیں بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی۔ تو کیا یہ اجماع نصی تام ہے یا سکوتی ہے؟

اگر نصی ہے تو افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے منکر کے لیے اجماع نصی کے منکر کا حکم ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر اجماع سکوتی ہے تو افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کے منکر کے لیے اجماع سکوتی کے منکر کا حکم ثابت ہے یا نہیں؟

اجماع نصی ہونے کی صورت میں افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے منکر کے لیے کیا حکم ثابت ہوگا اور اجماع سکوتی ہونے کی صورت میں کیا ہوگا؟ اپنے قلم سے لکھیں اور پھر مسئلہ افضلیت اختیاری ہونے اور حق دائر ہونے کے دعویٰ کے ساتھ تطبیق وتوفیق بھی بیان کریں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر دھاندلی چھوڑ کر حق قبول کرنے کا اعلان کر دیں۔

نیز جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جاننے اور سنہ 175ھ تک سابقین مسلمین کا مذہب توقف ہونے میں تطبیق بیان کریں اور اگر نہ کر سکیں تو اس طرزِ تحریر کو تحقیق قرار دینے کا جواز پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر صاف الفاظ میں اعتراف کر لیں کہ عقیدۂ اہل سنت سے پھیر کر شیعہ بنانے کے لیے سراسر دھاندلی کا نام ''زبدۃ التحقیق،، رکھا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

تضاد بیانی اور من مانی وتحکم اور سینہ زوری

حضرت علی مرتضیٰ وحضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی افضلیت مطلقہ کا دعویٰ کر کے

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے اقوال نقل کر کے دعویٰ کیا: کہ یہ بظاہر قول صحابی ہے لیکن حکماً حدیث مرفوع کہلائے گا اس لئے کہ یہ رائے از قسم عقیدہ ہے اور جملہ عقائد سماعی و توقیفی ہیں جس میں قیاس صحابی کا دخل تسلیم نہیں ہوتا۔ جبکہ دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا مسئلہ آیا اور دیگر محدثین کے ساتھ امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے تو اس کے بارے میں پہلے تمام ضوابط بھول گئے اور نئے اصول بنا لئے۔ اب قول صحابی میں قیاس صحابی کا دخل بھی ثابت ہو گیا اور افضلیت کا از قسم عقیدہ ہونا بھی یاد نہ رہا اور نہ ہی تمام عقائد کا توقیفی ہونا اور نہ ہی اسے مرفوع حکمی کا درجہ دینے کے لیے تیار ہیں بلکہ یوں گوہر افشانی فرمائی:

چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہٰذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب اصل عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(1) عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بظاہر قول صحابی ہو کر حدیث موقوف کہلائے گا مگر اس قول میں قیاس صحابی کو دخل نہیں ہے لہٰذا حکماً حدیث مرفوع کہلائے گا۔ کیونکہ یہ امر اعتقادی ہے اور جملہ عقائد سماعی و توقیفی ہیں لہٰذا یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو گا ورنہ یہ جملہ کبھی نہ بولتے۔

(زبدۃ، ص 191-192)

اگر چہ یہ قول تصحیف شدہ ہے اور ثابت ہی نہیں ہے لیکن صاحب زبدہ کی

دھاندلی اور سینہ زوری ملاحظہ کرلیں۔

(2) وکان ابوهريرة يقول انه افضل الناس بعد النبی ﷺ (تا) اس جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے از قسم عقیدہ ہے اور عقائد توقیفی ہوتے ہیں جس میں قیاس صحابی کا دخل تسلیم نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث لفظاً موقوف ہوگی اور حکماً مرفوع ہوگی۔ (تدریب الراوی) (زبدہ ص 244)

عبارت منقولہ ملاحظہ کرلیں اور صاحبِ زبدہ کی تحقیق کے مناظر دیکھیں آخر میں تدریب الراوی کا حوالہ لکھ دیا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کی بابت اس کا حکماً مرفوع ہونا تدریب الراوی سے نقل کیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ

فقیر راقم الحروف کہتا ہے صاحب زبدہ کا ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ مسئلہ افضلیت محض اختیاری تھا اور اب یہ تحقیق پیش کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ رائے از قسم عقیدہ ہے اور عقائد توقیفی ہوتے ہیں اور گزشتہ عبارت میں زیادہ واضح لکھا کہ: جملہ عقائد سماعی و توقیفی ہیں۔ (یعنی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سماع اور سننے کے بغیر کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا)۔

جواب طلب سوال:

فقیر کا سوال یہ ہے کہ جو مسائل سماعی و توقیفی ہوتے ہیں کیا وہ محض اختیاری ہوتے ہیں؟ کیا سماعی اور توقیفی کا یہ معنی ہے کہ اس میں علماء اعلام کو اختیار ہوتا ہے؟ کیا مسئلہ افضلیت کے بارے میں یہ جو صحابہ کرام کے اقوال خلافیہ صاحب زبدہ نے نقل کئے ہیں یہ سب حضور نبی کریم ﷺ سے سماع پر محمول کئے جائیں گے اور حکماً مرفوع

حدیث قرار دیئے جائیں گے؟

کیا یہ مختلف اقوال کی صورت میں رسول اللہ ﷺ نے تضاد بیانی فرمائی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا ایک ہی مسئلہ کا سماعی اور توقیفی ہونا اور محض اختیاری بھی ہونا عقلاً اور شرعاً ممکن ہے؟ کیا دین متین کا کوئی خادم بقائمی ہوش وحواس یہ بات کہہ سکتا ہے؟ نہایت افسوس ہے ان محققین پر جو زبدہ اور صاحبِ زبدہ کی قصیدہ خوانی میں آسمان وزمین ملا رہے ہیں۔ کیا ان لوگوں کے نزدیک معیارِ تحقیق یہی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(3) اب صاحب زبدہ کی تیسری عبارت ملاحظہ کریں اور ان کی انصاف پسندی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں روشن عقیدگی اور حسن ظن کو خراج تحسین پیش کریں چنانچہ رقمطراز ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا اخراج کیا، آپ نے کہا: ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ (ﷺ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم سب میں اچھے ہیں اور سب سے زیادہ سرکار دو عالم ﷺ کو پیارے ہیں (تا) یہاں چونکہ قول صحابی میں قیاس صحابی کو دخل ہے اس لئے اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہٰذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ (زبدہ، ص 108-109)

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی عظمت کے بیان میں اقوال صحابہ کرام میں تو قیاس صحابہ کا دخل تسلیم نہیں ہوگا اور یہ اقوال حکماً حدیث مرفوع یعنی ارشاد نبوی قرار دیئے جائیں گے کیونکہ یہ افضلیت کے

بیان میں وارد ہیں اور افضلیت عقیدہ کے باب سے ہے اور تمام عقائد سماعی وتوقیفی ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت اور افضلیت کے بیان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان مذکور کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ اس میں قیاس صحابی کو دخل ہے لہٰذا اس طرح کے الفاظ دوستی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی صاحب زبدہ کے نزدیک یہ فرمانِ فاروقی ''من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو'' کے باب سے ہے کہ میں تمہاری قصیدہ خوانی کرتا ہوں اور تم میری قصیدہ خوانی کرو۔ جیسے عام طور پر دوست ایک دوسرے کی خلاف واقع اور جھوٹی تعریفیں کرتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

زبدہ میں معیارِ تحقیق پر ضروری تنبیہ:

زبدہ میں تضاد بیانی اور من مانی کا صرف نمونہ پیش کیا ہے ورنہ اس کے تضادات وتناقضات کا سلسلہ بڑا طویل ہے اور ایسے ہی دیگر علمی خیانتوں کا سلسلہ بھی ختم ہونے کو نہیں آتا، اسی سے کچھ نمونے گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔ زبدہ کی اس ساری کارروائی سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نہ ہی یہ کوئی تحقیق ہے اور نہ ہی تحقیق مقصود ہے صرف تعصب کی وجہ سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار اور اہل سنت کو باطنی اور اعتقادی طور پر شیعہ بنانا اصل مقصود ومدعیٰ ہے۔

اگر یہ واقعی تحقیق ہے تو فقیر راقم الحروف کا سوال یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں تحقیق کرنے کے لئے علمی خیانتیں کرنا اور اسلاف کرام پر افتراء اور بہتان باندھنا اور صاف غلطی بیان کرنا اور جعلی اور موضوع روایات پیش کر کے اپنا مدعی ثابت کرنا اور

قطعیاتِ اسلام کا انکار کرنا، (مذہب اسلام تو سراپا صداقت و دیانت سے عبارت ہے) کسی بھی دین اور مذہب میں اسے تحقیق کہنا جائز ہے؟

ایسے نظریات کی تبلیغ کرنا جن کی دین اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے اور پھر اس کا نام تحقیق رکھنا، اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو سکتا ہے؟ جب یہ لوگ اتنے دلیر ہیں کہ افضلیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہی انکار کر چکے ہیں حالانکہ وہ باجماع امت قطعیات اسلام سے ہے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا انکار ان کے نزدیک کیا وزن رکھتا ہے؟

حیرت تو اس امر پر ہے کہ جس کو خود بڑا عظیم قرار دیتے ہیں اس کی تصریحات بھی اگر ان کی خواہش نفس کے خلاف ہوتی ہیں تو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مثلاً صاحب زبدہ نے لکھا:

ائمہ متکلمین میں سے جلیل القدر امام قاضی ابوبکر باقلانی اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 403ھ (زبدہ، ص 17)

دوسری جگہ لکھا: امام باقلانی ائمہ اشاعرہ میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ جنہیں عقائد میں سند سمجھا گیا ان کے حوالہ جات پیش کئے جائیں۔ (زبدہ، ص 22)

جبکہ قاضی امام ابوبکر باقلانی نے تصریح کی ہے کہ قیامت تک آنے والی تمام امت مسلمہ پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت میں شک کی بھی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ملاحظہ کریں:

فاما الشک فی فضلھم و فضل سائر الصحابۃ علی جمیع من یاتی

بعدھم من التابعین و الی وقتنا ھذا و الی ان یرث اللہ الارض و من علیھا، فلیس من دین المسلمین فی شیء۔ (مناقب الائمۃ الاربعۃ، ص 486)

اور افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع امت کے بارے میں مناقب الائمۃ الاربعۃ کی عبارت مذکور فتویٰ پر کلام کے ضمن میں گزر چکی ہے لیکن یہ لوگ اجماع کے انکار پر مصر ہیں۔

سیر اعلام النبلاء کی عبارت میں شاہ صاحب کی خیانت کا ایک منظر اور فتویٰ کی حقیقت بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

تو کیا ان تمام امور سے قطعی اور یقینی طور اصل مقصود و مدعی واضح ہو نہیں گیا؟ کہ اظہارِ حق یا تحقیق مسئلہ ہرگز مطلوب نہیں ہے بلکہ دھوکا دہی اور مکاری سے لوگوں کو عقیدۂ اہل سنت سے پھیرنا مقصود ہے۔

اللّٰھم ثبتنا علی عقائد اھل السنۃ والجماعۃ و توفنا علیھا۔

ایک عرصہ تک صاحب زبدہ نے سنیت کی تبلیغ کی ہے لیکن اب اس پرانے دور کے حوالے دے کر عوام اہل سنت کو دھوکا دے رہے ہیں کہ فلاں بزرگ بھی میری تکریم کرتے تھے اور فلاں بھی تا کہ عوام اپنے بزرگوں کا حوالہ سن کر صاحب زبدہ کو موجودہ حال میں بھی سچا سمجھیں۔

اربابِ تقریظات و تائیدات سے ضروری گزارشات:

فقیر راقم الحروف کا اصل مقصود خیر خواہی ہے اس لیے تقریظات والے حضرات سے گزارش ہے کہ صاحب زبدہ کی کرم فرمائی کا ایک منظر پیش کیا ہے۔ اگر آپ حضرات ان امور سے صاحب زبدہ کی براءت اور فقیر کی معروضات کو غلط ثابت

کردیں تو آپ اس مدح سرائی میں معذور سمجھیں جائیں گے اور اگر فقیر نے حقائق واقعیہ پیش کئے ہیں تو پھر آپ حضرات کا عنداللہ کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اور مذہب حق اہل سنت میں گمراہی پھیلانے والی اس مہم میں آپ حضرات بھی پورے پورے حصہ دار سمجھے جائیں گے۔ اس لئے کہ جو شخص جس مسلک سے تعلق رکھتا ہے اگر وہ تبلیغ دوسرے مسلک کی کرتا ہے تو اسے اپنے مسلک کا وفادار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور کسی مسلک والے بھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے تو مسلک حق اہل سنت میں اس کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟ سنیت کسی کی ذاتی جاگیر نہیں ہے کہ جیسے چاہے اس میں تصرف اور تبدیلی کر دے۔ سنیت تو "ما انا علیہ واصحابی" سے عبارت ہے۔

اور سنیت کے بیان میں اسلاف کرام ائمہ اعلام کی تعلیمات ناقص اور ادھوری نہیں ہیں کہ آج کسی نئی تشریح کی ضرورت پیش آئے تو صاحب زبدہ اور قاری ظہور احمد فیضی اور اس طرح کے بعض دوسرے لوگ جب سنیت کا لیبل لگا کر تبلیغ بدعت اور گمراہی کی کرر ہے ہیں تو کونسے شرعی اور اخلاقی ضابطہ کے تحت ان لوگوں کو رخصت دی جاسکتی ہے؟ ان لوگوں کو دعوت حق دینے اور بدعت و گمراہی سے توبہ کا امر کرنے کی بجائے ان کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کا بازار گرم ہو گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ارباب تقریظات اور مؤیدین سے استفسار:

کیا افضلیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انکار سنیت ہے؟ کیا افضلیت صحابہ کرام باقی تمام امت پر قطعیات اسلام سے نہیں ہے؟ کیا کتاب اللہ وسنت متواترہ واجماع امت سے افضلیت صحابہ کرام ثابت نہیں ہے؟ کیا قطعیات اسلام کا منکر سنی

شمار کیا جائے گا؟ کیا افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت نہیں ہے؟ کیا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اہل سنت کا اجماع نہیں ہے؟ کیا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہے؟ بلکہ افضلیت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم۔ کیا احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع اہل سنت کا منکر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے والا سنی شمار کیا جائے گا؟

کیا صرف خلافت میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننے والا اور روحانی مرتبہ ومقام اور عند اللہ عزت وکرامت اور ولایت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنے والا سنی ہوتا ہے؟

کیا اہل سنت اور مبتدعہ کے درمیان اختلاف، خلافت کے اعتبار سے افضلیت میں ہے؟ کیا جو شخص دھاندلی کر کے اور عباراتِ علماء اعلام وائمہ کرام میں خیانتیں اور اسلاف کرام بالخصوص ائمہ اربعہ پر افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہونے کا افتراء اور بہتان باندھ کر اہل سنت میں افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کی بدعت اور گمراہی رائج کرنے کی مہم چلائے ہوئے ہے وہ ائمہ اربعہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کا ترجمان اور سنی شمار ہوگا؟ کیا اگر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وسیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہما کی اولاد سے کوئی شخص بدعت اور گمراہی کی راہ پر چل نکلے تو اس کی بدعت اور گمراہی کو سنیت قرار دیدیا جائے گا؟ کیا خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار سنیت کے منافی نہ جاننا بھی سنیت ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اگر یہ بھی سنیت ہے تو پھر رافضیت کس چیز کا نام ہے؟

ضروری وضاحت:

فقیر راقم الحروف اصول شرع کے خلاف لکھے جانے والے کسی فتویٰ کی تائید نہیں کرسکتا۔ لیکن اس فتویٰ کی تردید میں علماء کی تحریرات جنہیں ''زبدۃ التحقیق محققین کی نظر میں،، کے نام سے شائع کیا گیا ہے، ان تحریرات میں صاحب زبدہ کو صحیح العقیدہ سنی اور جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا قائل قرار دینے والے محققین سے بھی استفسار ہے۔ کیا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے؟ یقیناً ان محققین نے صاحبِ زبدہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اسے عقیدۂ جمہور قرار دیا ہے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ ایسے نازک ترین مسائل میں اہل علم کی ایسی غفلت، غفلتِ مجرمانہ ہے۔ فقیر نے صاحب زبدہ کی اپنی تحریرات کی صورت میں اصل حقائق پیش کردیئے ہیں۔ تقریظات وتائیدات والے مہربان پوری ذمہ داری کے ساتھ ان حقائق کا جائزہ لیں اگر تو ان کو حقائق واقعیہ پائیں تو پھر ان حضرات پر شرعی طور پر لازم اور ضروری ہے کہ اصل حقائق کا تحریری طور پر اعلان کریں اور اپنی تقریظات وتائیدات سے رجوع کریں تا کہ ان تقریظات وتائیدات پر اعتماد کرنے کی وجہ سے جو لوگ گمراہی میں واقع ہوسکتے ہیں وہ بچ جائیں اس صورت میں لایخافون لومة لائم۔ پر عمل کرتے ہوئے اخلاص کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے کیونکہ عنداللہ براءت کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور حضرات سادات کرام سے خصوصی طور پر درخواست ہے کہ اپنے جدامجد

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ کسی حال میں نہ چھوڑیں ان کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے بلکہ آپ کے فرمان کے مطابق تمام اکابر اور مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی موقف اور نظریہ ہے۔ ان نفوس قدسیہ ہی کا نظریہ ہدایت اور صراط مستقیم اور حق مبین ہے اور اس کا خلاف سراسر گمراہی اور بدعت اور محض باطل ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔ قیامت کے دن صاحب زبدہ نے آپ کے کام نہیں آنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا دامن ہاتھ میں ہوگا تو بات بنے گی۔

اور وہ صرف اس صورت میں ہوگا جب حضرت علی مرتضیٰ اور جملہ اکابر و مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقیدہ پر ثابت قدم رہیں گے جو درحقیقت ''ما انا علیہ واصحابی،، کا عملی مظاہرہ ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب اہل سنت کو گمراہ کرنے کا عزم کر چکے ہیں اب تو تقاریر میں بھی بیان کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلقت انا و علی من نور واحد۔ کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور بھولے سنی سن رہے ہیں۔

بھائی اگر ایسا ہی ہے پھر تو اول الخلق صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نہ ہوا بلکہ ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک ہیں اور جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث میں اس نور کے بارے میں تفصیل وارد ہے اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت باقی نہ رہی بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی برابر کے شریک ہوئے اور جو عقیدہ نورانیت و بشریت دونوں کے اثبات کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے وہی عقیدہ صاحب زبدہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ اور اس غلو

کے مزید مفاسد بھی اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ روایت موضوع اور جعلی ہے اور روافض کی گھڑی ہوئی ہے اس کے باوجود سنائے جارہے ہیں کیونکہ اصل منشور ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل سنت کو روافض والے غلو میں مبتلا کرنا اور ان کے نظریات اور عقائد پھیلانا ہے

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق متوفی 963ھ رقمطراز ہیں:

حدیث: خلقت انا و علی من نور (الی ان قال) من حدیث ابی ذر، و فیہ جعفر بن احمد بن علی بن بیان الغافقی۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ 351/1)

اور جعفر بن احمد مذکور کے ترجمہ میں لکھا:

جعفر بن احمد بن علی بن بیان ابو الفضل الدقاق الغافقی رافضی وضاع۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ 45/1)

یعنی حدیث مذکور کی سند میں ایک راوی جعفر بن احمد مذکور ہے جو رافضی وضاع ہے۔ یعنی رافضی ہونے کی بدعت کے ساتھ ساتھ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا خود حدیث گھڑتا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا تھا تو یہ روایت بھی اس کی گھڑی ہوئی ہے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حضرات سادات کرام علمائے ربانیین کا عقیدہ

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما

حضرات سادات کرام علماء ربانیین ہمیشہ عقیدۂ اہل سنت پر ہی رہے ہیں اور اسی کی تبلیغ کرتے رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ان کے لیے کوئی چیز اظہار حق سے مانع نہیں بن سکی۔ سر دست برصغیر کی ایک عظیم روحانی شخصیت کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جن کے آستانہ سے عقیدۂ اہل سنت کے خلاف گزشتہ فتویٰ جاری کیا گیا ہے اور ان کا انتخاب اس لیے کیا ہے تاکہ سادات کرام پر یہ حقیقت خوب واضح ہو جائے کہ اس قسم کے فتاویٰ جہاں مذہب اہل سنت کے خلاف ہیں وہاں ان کے اسلاف کرام کے عقائد و نظریات کے بھی خلاف ہیں کیونکہ بحمد اللہ تعالیٰ ان کے اسلاف کرام روشن عقیدہ سنی تھے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

سورہ حدید کی دسویں آیت: لایستوی منکم من انفق (تا) بما تعملون خبیر۔ کا بیان پہلے آچکا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم ان کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا۔۔۔ اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے نیک بات (یعنی نجات) کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔ اس مقام پر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اس جماعت پر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہے اور جماعت متقدمہ پر بمفہوم موافق یعنی جماعت متقدمہ میں سے جس کا انفاق و قتال مقدم ہو گا وہ سب سے

افضل ہوگا۔ اور شیخین رضی اللہ عنہما کا انفاق اور قتال احادیث صحیحہ سے مقدم ثابت ہے۔ لہٰذا خلافت ان کی خلافتِ راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ (تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص 23)

عبارت منقولہ کے تحت حاشیہ میں مولانا فیض احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا:

چونکہ حضرت مؤلف نے یہ رسالہ خلافت راشدہ کے منکرین کے رد میں لکھا ہے اس لئے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے بارے میں اس مختصر بیان پر اکتفاء فرمائی۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل اکابر علمائے اہل سنت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو۔ خصوصاً متاخرین علمائے کرام ومشائخ عظام سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین،، اور ان کے معاصر، مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا فخر جہاں چشتی نظامی دہلوی کی کتاب ''عقائد نظامیہ،، قابل دید ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔ البتہ بعض فضائل جزئیہ جیسے علم، شجاعت، قرابت نبوی وغیرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امتیازی شان حاصل ہے۔ فیض عفی عنہ

(حاشیہ تصفیہ ص 23)

اور ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ،، کے شروع میں پیش لفظ کے تحت مولانا فیض احمد مرحوم نے لکھا ہے:

زیر نظر کتاب ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ،، حضرت قبلۂ عالم سیدنا مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری تصنیف ہے (تا) حضرت بابو جی.

رحمہ اللہ تعالیٰ کی علالت کے ابتدائی دنوں میں ایک شام راقم الحروف آپ کی آرام گاہ پر حاضر ہوا تو آپ ''مہر منیر'' مطالعہ فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر از راہ شفقت فرمایا: مولوی صاحب آپ نے اس کتاب پر بڑی محنت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے میں اس وقت اس میں کتاب ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ'' کے اقتباسات دیکھ رہا تھا واقعی آج کل ان مسائل پر روشنی ڈالنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان کے بارے میں لوگ افراط تفریط کا شکار ہو کر صراط مستقیم سے ہٹ رہے ہیں۔''

بحمد اللہ تعالیٰ عالم ربانی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ العزیز نے اپنی آخری تصنیف مبارک میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ عبارت کے آخری حصہ میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی افضلیت بھی بیان کر دی ہے اس لیے کہ آپ نے لکھا: لہٰذا خلافت ان کی خلافت راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(تصفیہ، ص 23)

تو بلا شبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی خلافت راشدہ وخاصہ ہے جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو اس وقت موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل تھے۔

اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ مقام تحقیق میں

آپ نے ان کا کلام پیش کیا ہے اور اس سے مکمل طور پر اتفاق کیا ہے۔اور کلمات تحسین کے ساتھ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق نقل کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''اس مقام پر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تا آخر،،۔

اور پھر حاشیہ میں دربار عالیہ گولڑہ شریف کے معتمد علیہ فاضل مولانا فیض احمد صاحب مرحوم نے جس طرح مختصر مگر جامع الفاظ میں مسئلہ افضلیت بیان کر دیا ہے اور بعض اکابر علمائے اہل سنت کی کتب کی طرف راہنمائی بھی کی ہے اور پیش لفظ کے تحت حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات جو قلمبند کیے ہیں کہ: واقعی آج کل ان مسائل پر روشنی ڈالنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان کے بارے میں لوگ افراط تفریط کا شکار ہو کر صراط مستقیم سے ہٹ رہے ہیں

اور پھر اس کتاب کا باہتمام جناب پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنا ان تمام امور سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ،، کی اشاعت کے زمانہ تک گولڑہ شریف کے مشائخ اور علماء مسئلہ افضلیت میں عقیدۂ اہل سنت پر نہ صرف خود قائم تھے بلکہ اس کی تبلیغ بھی ضروری سمجھتے تھے اور افضلیتِ علی کے عقیدہ کی بدعت کے لیے سنیت میں کوئی گنجائش نہیں سمجھتے تھے۔اس کے بعد شاہِ عبدالقادر صاحب کی دھاندلی اور دھوکا دہی سے متاثر ہو کر افضلیت علی کے عقیدہ کی بدعت اور گمراہی کو بھی سنیت کا حصہ سمجھنے لگے اور افضلیت علی کے قائل کو اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھنے سے انکار کر دیا ہے۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ یہ

سنیت وہ نہیں ہے جس پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت پیر سید غلام محی الدین قدس سرہ العزیز تھے بلکہ یہ تفضیلیہ کی خودساختہ سنیت ہے مذہب حق اہل سنت میں ایسی سنیت کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔اس لیے کہ اس ماڈرن سنیت میں تو خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار بھی سنیت کے منافی نہیں ہے۔اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو خلیفہ ہی نہ مانے پھر بھی اس کی سنیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

نعوذباللہ من ذلک، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

تعجب ہے صاحبِ زبدہ کی دلیری پر کہ علمی خیانتوں کا پلندا (زبدۃ التحقیق) حضرت شہنشاہ بغداد قدس سرہ العزیز کے اسم گرامی سے منسوب کر دیا ہے۔جبکہ زبدہ میں پیش کیا جانے والا نظریہ اور عقیدہ حضرت قدس سرہ العزیز کے نزدیک سراسر بدعت اور گمراہی ہے۔نعوذباللہ من ذلک۔

ضروری تنبیہ:

تمام علمائے حق کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اگر کسی حدیث کے بارے میں اس کے موضوع ہونے کا غالب گمان بھی ہو تو اسے بیان کرنا حرام ہے مگر یہ کہ اس کو بیان کرنے کے ساتھ ہی اس کے موضوع ہونے کی وضاحت بھی کر دے۔ یعنی اس کا موضوع ہونا واضح کرنے کے لیے اس کو بیان کرنے کی رخصت ہوگی۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

"واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع الا مقرونا ببیانہ۔

لقولہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم "من حدث عنی بحدیث

یری انه کذب فهو احد الکاذبین۔،، اخرجه مسلم۔ (شرح نخبة الفکر، ص 97)

ترجمہ: موضوع حدیث کو روایت کرنے کی تحریم پر تمام علمائے اہل سنت کا اتفاق اور اجماع ہے مگر یہ کہ اس کا موضوع ہونا بھی ساتھ ہی بیان کیا جائے۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مقدس ہے:

جو شخص مجھ سے حدیث بیان کرے ایسی حدیث جو گمان کرتا ہے کہ وہ حدیث جھوٹ ہے تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔،،

ازالہ شبہ:

اہل بدعت کی وضع کردہ یا روایت کردہ احادیث واخبار جو کتاب اللہ، سنت متواترہ یا مشہورہ یا احاد صحیحہ اور اہل سنت کے اجماعی عقائد کے خلاف ہیں، تفضیلیہ ایسی روایات کو بڑی دلیری سے پیش کررہے ہیں اور جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ ان روایات کے راوی اگر روافض وغیرہ ہیں تو پھر بھی کیا حرج ہے اس لیے کہ صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کے راویوں میں بھی جبریہ قدریہ روافض وغیرہ لوگ موجود ہیں جب ایسے لوگوں کی روایات امام بخاری وامام مسلم جیسے محدثین نے قبول کی ہیں تو ہم کیوں قبول نہ کریں؟

جواباً گزارش یہ ہے کہ یہ سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے اس لیے کہ ان کتب میں مبتدعہ کی روایات ضرور موجود ہیں لیکن کیا وہ دجالین کذابین وضاعین یا متروکین بالاتفاق ہیں؟ تفضیلیہ تو ایسے راویوں کی روایات بھی پیش کررہے ہیں جبکہ صحیحین کے راویوں میں ایسے مبتدعہ کا پایا جانا کبھی ثابت نہیں کرسکتے۔

ایسے راویوں کا تو ذکر ہی کیا، مبتدع اگر اپنی بدعت کی طرف داعیہ (دعوت دینے والا) ہو تو اس کی روایت بھی باتفاق علمائے اہل سنت، حجت اور دلیل نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن صلاح قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"وقال ابو حاتم بن حبان البستی احد المصنفین من ائمة الحدیث، الداعیة الی البدع لا یجوز الاحتجاج به عند ائمتنا قاطبة لا اعلم بینهم فیه خلافا۔ وهذا المذهب الثالث اعدلها واولاها۔

(مقدمة ابن الصلاح، ص 150-149)

ترجمہ: ابو حاتم بن حبان بستی جو ائمۂ حدیث میں سے مصنفین حضرات سے ایک ہیں، نے کہا:

وہ مبتدع جو بدعات کی طرف داعیہ ہے ہمارے تمام ائمہ کرام کے نزدیک اس کے ساتھ حجت پکڑنا جائز نہیں ہے ائمہ کرام کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں ہے۔

(ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور یہ تیسرا مذہب اعدل اور اَولیٰ ہے۔"

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ، علیه توکلت والیه انیب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم و علیٰ اٰله واصحابه اجمعین۔

مناقب الخلفاء الراشدين

مع

عقائد العلماء الربانيين

باب پنجم

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ایک ناقابل تردید حقیقت ہے

صاحبِ زبدہ نے افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اہل سنت وجماعت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہونے کا انکار کرنے کے ساتھ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہونے کا بھی انکار کردیا ہے اور اسے صرف اپنا ہی نہیں بلکہ اہل علم کے ایک طبقے کا موقف اور نظریہ قرار دیا ہے ملاحظہ کریں:

شاہ عبدالقادر صاحب رقمطراز ہیں:

(1) کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو افضل نہ ماننے کو سنیت سے اخراج کے لئے کافی مانا جائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سنیت سے خارج مانا جائے گا؟ جنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا اور بیعت کئے بغیر مدینہ شریف چھوڑ کر شام چلے گئے وہیں ان کا وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق ہے۔(اسد الغابة فی معرفة الصحابة ج2ص223،الاستیعاب ج2ص146) (زبدۃ التحقیق، ص19 طبع اول)

(2) دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ طریقت کے بانی ہوکر اور علم عقیدہ کے ایک ماہر متکلم ہوکر تعلیم دے رہے ہیں کہ خلافت کی صحت کا عقیدہ ثابت ہے لہٰذا اس کا معتقد ہونا ضروری ہے کیونکہ اس پر اجماعِ صحابہ ہوا۔ گوکہ اہل علم کے ایک طبقے کو اس پر بھی کلام ہے کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی تھے اور دین میں ان کی بڑی خدمات ہیں (تا) وہ شریک اجماع نہیں ہوئے۔ اور شیخین میں سے کسی کی بھی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ (مقالات الاسلامیین صفحہ 39/1، اسد الغابۃ، الاستیعاب)

(زبدۃ التحقیق ص 342)

عبارات منقولہ بغور ملاحظہ کرلیں ان میں صاحبِ زبدہ نے اپنے موقف اور نظریہ کی خوب وضاحت کردی ہے کہ ان کے نزدیک خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ نہیں ہوا اور نہ ہی افضلیت پر۔ اور ثبوت یہ پیش کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو درکنار خلیفہ بھی نہیں مانا اور بیعت کئے بغیر مدینہ شریف چھوڑ کر ملک شام چلے گئے۔

دوسری عبارت میں زیادہ وضاحت کردی ہے کہ اہل علم کے ایک طبقے کے نزدیک خلافتِ شیخین کریمین پر اجماع صحابہ ثابت نہیں ہے کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی ہیں وہ شریکِ اجماع نہیں ہوئے اور شیخین میں سے کسی کی بھی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے۔

یعنی صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ شیخین

کریمین رضی اللہ عنہما کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف احتجاج کیا ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کیا ہے لہٰذا ایک فقیہ اور مجتہد صحابی کے شریکِ اجماع نہ ہونے کی وجہ سے خلافتِ شیخین کریمین پر اجماع صحابہ کرام ثابت نہ ہوا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جب انصاف کا خون کر دیا جائے تو پھر تحقیق کا یہی معیار ہوتا ہے جو آپ نے عبارات مذکورہ میں ملاحظہ کیا ہے۔ شاہ جی کی دلیری بھی باعث حیرت ہے کہ اسی زبدہ میں بقلم خود علمائے اصول سے درج ذیل تحقیق بھی پیش کی ہے:

فالاقوی اجماع الصحابة نصا مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی کذا فانه مثل الآیة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکر رضی الله عنه۔ (نور الانوار مع حاشیة قمر الاقمار، ص 222)

ترجمہ: سب سے مضبوط اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نصی ہے۔ مثلاً سب یوں کہیں ہم نے ایسی ایسی بات پر اتفاق کر لیا ہے پس وہ اجماع آیت یا خبر متواتر کی مانند ہے جس کا منکر کافر مرتد قرار دیا جائے گا جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی برادری کا اجماع ہے۔ (زبدۃ التحقیق، ص 269)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی زبدہ میں یہ بھی گوہر افشانی فرمائی ہے کہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (تا) نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا۔ (زبدہ، ص 19)

گو کہ اہل علم کے ایک طبقے کو اس پر بھی کلام ہے کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی تھے اور دین میں ان کی بڑی خدمات ہیں (تا) وہ شریک اجماع نہیں ہوئے اور شیخین میں سے کسی کی بھی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے۔(زبدہ،ص 342)

اقول: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بے مثال دینی خدمات پر صاحبِ زبدہ نے انہیں کیسا خراج تحسین پیش کیا، ایک طرف کتب اصول سے مذہب اہل سنت یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر کافر ہے اور دوسری طرف حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت مردودہ کو بنیاد بنا کر انہیں خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا منکر اور اس کے خلاف احتجاج کرنے والا ٹھہرا دیا۔ اور ''ظلمات بعضھا فوق بعض'' دوسرا ظلم یہ کیا کہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ نہ ہونا، اہل علم کے ایک طبقہ کا موقف اور نظریہ قرار دیدیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار تھوپتے وقت ان کی عظمت اور اخلاص وللہیت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تربیت یافتہ ہونا، کسی چیز کا لحاظ بھی نہیں رکھا۔

سوال یہ ہے: کیا امام اور خلیفۂ برحق کی بیعت کی اہمیت کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بے خبر تھے؟

کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت ناحق تھی اس لیے کہ وہ خلافت کے اہل نہ تھے؟

کیا حضرت سعد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی صلاحیتوں سے بے خبر تھے یا ان کی عظمت کے منکر تھے؟

کیا حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے یا انعقاد خلافت کے وقت کوئی ایسے اُمور سرزد ہو گئے تھے جن کی وجہ سے ان کی خلافت کی صحت و حقانیت مشتبہ ہو گئی تھی؟

کیا خلافتِ نبوت کی حقانیت کے بارے میں موجبِ اشتباہ کسی امر کے نہ پائے جانے کے باوجود حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت، خلافتِ نبوت کے انکار کو بابِ اجتہاد سے قرار دینا شرعاً ممکن ہے؟

اگر ممکن ہے تو صاحبِ زبدہ و دیگر تمام لوگ جو خلافتِ شیخین کریمین پر اجماع صحابہ ہونے کے منکر ہیں سب کو دعوت عام ہے کہ منکرین خلافتِ شیخین کریمین کا شرعی عذر بیان کریں اور ان اُمور کی وضاحت کریں جو خلافتِ شیخین کریمین کی صحت و حقانیت کے بارے میں موجب اشتباہ بنے تھے تا کہ انکارِ خلافت کو بابِ اجتہاد سے قرار دینا درست ثابت ہو سکے۔

اور فقیر راقم الحروف پورے وثوق سے کہتا ہے کہ یہ تمام لوگ جمع ہو کر بھی خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکر کا کوئی شرعی عذر پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان لوگوں پر لازم اور ضروری ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں اور اتنی بڑی معصیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر نہ تھوپیں۔

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم و تربیت اتنی بے اثر تھی کہ حضرات انصار علیہم الرضوان کے ایک سردار اور حضور کے منظور نظر، خلافت و امارت کے بارے میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس "الائمۃ من قریش" سننے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر اس فرمانِ رسالت کے صدور کے وقت حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں موجود ہونے کی تصدیق کرنے اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عظمتوں سے پوری طرح واقف ہونے اور باقی تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اتفاق واجماع کا علم ہو جانے کے باوجود صرف اس لیے بگڑ گئے کہ خود انہیں امیر اور خلیفہ کیوں نہیں بنایا گیا؟ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کو ناجائز سمجھتے ہوئے احتجاجاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک شہر اور اپنا وطن مبارک ہی چھوڑ کر دوسرے ملک چلے گئے؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من سوء الظن بالاسلاف الکرام

فقیر راقم الحروف ایسے محققین کو صراط مستقیم اپنانے کی تاکید کرتا ہے اس لیے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے اخلاص اور للّٰہیت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ان کے کھاتے میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت ناجائز ہونے اور خلافت کے خلاف احتجاجاً ملک شام چلے جانے کا دعویٰ سراسر غلط اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر بہتان عظیم ہے جسے کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اجماع ہونا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اس لئے کہ اس امر پر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہی سے تصریحات موجود ہیں اور اسلاف کرام وائمہ اعلام بھی اس اجماع کے ناقلین ہیں۔ اور حضور خیر الانام علیہ

الصلوٰۃ والسلام سے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے بالخصوص حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں للّٰہیت واخلاص اور اتباعِ حق میں ان کی سبقت اور دین اسلام کی حمایت اور سر بلندی کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دینا اور کسی بھی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا اور حمایتِ حق میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، اہل حق کے نزدیک ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ جبکہ دین اسلام کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خلیفہ برحق کی خلافت کو قبول کرنا اسلام میں لازم اور ضروری ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہی اس امر کی اہمیت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

یہ تمام امور بھی اس کے متقاضی ہیں کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے اور ان کی خلافت کو قبول کرنے سے کسی صحابی کو انکار نہ ہو اور واقعتاً ایسا ہی ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کا حمایتِ دین متین اور تحفظ اسلام و اعلاء کلمۃ اللہ کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر کے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ ہی تسلیم نہ کرنا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی بدگمانی شاہ عبدالقادر صاحب کی تحقیق کا زبدہ اور نچوڑ ہی ہو سکتا ہے۔

اور ایسے ہی افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار بھی۔ اور صاحبِ زبدہ نے اہل علم کے جس طبقہ کا حوالہ دیا ہے وہ ان کے ہم خیال لوگ تو ہو سکتے ہیں اکابر علمائے اہل سنت سے تو کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔

افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی نفی پر صاحب زبدہ کے استدلال کی حقیقت

یہ امر بھی باعث تعجب ہے کہ صاحبِ زبدہ نے اسی زبدہ میں تصریح کی ہے کہ خلیفہ کے لیے افضلیت شرط ہونا، اہل سنت کا مذہب ہی نہیں ہے۔ تو گزارش یہ ہے کہ جب خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہی نہیں ہے تو لامحالہ افضل کو خلیفہ منتخب کرنا ضروری نہ رہا، جب صاحبِ زبدہ کے نزدیک خلافت اور افضلیت کے درمیان تلازم ہی نہیں ہے تو خلافت کے انکار سے افضلیت کا انکار کیسے لازم آیا؟

لہٰذا اگر بالفرض صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تو اس سے افضل ماننے کی نفی کیسے ثابت ہوگئی؟ یا پھر اعتراف کرلیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی افضلیت ہی کی وجہ سے خلیفہ بلافصل منتخب کیا تھا۔ اور اگر صاحبِ زبدہ اس حقیقت واقعیہ کو تسلیم نہ کریں تو انہیں اپنے استدلال کا بے بنیاد اور باطل ہونا تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے۔ وللہ الحمد

خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس نمبر 1

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رقمطراز ہیں:

"عن ابی وائل قال: قیل لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: الا تستخلف علینا؟ قال: مااستخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف ،ولکن ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعھم بعدی علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم ،ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

حدیث نمبر 4524 (المستدرک 294/3) وافقہ الذھبی فی التلخیص صحیح

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کو ابن ملجم شقی کے شدید زخمی کرنے کے بعد آپ کی صحت کی بحالی سے مایوس ہونے پر آپ) سے کہا گیا: کیا آپ (کسی کو) ہم پر (اپنا) خلیفہ مقرر نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کسی کو اپنا) خلیفہ مقرر نہیں فرمایا، تو میں خلیفہ مقرر کردوں، (یعنی ایسا ہرگز نہیں کروں گا) لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو میرے بعد ان میں سے سب سے بہترین (افضل) شخص پر انہیں جمع کردے گا جیسا کہ اس نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سے سب سے بہترین (افضل) پر انہیں جمع فرمادیا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے (صحیحین میں) اسے روایت نہیں کیا۔"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد مقدس: کماجمعھم بعد نبیھم

علی خیرھم ، کے ساتھ دونوں مسائل کی تصریح فرمادی ہے۔

اول: حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بعد مرتبہ ومقام میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثانی: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے افضل شخص کو خلیفہ مقرر کرنے پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع فرمادیا۔ یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتوفیق الٰہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بالاجماع خلیفہ تسلیم کرلیا۔

جواب طلب سوال:

اب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر اجماعِ صحابہ کرام ہونے کا انکار کرنے والوں سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ اگر سید الخزرج اور سید الانصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا تو کیا وہ کوئی گمنام شخص تھے اور کسی گمنام جگہ پر رہتے تھے کہ ان کا انکارِ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہیں آسکا اس لیے خلافتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کیا ہے یا العیاذ باللہ ان کے انکارِ خلافت کا علم ہونے کے باوجود آپ نے خلافِ واقع اجماع صحابہ کرام بیان کردیا ہے یا اس حدیث مرتضوی کی صحت ثابت نہیں ہے جسے امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی جیسے متصلب نقاد اور اسماء الرجال کے عظیم ماہر نے بھی اس کی صحت تسلیم کی ہے؟

جب یہ تینوں اُمور ہی قابل تسلیم نہیں ہیں نہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ گمنام آدمی تھے اور نہ ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک چیز کا علم ہونے کے باوجود اس کے برعکس اور خلافِ واقع بیان کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس فرمانِ مرتضوی کی صحت کا انکار کیا جاسکتا ہے تو پھر لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈالنا، ان پر سراسر افتراء اور بہتان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی جھٹلانا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

تو فرمان مرتضوی سے صرف ثابت ہی نہیں بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک حقیقت واقعیہ ہے۔وللہ الحمد

نیز اس فرمان مرتضوی سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامزد خلیفہ قرار دینے کا باطل و مردود ہونا بھی واضح ہوگیا، وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس نمبر :2

عظیم محدث وفقیہ، امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام دارقطنی، امام ابن عساکر، امام ذہبی وغیرہم جلیل القدر ائمہ اعلام کی تصانیف جلیلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

"فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امورنا فاخترنا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لدیننا و کانت الصلاۃ عظم الاسلام و قوام الدین فبایعنا ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کان لذلک اھلا لم یختلف علیہ منا اثنان و فی روایۃ فاقام بین اظھرنا الکلمۃ واحدۃ

والامر واحد لا يختلف عليه منا اثنان، (الى ان قال) فاديت الى ابی بکر حقه وعرفت له طاعته و غزوت معه فی جنوده و کنت آخذ اذا اعطانی واغزو اذا اغزانی و اضرب بین یدیه الحدود بسوطی فلما قبض ولاها عمر فاخذها بسنة صاحبه وما یعرف من امره فبایعنا عمر لم یختلف علیه منا اثنان فادیت له حقه وعرفت طاعته وغزوت معه فی جیوشه و کنت آخذ اذا اعطانی واغزو اذا اغزانی واضرب بین یدیه الحدود بسوطی۔ (الصواعق المحرقة، ص 47)

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ہوگیا تو ہم نے اپنے امور کے بارے میں نظر وتامل کیا تو ہم نے اپنی دنیا (اُمور سلطنت) کے لیے انہیں چن لیا، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اور نماز، معظم اسلام اور قوام دین ہے تو ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور وہ اس کے اہل تھے ہم میں سے دو شخصوں نے (بھی) ان (کی خلافت) پر اختلاف نہیں کیا (یعنی ان کی خلافت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو شخصوں کے درمیان بھی اختلاف رائے نہیں ہوا کہ ایک اُن کی خلافت کی حمایت میں ہو اور دوسرا اس کے خلاف ہو بلکہ ان کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق تھا)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان جلوہ افروز رہے تو کلمہ واحدہ اور امر واحد تھا (یعنی امر خلافت کے بارے میں ہماری ایک بات تھی ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا) ہم میں سے دو شخصوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (کی خلافت) پر اختلاف نہیں کیا۔ (تا)

تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا حق دیا اور میں نے ان کی اطاعت

اور فرماں برداری کی اور ان کے ساتھ ان کے لشکروں میں شامل ہو کر جہاد کیا اور جب وہ مجھے عطا کرتے تو میں لے لیتا تھا اور جب وہ مجھے جہاد پر بھیجتے تو میں جہاد کرتا اور میں ان کے سامنے اپنے درے کے ساتھ حدود لگاتا۔ پھر جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلافت کا والی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بنا دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے مطابق خلافت کو اخذ کیا، تو ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، ہم میں سے دو شخصوں نے (بھی) ان (کی خلافت) پر اختلاف نہیں کیا (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق تھا) تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا حق دیا اور ان کی اطاعت اور فرماں برداری کی اور ان کے ساتھ ان کے لشکروں میں شامل ہو کر جہاد کیا اور جب وہ مجھے عطا کرتے تو میں اخذ کر لیتا تھا اور جب وہ مجھے جہاد پر بھیجتے تو میں جہاد کرتا اور میں ان کے سامنے اپنے درے کے ساتھ حدود لگاتا، تا آخر۔،،

فائدہ عظیمہ:

خلافت صدیقی و فاروقی کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ معلومات رکھنے والا کون ہے؟ اور انہوں نے جس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے وہ یہ ہے: لم یختلف علیه منا اثنان۔

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما میں سے کسی کی خلافت پر ہم میں سے دو شخصوں کے درمیان بھی اختلافِ رائے نہیں ہوا، بلکہ سبھی متفق تھے۔

الکلمۃ واحدۃ والامر واحد۔

صرف ایک ہی بات تھی اور کلی طور پر اتفاق تھا۔ وللہ الحمد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

امام حافظ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری نے روایت کیا ہے:

''عن عبدالله قال: ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راٰه المسلمون سيئا فهو عند الله سيئ، وقد رأى الصحابة جميعًا ان يستخلفوا ابابكر رضى الله عنه. هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

(المستدرك على الصحيحين 294/3) وافقه الذهبى فى التلخيص، صحيح.

وہ امر جسے مسلمان حسن اور اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بھی) حسن ہے اور جسے مسلمان برا جانیں وہ عنداللہ تعالیٰ (بھی) برا ہے اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ضرور (اس امر کو حسن اور خوب) دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو (صحیحین میں) روایت نہیں کیا۔''

عظیم محدث احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ومما يصرح بذلك ايضا ما اخرجه الحاكم وصححه عن ابن مسعود (الى ان قال) فانظر الى ماصح عن ابن مسعود و هو من اكابر الصحابة و فقهائهم و متقدميهم من حكاية الاجماع من الصحابة جميعًا على خلافة ابى بكر رضی اللہ عنہ۔ (الصواعق المحرقة، ص 13)

اور اس سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصریح کرتا ہے وہ حدیث بھی ہے جسے امام حاکم نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے (تا) پس اس کی طرف نظر کر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ مروی ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کا بیان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکابر اور فقہاء ومتقدمین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔''

بحمد اللہ تعالیٰ حدیث مذکور میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان: وقد رای الصحابة جمیعًا ان یستخلفوا ابابکر رضی اللہ عنہ، کس قدر واضح اور صریح ہے کہ خلافت صدیقی پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق تھا۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرة۔

حضرت سیدنا سالم بن عبید الاشجعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

حضرت امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''اخبرنا ابونصر بن قتادة (الی ان قال) عن سالم بن عبید قال: مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث فی امرہ ابا بکر بالصلاة بالناس (الی ان قال) فقال قائل من الانصار :منا امیر ومنکم امیر. فقال عمر: و اخذ بید ابی بکر :من لہ مثل هذہ الثلاثة التی لابی بکر قال اللہ: "ثانی اثنین اذهما فی الغار" من هما؟ "اذیقول لصاحبه" من صاحبه؟ "لاتحزن ان اللہ معنا" (التوبة 40) من کان اللہ معهما؟ ثم بسط یدابی بکر وبایعه، وبایعه الناس بیعة حسنة جمیلة۔

(الاعتقاد والهدایة الی سبیل الرشاد، ص 489) حدیث صحیح

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ (جو اصحاب صفہ سے ہیں اور جلیل القدر صحابی ہیں) سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت شریفہ ناساز ہوگئی، پھر انہوں نے حدیث ذکر کی، لوگوں کو نماز پڑھانے کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر فرمانے میں (تا) تو حضرات انصار رضی اللہ عنہم سے ایک قائل نے کہا: ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم (مہاجرین) سے ہو، تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کون ہے جس کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان تین اعزازات اور عظمتوں کی مثل ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثانی اثنین اذھما فی الغار۔ وہ دونوں کون ہیں؟

اذیقول لصاحبہ، جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے۔ ان کا صاحب (ساتھی) کون ہے؟

لاتحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

وہ کون ہیں جن دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے؟

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پھیلایا اور ان کی بیعت کر لی اور لوگوں نے (بھی) ان کی بیعت کر لی بیعت حسنہ جمیلہ۔

ضروری تنبیہ:

بحمد اللہ تعالیٰ، حضرت سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کی نوعیت ان الفاظ سے بیان کی ہے:

"و بایعه الناس بیعة حسنة جمیلة،،یعنی حضرات صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی بیعت حسنہ جمیلہ۔

جبکہ یہ بات ہر صاحبِ عقل وخرد بخوبی جانتا ہے کہ اگر بالفرض سید الخزرج اور سید الانصار سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا پھر تو انتہائی بدمزگی کی صورت میں بیعت ہوئی تھی اسے بیعت حسنہ جمیلہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جبکہ حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح میں بیعت صدیقی کو بیعت حسنہ جمیلہ قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرنے اور ان کی بیعت کرنے سے انکار، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ محض باطل اور مردود ہے۔ وللہ الحمد

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حقانیت خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"عن حمید بن عبد الرحمن، قال: (ان الی قال) فانطلق ابوبکر و عمر یتقاودان حتی اتوھم، فتکلم ابوبکر ولم یترك شیئا انزل فی الانصار و لا ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شانھم الا و ذکرہ، و قال: و لقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لوسلك الناس وادیا، و سلکت الانصار وادیا، سلکت وادی الانصار۔

ولقد علمت یا سعد، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، و انت

قاعد: قریش ولاۃ ھذا الامر، فبر الناس تبع لبرھم و فاجرھم تبع لفاجرھم

قال: فقال لہ سعد: صدقت، نحن الوزراء و انتم الامراء۔

(مسند امام احمد بن حنبل 1/198-199) رجالہ ثقات رجال الشیخین

حاصل یہ ہے کہ جلیل القدر تابعی حضرت حمید بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ راوی ہیں (تا) حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تیز چلتے ہوئے اصحابِ سقیفہ کے پاس آئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا اور کسی چیز کو نہ چھوڑا جو انصار (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کی شان میں (قرآن کریم میں) نازل کی گئی ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں ذکر فرمایا ہے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اجمالی طور پر) اس کا ذکر فرمایا:

اور فرمایا: اللہ کی قسم تمہیں یہ بات ضرور معلوم ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک (دوسری) وادی میں چلیں، تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا۔ اور اے سعد! بخدا آپ کو ضرور معلوم ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اور تم بھی بیٹھے تھے: اس امر خلافت و امارت کے والی قریش ہیں۔ پس نیک لوگ ان کے نیک کے تابع ہیں، اور فاجر، ان کے فاجر کے تابع ہیں۔

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ہم (تمہارے) وزراء ہیں اور تم امراء ہو۔،، (مسند امام احمد)

فائدہ عظیمہ:

مسند امام احمد کی اس حدیث صحیح میں جو ثقات رجالِ شیخین کی روایت سے مروی ہے، اس امر کی صراحت ہے کہ بنفس نفیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سقیفہ

میں حضرات انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم کے مجمع عام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قریش ولاۃ ھذا الامر۔

اپنے کانوں سے سننے کا اعتراف کیا ہے۔ اور صرف اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ حضرات قریش کے خلفاء وامراء ہونے اور حضرات انصار کے وزراء ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بعد اسی مجلس میں سقیفہ میں موجود حضرات انصار ومہاجرین رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

کیونکہ حضرات انصار رضی اللہ عنہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیر اور خلیفہ بنانے اور ان کی بیعت کرنے کے لیے اس مقام پر جمع ہوئے تھے لیکن جب خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ امراء اور خلفاء تو قریش ہی ہونگے اور ہم لوگ انصار، امورِ خلافت میں ان کے وزراء اور معاون ومددگار رہوں گے تو اس کے بعد صرف خلیفہ کی نامزدگی اور تعیین باقی رہ گئی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی افضلیت کی وجہ سے اسی مجلس میں خلیفہ اور امیر نامزد کرلیا گیا۔ اور حاضرین حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت کرلی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں صراحت ہے۔

تو لامحالہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں۔

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام کے منکرین سے چند سوالات:

اگر کوئی محقق انکارِ بیعت وخلافت والی کہانی کو درست سمجھتا ہے تو فقیر راقم الحروف کا جواب طلب پہلا سوال: یہ ہے کہ حدیث صحیح میں حضرت سعد کا فرمان:

''صدقت نحن الوزراء وانتم الامراء۔

(اے صدیق اکبر! آپ نے سچ فرمایا ہے کہ واقعی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''امر خلافت کے والی قریش ہوں گے،، ہم وزراء ہیں اور تم (قریش) امراء اور خلفاء ہو۔،،

کیا اس محقق کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو ان کی سب سے زیادہ اسلامی خدمات کی وجہ سے اور حضور نبی کریم ﷺ کے وزیر اور مشیر اور حضرات صحابہ میں سب سے اعظم اور افضل ہونے کی بنا پر خلیفہ مقرر کیا جائے گا تو نہ ہی میں ان کی بیعت کروں گا اور نہ ہی ان کو خلیفہ تسلیم کروں گا کیونکہ میری اجتہادی بصیرت کے مطابق ان کی خلافت کو درست تسلیم کرنا جائز نہیں ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

دوسرا سوال: ''صدقت، نحن الوزراء وانتم الامراء،، کا اعلان کرنے کے بعد اس مجلس میں چند لمحات کے بعد حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دینا اور ان کی خلافت تسلیم نہ کرنا، کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک پروقار اقدام ہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر اور غیور صحابی اور سید الخزرج ایسے فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

تیسرا سوال: اگر سید الخزرج حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجمعِ عام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا تو یہ انکار تمام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم میں مشہور ہونا چاہیے تھا جبکہ اس کے برعکس

حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام نے خلافتِ صدیقی پر اجماعِ صحابہ بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے۔

چوتھا سوال: اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ انکار ثابت ہے تو کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافتِ صدیقی پر اجماعِ صحابہ کرام کی تصریحات کر کے غلط بیانی کی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جبکہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تو صرف خلافت صدیقی پر ہی اجماعِ صحابہ کرام کی تصریح پر اکتفاء نہیں کی بلکہ خلافت فاروقی پر بھی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریح کی ہے اور اسی فرمان کے آخر میں اس بات کی وضاحت بھی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خود اپنے بارے میں خلافت کا ذہن ضرور رکھتے تھے لیکن جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا تو ان کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ اور ان کی خلافت کے خلاف بھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے کسی اختلاف کا ذکر تک نہیں۔ وللہ الحمد

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ عظیم خطبہ روایت کیا ہے جو آپ نے اپنے آخری حج سے واپسی پر مسجد نبوی شریف میں منبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

ارشاد فرمایا، جس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں منی میں ایک شخص کے بارے میں اطلاع ملی کہ اس نے کہا ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو میں فلاں شخص کی بیعت کرلوں گا اور حوالہ یہ دیا کہ بیعت صدیقی بھی اچانک معرض وجود میں آئی تھی پھر تام ہوگئی۔تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے۔ مدینہ منورہ واپسی پر پہلے ہی جمعۃ المبارک کے خطبہ میں دیگر اہم امور کے ساتھ بیعت کے بارے میں خصوصی ہدایات ارشاد فرمائیں اور بیعتِ صدیقی دفعۃً معرضِ وجود میں آنے کا سبب اور پس منظر بھی بیان فرمایا:

"قال ابن عباس :فقدمنا المدینة فی عقب ذی الحجة (الی ان قال) فجلس عمر علی المنبر فلما سکت المؤذنون قام فاثنی علی اللہ بما هو اهله ثم قال(الی ان قال) ثم انه بلغنی ان قائلا منکم یقول:واللہ لو مات عمر بایعت فلانا فلا یغترن امرؤ ان یقول: انما کانت بیعة ابی بکر فلتة و تمت الا و انها قد کانت کذلك ولکن اللہ وقی شرها و لیس منکم من تقطع الاعناق الیه مثل ابی بکر ،من بایع رجلا من غیر مشورة من المسلمین فلا یبایع هو ولاالذی بایعه تغرة ان یقتلا وانه قد کان من خیرنا حین تو فی اللہ نبیه صلی اللہ علیه وسلم الاان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرهم فی سقیفة بنی ساعدة و خالف عنا علی والزبیر و من معهما واجتمع المهاجرون الی ابی بکر فقلت لابی بکر: یا ابابکر انطلق بنا الی اخواننا هؤلاء من الانصار (الی ان قال) فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی فرقت من الاختلاف. فقلت ابسط یدك یا ابابکر فبسط یده فبایعته و بایعه المهاجرون ثم بایعته الانصار و نزونا علی

سعد بن عبادۃ الخ۔ (صحیح البخاری مع عمدۃ القاری 24/6-7-8)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (حج کرنے کے بعد) ذوالحج کے آخر میں ہم مدینہ منورہ پہنچے (تا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر جب اذان کہنے والے اذان کہہ کر خاموش ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (منبر شریف پر) کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے، پھر فرمایا: (تا) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے ایک قائل کہتا ہے: واللہ اگر عمر (میری زندگی میں) وفات پا گئے تو میں فلاں شخص کی بیعت کرلوں گا۔

کوئی شخص دھوکا نہ کھائے کہ کہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک اور دفعۃً ہوئی تھی اور تام ہوگئی۔۔ آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ وہ بیعت ایسی ہی تھی لیکن (عام طور پر عجلت میں جو شر ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ نے بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے (اچانک اور دفعۃً واقع ہونے کے باوجود اس کی وجہ سے وقوعِ) شر (جو عجلت میں غالب ہے) سے (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو) بچالیا (کہ ان کی خلافت کے بارے میں کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ تمام متفق ومتحد ہوگئے) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثل تم میں کوئی نہیں ہے جس کی طرف (کثرتِ سفر کی وجہ سے اونٹوں کی) گردنیں قطع کی جائیں گی۔

(قولہ من تقطع الاعناق ای اعناق الابل یعنی تقطع من کثرۃ السیر حاصلہ لیس فیکم مثل ابی بکر فی الفضل والتقدم۔ عمدۃ القاری، اس کا حاصل یہ ہے کہ فضیلت اور تقدم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا تم میں کوئی نہیں ہے)

جس شخص نے مسلمانوں سے مشورہ کے بغیر کسی مرد کی بیعت کرلی تو اس مرد

کی بیعت نہ کی جائے گی اور نہ اس کی جس نے اس کی بیعت کی ہے۔اس اندیشہ کے لیے کہ دونوں قتل کر دیئے جائیں (کیونکہ غالب یہی ہے کہ ایسی بیعت پر اختلاف ہوگا اور جنگ وقتال کی نوبت بھی آسکتی ہے جس کی وجہ سے ان دونوں کا قتل کیا جانا بھی ممکن ہے۔رہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تو کوئی شخص اپنے کو ان پر قیاس نہ کرے کیونکہ) جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دارِ فانی سے اٹھایا تو یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل تھے۔

آگاہ ہو جاؤ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسئلہ خلافت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات یاد نہ ہونے کی وجہ سے کہ امارت وخلافت صرف قریش کے لوگوں تک محدود ہے دوسرا کوئی شخص امام اور خلیفہ نہیں بن سکتا) حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے ہماری مخالفت کی اور وہ تمام سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور ہم (مہاجرین) میں سے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور جو ان کے ساتھ تھے، نے مخالفت کی، اور باقی تمام مہاجرین حضرات رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جمع ہو گئے تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے ساتھ چلیں ہمارے ان انصار بھائیوں کی طرف (تا) تو شور وغل زیادہ ہوا اور آوازیں بلند ہوئیں حتی کہ میں نے اختلاف کا اندیشہ کیا تو میں نے کہا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اپنا ہاتھ پھیلایئے تو انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا، تو میں نے ان کی بیعت کر لی اور حاضرین تمام مہاجرین نے بھی ان کی بیعت کر لی پھر انصار نے ان کی بیعت کر لی، اور ہم (حضرت) سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) پر غالب آ گئے۔(یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو اپنی بیعت لینے کے لیے بیٹھے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

"قریش ولاۃ ھذا الامر۔ الائمۃ من قریش"

سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے اس حقیقت کا اعلان کرنے لگے: صدقت، آپ نے سچ فرمایا ہے، واقعی میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

لہٰذا سعد اعلان کرتا ہے: نحن الوزراء وانتم الامراء۔

امراء اور خلفاء تمہیں ہو، ہم تمہارے وزیر ہیں)

قولہ: ونزونا۔۔۔ ای وثبنا علیہ وغلبنا علیہ۔ (عمدۃ القاری)

تو انصار سے ایک کہنے والے نے کہا: تم نے تو سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے (یہ کنایہ ہے امارت وخلافت کے معاملہ میں ان سے اعراض کرنے اور ان کی مدد چھوڑنے سے۔ (عمدۃ القاری)

تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔

(یہ اس بات کی خبر دینا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ نہ بننا، اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللہ بیشک ہم نے سقیفہ والی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے اقوی اور اہم کوئی امر نہیں پایا، تا آخر۔ (صحیح البخاری)

بیان فوائد حدیث:

اس مبارک خطبہ کے جو اقتباسات پیش کیے گئے ہیں ان سے دونوں

مسائل افضلیت اور خلافتِ صدیقی کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا موقف اور نظریہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(الف) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں منبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: لیس فیکم من تقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر۔

تم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی نہیں ہے جس کی طرف (کثرت سفر کی وجہ سے اونٹوں کی) گردنیں قطع کی جائیں گی (یعنی فضیلت اور تقدم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثل تم میں کوئی نہیں ہے)

(ب) نیز فرمایا: انہ قد کان من خیرنا حین توفی اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل تھے۔اور بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی صحابی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات پر انکار نہیں کیا حالانکہ یہ نفوس قدسیہ ''لا یخافون لومۃ لائم '' حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ کرنے والے نہ تھے۔

جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قطعی اور یقینی ہونا صرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور موقف ہی نہ تھا بلکہ تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف اور نظریہ تھا۔وللہ الحمد

(ج) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فلا یغترن امرؤ ان یقول: کوئی شخص دھوکا نہ کھائے کہ کہے:

انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وتمت۔

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک اور دفعۃً واقع ہوئی تھی اور تام ہوگئی۔

فرمایا: الا وانہا قد کانت کذلک۔

آگاہ ہوجاؤ بلاشبہ وہ بیعت اچانک اور دفعۃً ہی معرضِ وجود میں آگئی تھی۔

ولکن اللہ وقی شرہا۔ لیکن عام طور پر اچانک اور دفعۃً کی جانے والی بیعت کی وجہ سے جو اس امیر کی امارت قبول کرنے کے بارے میں اختلاف اور نزاع کی صورت میں شر برپا ہوجاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے اچانک اور دفعۃً واقع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلافت کے بارے میں اختلاف کے شر سے تمہیں بچالیا، کہ تم میں سے کسی نے ان کو خلیفہ تسلیم کرنے میں اختلاف نہیں کیا۔ جب کہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے خلاف بھی سامعین حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا، جس سے ثابت ہوا کہ تمام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کرنے کے بارے میں حضرات صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

اب بقول صاحبِ زبدہ اگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ ہی تسلیم نہیں کیا تھا تو،

جواب طلب سوال یہ ہے: کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی

شریف میں منبر رسول پر اکابر صحابہ کرام کے مجمع میں "ولکن اللہ وقی شرھا،، کہہ کر خلاف واقع خبر دی ہے اور تمام اکابر صحابہ کرام نے غلط بات پر انکار کرنا ضروری نہیں سمجھا؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

(د) سقیفۂ بنی ساعدہ میں وقوعِ بیعت صدیقی کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

فبایعتہ وبایعہ المھاجرون ثم بایعتہ الانصار۔

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور حاضرین مہاجرین نے بھی ان کی بیعت کرلی پھر حضرات انصار نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ، دارِ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی میں واقع ہے۔ تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو سیدِ الخزرج اور سید الانصار ہیں جن کے ہاں یہ اجتماع ہوا تھا اور حضرات انصار انہیں امیر اور خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اب اگر انصار کے صدرِ مجلس اور رئیس اعظم ہی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی تو یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمائیں: ثم بایعتہ الانصار۔

پھر حاضرین انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور فرمائیں:

ولکن اللہ وقی شرھا؟

ان حقائق واقعیہ سے ثابت ہوا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی اور خلافت صدیقی پر اجماعِ صحابہ ہے (رضی اللہ عنہم) اور بشمول حضرت فاروق اعظم وحضرت علی مرتضیٰ، اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی اور یقینی ہے۔

والحمد لله رب العالمین اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس:

محدث ومفسر ومؤرخ حافظ الحدیث ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی 774ھ رقمطراز ہیں:

”وقد اتفق الصحابة رضی الله عنهم علی بیعة الصدیق فی ذلک الوقت حتی علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام رضی الله عنهما۔

والدلیل علی ذلک ما رواه البیهقی (الی ان قال) عن ابی سعید الخدری قال: قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم واجتمع الناس فی دار سعد بن عبادة وفیهم ابوبکر وعمر قال: فقام خطیب الانصار فقال: اتعلمون انا انصار رسول الله صلی الله علیه وسلم فنحن انصار خلیفته کما کنا انصاره۔ قال: فقام عمر بن الخطاب فقال: صدق قائلکم، ولو قلتم غیر هذا لم نبایعکم فأخذ بید ابی بکر وقال: هذا صاحبکم فبایعوه، فبایعه عمر و بایعه المهاجرون والانصار وقال: فصعد ابوبکر المنبر فنظر فی وجوه القوم فلم یر الزبیر، قال: فدعا الزبیر، فجاء قال: قلت: ابن عمة رسول الله صلی الله علیه وسلم اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال: لا تثریب یا خلیفة رسول الله، فقام فبایعه، ثم نظر فی وجوه القوم فلم یر علیاً، فدعا بعلی بن ابی طالب، قال: قلت: ابن عم رسول الله صلی الله علیه وسلم وختنه علی ابنته، اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال: لا تثریب یا خلیفة رسول الله فبایعه۔

هذا او معناه، قال الحافظ ابوعلی النیسابوری، سمعت ابن خزیمة

يقول، جاءني مسلم بن الحجاج فسألني عن هذا الحديث فكتبته له في رقعة و قرأت عليه ،قال:هذا حديث يساوي بدنة، فقلت: يسوي بدنة، بل هذا يسوي بدرة۔

و قد رواه الامام احمد (الى ان قال) واخرجه الحاكم في مستدركه الخ۔ (البداية والنهاية، 7/706)

اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر ضرور متفق ہو گئے حتی کہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما اور اس پر دلیل وہ (حدیث) ہے جسے امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ (تا)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دارِ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں جمع ہو گئے اور ان میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما (بھی) تھے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انصار کا خطیب کھڑا ہوا تو اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ بیشک ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار ہیں؟ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کے (بھی) انصار ہیں جیسا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار تھے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو فرمایا: تمہارے قائل نے سچ کہا ہے اور اگر تم اس کے علاوہ کہتے (یعنی کسی انصاری کو خلیفہ مقرر کرنے اور اس کی بیعت کرنے کی دعوت دیتے) تو ہم تمہاری بیعت نہ کرتے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ تمہارے صاحب ہیں پس ان کی بیعت کرو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

بیعت کرلی اور (سقیفہ بنی ساعدہ میں حاضرین) حضرات مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے (بھی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی،

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (بیعت عامہ کے لیے) منبر پر چڑھے پس قوم کے چہروں پر نظر کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ آگئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کہا ہے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد! کیا آپ نے مسلمانوں کی لاٹھی کو پارہ پارہ کرنے (مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے) کا ارادہ کیا ہے؟ تو حضرت زبیر نے (جواب میں) کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلیفہ، سرزنش نہ کریں (ناراض نہ ہوں) پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قوم کے چہروں پر نظر کی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا، (جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگئے تو) فرمایا: میں نے کہا ہے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کے داماد! کیا آپ نے مسلمانوں کی لاٹھی کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! سرزنش نہ کریں (ناراض نہ ہوں) پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

(علامہ ابن کثیر نے کہا) حافظ الحدیث ابوعلی نیشاپوری نے کہا:

میں نے ابن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے پاس مسلم بن حجاج (حضرت امام مسلم صاحبِ صحیح) آئے تو اس حدیث کے بارے میں مجھ سے سوال کیا تو میں نے ان کے لئے یہ حدیث ایک رقعہ میں لکھ دی اور انہیں پڑھ کر سنائی تو انہوں نے کہا یہ حدیث بدنہ کے مساوی ہے تو (ابن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں) میں نے کہا: بدنہ کے مساوی ہے بلکہ یہ بدرہ (تھیلی جس میں ایک ہزار یا دس ہزار ہوں) کے مساوی اور برابر ہے۔

اور ضرور روایت کیا ہے اس حدیث کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے (تا) اور امام حاکم نے ''مستدرک'' میں اسے روایت کیا ہے، تا آخر۔''

حضرت ابراہیم بن سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

علامہ ابن کثیر مزید رقمطراز ہیں:

''وقال موسی بن عقبة فی مغازیه (الی ان قال) ثم خطب ابوبکر واعتذر الی الناس وقال: والله ما كنت حريصا على الامارة يوما ولا ليلة ولا سألتها الله فی سر ولا علانية. فقبل المهاجرون مقالته وقال علی والزبير: ما غضبنا الا لاننا اخرنا عن المشورة. و انا نرى ابابكر احق الناس بها. انه لصاحب الغار و انا لنعرف شرفه وخيره. ولقد امره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلاة بالناس وهو حی۔ (البداية والنهاية 7/7)

اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں کہا ہے (تا) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور (سقیفہ بنی ساعدہ میں اچانک بیعتِ خلافت قبول کرنے کے بارے میں) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنا عذر بیان کیا اور فرمایا:

اللہ کی قسم میں کسی دن امارت پر حریص نہیں ہوا اور نہ ہی کسی رات، اور نہ ہی میں نے خفیہ یا علانیہ اللہ تعالیٰ سے امارت وخلافت کا سوال کیا ہے تو حضرات مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی بات کو قبول کر لیا (اور مطمئن ہو گئے کہ واقعی طور پر حالات کی نزاکت کے پیش نظر بیعتِ خلافت کا فوراً قبول کرنا لازم اور ضروری تھا اور غیر موجود حضرات سے مشورہ تک اس معاملہ کو مؤخر کرنے کی گنجائش نہ تھی)

اور حضرت علی مرتضیٰ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں صرف یہی ناراضگی ہے کہ ہمیں مشورہ سے پیچھے رکھا گیا ہے، اور بیشک ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امارت وخلافت کا تمام صحابہ کرام میں سے زیادہ حق دار جانتے ہیں، بیشک وہ صاحب الغار ہیں اور بیشک ہم ان کا شرف وبزرگی اور فضیلت ضرور پہنچاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دنیوی حیات مبارک میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا ضرور امر فرمایا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رقمطراز ہیں:

"حدثنا محمد بن صالح بن ھانئ (الی ان قال) حدثنی ابراھیم بن عبدالرحمن بن عوف (الی ان قال) ثم قام ابوبکر فخطب الناس واعتذر الیھم و قال: واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ قط، ولا کنت فیھا راغبا ولا سألتھا اللہ عزوجل فی سر و علانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ و مالی فی الامارۃ من راحۃ ولکن قلدت امرا عظیما مالی بہ من طاقۃ ولا ید الا بتقویۃ اللہ عزوجل ولوددت ان اقوی الناس علیھا مکانی الیوم۔ فقبل المھاجرون منہ ما قال و ما اعتذر بہ۔ قال علی والزبیر: ماغضبنا الا لانا قداخرنا عن المشاورۃ وانانری ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللہ صلی اللہ

علیه و سلم انه لصاحب الغار و ثانی اثنین ،و انا لنعلم بشرفه و کبره، ولقد امره رسول الله صلی الله علیه وسلم بالصلاة بالناس وهو حی۔

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه

(المستدرك علی الصحیحین 283/3)

وافقه الذهبی فی التلخیص علی شرط البخاری ومسلم۔

حضرت ابراہیم بن سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے مجھے بیان کیا: (تا)

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرات صحابہ کرام سے اپنا عذر بیان کیا اور فرمایا: اللہ کی قسم میں کسی دن اور نہ ہی کسی رات، امارت پر ہرگز حریص نہیں ہوا، اور نہ ہی اس میں راغب ہوا اور نہ ہی میں نے خفیہ اور علانیہ اللہ عزوجل سے امارت کا سوال کیا ہے ولیکن (سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خلافت قبول نہ کرنے کی صورت میں) میں نے فتنہ برپا ہونے کا خوف کیا، اور میرے لیے امارت میں کوئی راحت نہیں ہے لیکن امر عظیم کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی تقویت وتائید کے ساتھ، اور مجھے یہ بات ضرور محبوب ہے کہ آج امر خلافت وامارت پر میری جگہ سب لوگوں (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے زیادہ قوت والا شخص ہوتا۔

تو آپ نے جو فرمایا اور اس کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا، حضرات مہاجرین صحابہ کرام نے اسے قبول کرلیا۔

حضرت علی مرتضیٰ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہمیں صرف یہی ناراضگی ہے کہ ہمیں مشاورت سے پیچھے رکھا گیا ہے۔

(ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا)۔ اور بیشک ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت و امارت کا تمام صحابہ کرام میں سے زیادہ حق دار، (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں بیشک وہ صاحب الغار اور ثانی اثنین ہیں اور بیشک ہم ان کا شرف اور بزرگی ضرور جانتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دنیوی حیات مبارکہ میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا ضرور امر فرمایا ہے۔

یہ حدیث شرطِ شیخین پر صحیح ہے اور انہوں نے (صحیحین میں) اس کا اخراج نہیں کیا۔،،

شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''ابراھیم بن عبدالرحمن بن عوف الزھری المدنی۔

قال الواقدی وغیرہ ولد فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان قال) وذکرہ مسلم فی الطبقة الاولی من تابعی المدینة۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة 323/1)

حضرت ابراہیم بن سیدنا عبدالرحمن بن عوف زہری مدنی رضی اللہ عنہما

واقدی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابراہیم حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے (تا) اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تابعین مدینہ منورہ کے طبقہ اولیٰ میں ابراہیم کا ذکر کیا ہے۔،،

بیانِ فوائد:

(الف) مسند امام احمد، امام بیہقی کی سنن کبریٰ، امام حاکم کی مستدرک سے بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ و حضرت ابراہیم بن سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما

بیعتِ صدیقی کا بیان جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہے۔ علامہ ابن کثیر نے تو بیعتِ صدیقی پر بھی حضرات صحابہ کرام کا اتفاق ہونا، پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔

وقد اتفق الصحابة رضی اللہ عنہم علی بیعة الصدیق فی ذلك الوقت حتی علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما۔ ترجمہ گزر چکا ہے۔

(ب) دارِ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں ابتدائی امور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بیان میں حدیث مذکور میں فرمایا ہے:

وبایعه المهاجرون والانصار۔

یعنی دار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں حاضرین حضرات مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ حضرات انصار کے عظیم قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کی حویلی میں تو یہ اجتماع ہوا تھا اور بنفس نفیس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اس مجلس میں موجود ہونا بھی مسلمات سے ہے۔ اب اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ کہیں:

وبایعه المهاجرون والانصار۔ کہ حاضرین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

(ج) حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

فصعد ابو بکر المنبر فنظر فی وجوہ القوم الخ، کہ سقیفہ والی بیعت کے بعد بیعت عامہ کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر جلوہ افروز ہوئے تو قوم کے چہروں پر نظر کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا، تا آخر۔ پھر قوم کے چہروں پر نظر کی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا، تا آخر۔

اس بیان سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منبر شریف پر جلوہ افروز ہونے اور حضرت زبیر و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بلانے اور ان حضرات کے علانیہ طور پر امیر المؤمنین وخلیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے کے وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعت نہ کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ تھے ورنہ وہ کوئی عامی شخص نہیں ہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں اور قبیلہ خزرج کے سردار ہیں۔ ان کی شخصیت کا اندازہ تو اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کی بیعت کرنے اور انہیں امیر المؤمنین بنانے کے لیے ہی تو حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سقیفہ میں جمع ہوئے تھے۔

اب اگر بالفرض انہوں نے اس وقت تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مسجد نبوی شریف میں بیعت عامہ کے وقت ان کے حاضر ہونے کی صورت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بیعت کرنے کے بارے میں کچھ بھی نہ فرمایا ہو۔ اور اگر وہ حاضر نہ تھے تو بلایا ہی نہ ہو اور جیسے حضرت زبیر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کو فرمایا:

اردت ان تشق عصا المسلمین۔

کیا آپ مسلمانوں کی لاٹھی کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟

تو سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی نہ فرمایا ہو۔ باوجودیکہ انصار کے عظیم قبیلہ کے سردار ہونے کی وجہ سے ان کے بیعت نہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے درمیان افتراق کا قوی اندیشہ ہونا ایک واضح بات ہے۔ بالخصوص جبکہ بیعتِ صدیقی سے پہلے حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہیں امیر اور خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے اور ان کی بیعت کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا اسلام کا ہمدرد اور اُمتِ مسلمہ کا خیر خواہ اور حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی خدماتِ اسلامیہ کا قدردان، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسی قدآور اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظور نظر شخصیت کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟

لہٰذا اگر بالفرض سقیفہ میں انہوں نے بیعت نہیں کی تھی تو مسجد نبوی شریف میں جب حضرت زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بلا کر ان کے پیچھے رہنے کی صورت میں مسلمانوں کے نقصان کا انہیں احساس دلایا ہے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھی ضرور احساس دلاتے۔ اور حضرت زبیر و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرح وہ بھی پیکر اخلاص تھے اس لیے وہ بھی ضرور بیعت کر لیتے۔ لیکن جب ان کے بارے میں ایسا کوئی اقدام معرضِ وجود میں نہیں آیا تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس وقت بیعت نہ کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ تھے۔ وللہ الحمد

(د) اگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور نہ ہی ان کی خلافت کو تسلیم کیا تھا تو کیا مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اکابر حضرات نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس انکارِ خلافت میں مجتہد سمجھتے ہوئے شرعاً معذور سمجھا تھا یا اس امر کے بابِ اجتہاد سے نہ ہونے کی وجہ

سے انہیں سراسر غلطی پر سمجھا تھا؟ جبکہ خلافتِ صدیقی کا انکار، بابِ اجتہاد سے ہونا بداہۃً باطل ہے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے بابِ اجتہاد سے کیسے شمار کر سکتے ہیں؟

باقی رہی دوسری صورت، تو کیا اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی غلطی کا احساس دلایا تھا اور ان کی پوری کوشش کے باوجود وہ نہ مانے تھے یا بشمول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فیصلہ کیا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے حال پر چھوڑا جائے، اگر ان کے دل میں کوئی خلش ہے اور وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو انہیں مطمئن کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے؟ العیاذ باللہ، کیا اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارشادِ نبوی: الدین النصیحۃ الحدیث،، پر عمل کرنا لازم اور ضروری نہیں سمجھتے ہیں؟

جب بیعت صدیقی کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا کوئی امر معرض وجود میں نہیں آیا تو یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے اور ان کی خلافت کو تسلیم نہ کرنے (اور ایسے ہی حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہ کرنے) کی کہانی کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور بعض کتب میں کسی روایت کا پایا جانا اس کے حقیقت واقعیہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔

(ھ) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیعتِ خلافت قبول کرنا جن بعض حضرات مہاجرین نے بوجہ غلط فہمی کے محسوس کر لیا تھا بیعت عامہ کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسئلہ کی نزاکت کی وضاحت کرنے سے وہ مطمئن ہو

گئے اور انہوں نے بھی بخوشی بیعت کر لی حتی کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما
نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت بلا
فصل کا زیادہ مستحق ہونا برملا بیان کیا اور بخوشی بیعت کر لی (جیسا کہ قبل المهاجرون
منه ما قال وما اعتذر به. قال علی والزبير الخ سے خوب ظاہر ہے) جس سے روز
روشن کی طرح واضح ہے کہ تمام مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
بیعتِ صدیقی اور خلافتِ صدیقی پر متفق ہو گئے تھے۔ اور حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے تو
سقیفۂ بنی ساعدہ میں ہی کہہ دیا تھا: نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر،، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ
مانگتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔ اور ان کی اکثریت سقیفہ
میں ہی بیعت کر چکی تھی اور باقی حضرات نے بیعت عامہ کے وقت مسجد نبوی شریف
میں بیعت کر لی۔ اور حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کے
لیے ناراضگی کا کوئی سبب بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے اسے مطمئن کرنے کے لیے
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی یا حضرت علی
مرتضیٰ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح بلانے کی نوبت آتی، جبکہ ایسا کوئی امر معرض وجود
میں آنا نفس الامری طور پر ثابت نہیں ہے، اسی لیے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے حضرات
انصار علیہم الرضوان کے بارے میں کسی ایسے امر کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا حالانکہ وہ
خصوصیت سے بیعتِ صدیقی کے حوالے سے ہی بیان کر رہے تھے، تو اس سے بھی
ثابت ہوا کہ حضرات مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح حضرات انصار
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی خلافتِ صدیقی پر اجماع ہو گیا تھا جیسا کہ دیگر
احادیث صحیحہ میں اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تصریحات موجود ہیں۔ وللہ الحمد

نتیجۂ کلام:

جب حقائق واقعیہ کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ایک نا قابل تردید حقیقت ہے اور حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشاورت کے بعد خلیفہ نامزد فرمایا، کیونکہ حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنے بعد تمام صحابہ کرام سے افضل اور خلافت وامارت پر سب سے اقوی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر و دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ارشادات سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں خلیفہ نامزد کرنے کے لیے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا تو حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انہ لیس فینا مثلہ۔ بیشک ہم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ھو واللہ افضل من رایك فیہ

اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں آپ کی جو رائے ہے اللہ کی قسم وہ اس سے بھی افضل ہیں۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لن یلی ھذا الامر احد اقوی علیہ منہ۔ کوئی شخص ہرگز اس امر (خلافت) کا والی نہ ہوگا جو امرِ خلافت پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)

سے زیادہ قوی ہو۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کروں گا۔ اللّٰھم انی استخلفت علیھم خیر اھلك۔

اے اللہ بیشک میں نے تیرے مقرب اور محبوب بندوں میں سے سب سے زیادہ اچھے اور افضل کو ان پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔

فولیت علیھم خیرھم واقواھم علیھم۔

میں نے ان پر، ان تمام سے افضل اور اقوی کو والی اور خلیفہ مقرر کیا ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ص 82)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے عہدِ خلافت تحریر کرایا اور اس پر مہر لگائی گئی۔ پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی اور سب حضرات راضی اور خوش ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء وغیرہ من الاسفار)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق رائے کے بعد حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مجمع علیہ خلیفہ ہونا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بیعتِ خلافت سے کسی صحابی کا انکار نہ کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کسی صحابی سے ہرگز منقول نہ ہونا بلکہ خلافتِ صدیقی وفاروقی پر اجماعِ صحابہ کرام کی تصریح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کرام سے منقول ہونا، اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ خلافت صدیقی کی طرح خلافت فاروقی پر بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہونا، ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

وللہ الحمد۔

ان حقائق سے آگاہی کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بات پر بضد ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو درکنار خلیفہ بھی نہیں مانا اور بیعت کیے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے، تو ایسے شخص کا مرض لاعلاج ہے اس کے لیے صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے۔ بیعت نہ کرنے کے بارے میں تو اسے ایک روایت مردودہ مل گئی لیکن خلافت و افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کے بارے میں تو کوئی روایت مردودہ بھی پیش نہیں کرسکا اس کے باوجود اہل سنت میں گمراہی پھیلانے کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر خلافت و افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار تھوپ دیا ہے، تاکہ عوام الناس کو دھوکا دیا جائے کہ خلافت و افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

(و) حضرت ابراہیم بن سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی روایت میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان:

وانا نری ابابکر احق الناس بها بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں خلافت و امارت کے زیادہ حقدار ہیں۔

اور پھر اس کی علت اور وجہ یہ بیان کی ہے:

انه لصاحب الغار وانا لنعرف شرفه و کبره، الخ۔

اور دوسری روایت میں ہے:

انه لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفه و کبره، الخ۔

بیشک وہ صاحب الغار اور ثانی اثنین ہیں اور بیشک ہم ان کے شرف اور بزرگی کو یقینی طور پر جانتے ہیں؛ تا آخر۔

تو اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہی کا اعلان اور اعتراف کیا گیا ہے جس سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ان کے سب سے زیادہ مستحق خلافت بلافصل ہونے کی علت موجبہ تسلیم کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں حضرت علی مرتضیٰ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات بھی شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلافت میں اولیت، افضلیت کا سبب نہیں بنی بلکہ ان کی افضلیت ہی خلافت بلافصل کے سب سے زیادہ مستحق ہونے کی علتِ موجبہ ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف بحیثیت خلیفہ افضل ہیں، یہ رائے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ان کی افضلیت مطلقہ کے قائل تھے نہ کہ خلیفہ بننے کے بعد انہیں صرف بحیثیت خلیفہ افضل سمجھنے لگے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور خلافت کا انکار تھوپنے والوں سے استفسار:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس: ''الائمة من قریش''، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سننے اور حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے سماع کی تصدیق کرنے کے بعد، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مسلم ہونے کے پیش نظر، آپ کا'' احق الناس بالخلافۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے زیادہ مستحق ہونا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ تسلیم کرتے تھے یا نہیں؟

اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے تو پھر بیعت اور خلافت کے انکار کی شرعی وجہ بیان کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تھے تو قریش سے جس صحابی کو خلافت کا زیادہ حق دار وہ سمجھتے تھے اسے نامزد کرنا ان لوگوں پر لازم اور ضروری ہے۔

اگر کسی صحابی کی تعیین نہ کر سکیں اور تا زندگی نہیں کر سکیں گے، تو گزارش یہ ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اگر بالفرض کسی دوسرے قریشی کی بیعت کرنا چاہتے تھے تو جب تمام مہاجرین حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تو اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت نہ کرنے اور خلافت تسلیم نہ کرنے کا کونسا جواز باقی رہ گیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے بیعت نہ کی اور نہ ہی خلافت کو تسلیم کیا؟ یا وہ ''العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس: ''الائمۃ من قریش،، کی عملی تصدیق ضروری نہیں سمجھتے تھے؟

لیکن جب ایسا ہونا ناممکن ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت اور افضلیت کا انکار ڈالنے کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور یہ کہنا کہ ''وہ احتجاجاً ملک شام چلے گئے،، ان پر دوسرا افتراء اور بہتان

ہے۔ کیونکہ ان کے ملک شام جانے کا سبب خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے خلاف احتجاج قرار دینے کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اقدس ''الائمۃ من قریش'' پر عمل نہیں کرنا چاہتے تھے۔اس لیے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ قریش ہی سے کوئی دوسرا شخص خلیفہ بنتا تو اس میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا کیا مفاد تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کی صورت میں فوت ہو رہا تھا جس کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا؟ کیا اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ایسی ہی ذہنیت ہونی چاہیے کہ:

حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے خلاف اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے احتجاج بھی کیا تھا حتی کہ سید الخزرج وسید الانصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہی مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک شام چلا گیا؟ یعنی خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احتجاج اس قدر شدید تھا کہ بعض اکابر صحابہ کرام اسی وجہ سے اپنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا شہر مدینہ منورہ ہی چھوڑ گئے تھے۔اور ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا۔

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

فقیر راقم الحروف کی ایسے محققین سے گزارش یہ ہے کہ انصاف سے بتائیں کیا یہ سنیت کی ترجمانی ہے یا رافضیت کی؟ خدارا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عظمت کے خلاف ایسی غلط بیانی کرتے وقت کچھ تو موت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہی کی فکر بھی کر لی ہوتی۔اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

حضرت امام احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"واخرج اسد السنة عن معاوية بن قرة قال: ما كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يشكون ان ابابكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كانوا يسمونه الا خليفة رسول الله وما كانوا يجتمعون على خطأ و لاضلالة۔ (الصواعق المحرقة، ص13)

اور اسد السنہ نے حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امر میں شک نہیں کرتے تھے کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اور صرف خلیفۂ رسول اللہ ہی کے نام سے ان کو موسوم کرتے تھے اور وہ خطا اور گمراہی پر مجتمع اور متفق ہونے والے نہ تھے۔"

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کثیر تعداد سے ملاقات اور زیارت کا شرف انہیں حاصل ہے اور حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اقتباس علم کی سعادت بھی۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"عن معاوية بن قرة: لقيت من الصحابة كثيرا منهم خمسة وعشرون من مزينة۔ (تهذيب التهذيب 10/195)

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کثیر حضرات سے شرفِ ملاقات حاصل کیا ہے، ان میں سے پچیس صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم تو قبیلہ مزینہ ہی سے ہیں۔،،

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہما کو اپنے والد کریم صحابی رسول حضرت قرہ اور دوسرے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اور ان سے شرف تلمذ کے ذریعے خلافت صدیقی کے بارے میں جس حقیقت سے آگاہی ہوئی ہے وہ انہوں نے پورے وثوق کے ساتھ بیان کردی ہے۔اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماعِ صحابہ کرام بیان کیا ہے اور اس اجماع سے خلافت صدیقی کی حقانیت پر استدلال بھی کیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع خطا اور گمراہی پر نہیں ہوسکتا اور ان کا یہ استدلال قطعی طور پر درست ہے۔

توحضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہما کے ارشاد سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرات اکابر تابعین کے نزدیک بھی کسی صحابی سے خلافتِ صدیقی کا انکار ثابت نہیں ہے بلکہ اجماع صحابہ کرام ثابت ہے۔ وللہ الحمد۔

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی قدس سرہ العزیز کا ارشاد

حضرت امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ (الی ان قال) سمعت الحسن بن محمد الزعفرانی یقول: سمعت الشافعی یقول: اجمع الناس علی خلافۃ ابی بکر واستخلف ابوبکر عمر الخ۔ (مناقب الشافعی للبیہقی 434/1)

امام حسن بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ تمام لوگوں (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔،،

''واخبرنا ابو عبداللہ الحسین بن محمد (الی ان قال) حدثنا الحسین بن علی قال: سمعت الشافعی یقول: اضطر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الی ابی بکر فلم یجدوا تحت ادیم السماء خیرا من ابی بکر، من اجل ذلک استعملوہ علی رقاب الناس۔ (مناقب الشافعی 434/1)

حضرت حسین بن علی قدس سرہ نے فرمایا: میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ لوگ (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف محتاج ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے ظاہر آسمان کے نیچے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل (کسی کو) نہ پایا، اسی لیے تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی گردنوں پر عامل (والی اور خلیفہ) بنالیا۔،،

ادیم السماء: ظاہر آسمان۔ (منتھی الارب)

عبارت منقولہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ صدیقی پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصریح فرمائی ہے:

اجمع الناس علی خلافۃ ابی بکر۔

اور دوسرے قول میں خلافت پر اجماع اور اتفاق کی علت بیان فرمائی ہے۔

فلم یجدوا تحت ادیم السماء خیرا من ابی بکر الخ۔

کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آسمان کے نیچے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں تھا اس لئے ان کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اجماع اور اتفاق ہوگیا۔ تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف

خلافتِ صدیقی پر ہی اجماع صحابہ کرام کی تصریح نہیں فرمائی بلکہ اس کی علت اور وجہ بیان کر کے اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا ہے کہ خلافت پر اجماع کا اصل سبب تو افضلیت پر اجماع ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھتے رہے ہیں۔ شب و روز حضرات صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی اولاد اور دیگر تابعین حضرات کی زیارت وملاقات کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ بالفرض اگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ ان کے اجتہاد کے مطابق شیخین کریمین کی خلافت کو برحق اور درست تسلیم کرنا جائز نہیں تھا۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بھی منکر تھے اور بیعت کیے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے تھے جیسا کہ صاحبِ زبدہ کا موقف ہے، تو لامحالہ زمانہ تابعین میں اہل مدینہ میں یہ بات تو مشہور ہونی چاہیے تھی، جبکہ صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں اقامت اور اکابر علمائے مدینہ منورہ سے استفادہ اور شب و روز کی ملاقاتوں کے باوجود اہل مدینہ سے اس بات کا ذکر تک نہیں سنا اور مرکز اسلام کے علمائے اعلام کی تعلیمات کی روشنی میں دونوں مسائل (افضلیت وخلافت) پر پورے وثوق سے اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اعلان کیا ہے۔ اس لیے کہ افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام وتابعین عظام کی تصریحات حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے دوسری جلد میں گزر چکی ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

خلافتِ صدیقی پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں امام بیہقی کی تحقیق:

حضرت امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ نے اپنے تصنیف لطیف "الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد"، ص 486 پر عنوان قائم کیا ہے۔

"باب اجتماع المسلمین علی بیعۃ ابی بکر الصدیق وانقیادھم لامامتہ"

باب: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مسلمانوں کا مجتمع ہوجانا اور ان کی امامت کے لیے مطیع اور فرماں بردار ہونا۔"

پھر حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب کے تحت بیعت صدیقی کے بارے میں چند صفحات پر احادیث مبارکہ نقل کی ہیں جن میں تقریباً 99 فیصد احادیث صحیحہ ہی ہیں اور آخر میں نتیجہ یہ بیان کیا ہے:

"وقد صح بما ذکرنا اجتماعھم علی مبایعتہ مع علی بن ابی طالب فلا یجوز لقائل ان یقول: کان باطن علی اوغیرہ بخلاف ظاھرہ فکان علی اکبر محلا واجل قدرا من ان یقدم علی ھذا الامر العظیم بغیر حق او یظھر للناس خلاف ما فی ضمیرہ ولو جاز ادعاء ھذا فی اجماعھم علی خلافۃ ابی بکر لم یصح اجماع قط۔ (الاعتقاد والھدایۃ الیٰ سبیل الرشاد، ص 493، 494)

جو احادیث و آثار ہم نے ذکر کردیئے ہیں ان کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب سمیت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجتمع

اور متفق ہو جانا صحت کے ساتھ ضرور ثابت ہو گیا۔ پس کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف تھا (یعنی دلی طور پر بیعت صدیقی پر مطمئن نہ تھے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اس سے بلند و بالا ہے، کہ وہ اس امر عظیم پر ناحق اقدام کریں یا جو کچھ ان کے دل میں ہے لوگوں کے لیے اس کا خلاف ظاہر کریں اور اگر اس امر کا ادعاء سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جائز ہو جائے پھر تو کوئی اجماع (بھی) ہرگز صحیح نہ ہوگا۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے واضح ہوا کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک کے علماء اعلام اور ائمہ کرام کی تحقیق احادیث و آثار کی روشنی میں یہی ہے کہ خلافت ِ صدیقی پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ لہٰذا بیعت صدیقی کے بارے میں کسی صحابی کے ظاہر و باطن میں تفاوت کا دعویٰ مردود ہے اس لیے کہ اس قسم کے توہم سے اجماع متاثر نہیں ہوسکتا۔ اس سے ثابت ہوا چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک علماء و اعلام کی معلومات کے مطابق خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے منکرین مبتدعہ بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو تسلیم نہیں کیا لہٰذا خلافت صدیقی پر اجماع کہاں ہے؟ بلکہ بعض صحابہ کرام کے ظاہر و باطن میں تفاوت کا فرضی افسانہ پیش کیا ہے۔

نیز اگر بالفرض حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو تسلیم نہ کرتے پھر تو وہ روافض کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے محبوب اور ہیرو ہوتے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار پر صاحبِ زبدہ کے ثبوت کی اصل حقیقت:

شاہ جی رقمطراز ہیں:

(1) کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو افضل نہ جاننے کو سنّیت سے اخراج کے لیے کافی مانا جائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کو سنیت سے خارج مانا جائے گا؟ جنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا اور بیعت کئے بغیر مدینہ شریف چھوڑ کر شام چلے گئے، وہیں ان کا وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ ج2ص 223، الاستیعاب ج2ص 164)

(زبدۃ التحقیق، ص19)

(2) تبصرہ:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک سلسلہ طریقت کے بانی ہو کر اور علم عقیدہ کے ایک ماہر متکلم ہو کر تعلیم دے رہے ہیں کہ خلافت کی صحت کا عقیدہ ثابت ہے لہٰذا اس کا معتقد ہونا ضروری ہے کیونکہ اس پر اجماع صحابہ ہوا۔ گو کہ اہل علم کے ایک طبقے کو اس پر بھی کلام ہے کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک فقیہ اور مجتہد صحابی تھے اور دین میں ان کی بڑی خدمات ہیں (تا) وہ شریک اجماع نہیں ہوئے۔ اور شیخین میں سے کسی کی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔ (مقالات الاسلامیین، صفحہ 39/1، اسد الغابۃ، الاستیعاب)

(زبدۃ التحقیق، ص342)

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جس عبارت پر صاحبِ زبدہ نے یہ تبصرہ لکھا ہے اس کی حقیقی صورتحال کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے البتہ صاحبِ زبدہ کے معیار تحقیق کی طرف صرف توجہ دلانے کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت: ''ویکفیك فی العقیدة السلیمة ان تعتقد صحة خلافة ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔

اور عقیدہ سلیمہ میں تجھے یہ کافی ہوگا کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کی صحت کا عقیدہ رکھے۔''

اس عبارت میں حضرت شیخ نے حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کی صحت کا عقیدہ رکھنے کی بات کی ہے۔ اس میں خلافتِ مذکورہ پر اجماع صحابہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم یعنی چاروں حضرات کی خلافت پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کر بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ دین کا ادنیٰ خادم اور تاریخ اسلامی کا طالب علم بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلا شک و شبہ خلیفہ راشد ہیں لیکن ان کی خلافت پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اجماع اور اتفاق نہیں ہوا بلکہ اختلاف رائے ہو گیا تھا۔

جبکہ صاحبِ زبدہ نے حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ پر تھوپا ہے کہ وہ تعلیم دے رہے ہیں کہ (حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی) خلافت کی صحت کا عقیدہ ثابت ہے لہٰذا اس کا معتقد ہونا ضروری ہے کیونکہ اس پر اجماع صحابہ ہوا۔

(زبدۃ التحقیق)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیسا ہے صاحبِ زبدہ کا معیار تحقیق؟

اگر صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اور عقیدہ یہ ہے کہ صحتِ خلافت راشدہ کا موجب اجماعِ صحابہ ہے۔

اس سے تو لازم آئے گا کہ ''العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ'' حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی صحیح نہ تھی کیونکہ اس پر اجماع صحابہ نہیں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جبکہ کوئی بھی روشن عقیدہ شخص بقائمی ہوش وحواس یہ بات نہیں کہہ سکتا۔

(ب) صاحبِ زبدہ نے افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام کی نفی ثابت کرنے کے لیے عبارات منقولہ میں افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر تھوپ کر ''مقالات الاسلامیین' الاستیعاب' اسد الغابۃ'' کا حوالہ دیا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرت امام ابوالحسن اشعری، حافظ ابن عبدالبر مالکی، امام ابن اثیر جزری رحمہم اللہ تعالیٰ پر سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ نے ''مقالات الاسلامیین'' میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

کا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت نہ کرنا اور ان کی افضلیت وخلافت کو تسلیم نہ کرنا، نہیں لکھا بلکہ مقالات الاسلامیین کے جس مقام کا حوالہ صاحبِ زبدہ نے دیا ہے حضرت امام اشعری نے اس مقام پر واشگاف الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہونا بیان کیا ہے۔ جبکہ صاحبِ زبدہ نے امانت ودیانت کا خون کردیا ہے تو اب شاہ جی کی اس جرأت اور ذلیری پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے اور سچ بولنے کی اپیل ہی کی جاسکتی ہے

مقالات الاسلامیین میں خلافتِ صدیقی پر اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روشن بیان

حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"واول ماحدث من الاختلاف بين المسلمين، بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم اختلافهم فى الامامة، وذلك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قبضه الله عز وجل، و نقله الى جنته و دار كرامته، اجتمعت الانصار فى سقيفة بنى ساعدة بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم، و ارادوا عقد الامامة لسعد بن عبادة وبلغ ذلك ابابكر وعمر رضوان الله عليهما۔

فقصدا نحو مجتمع الانصار فى رجال من المهاجرين، فاعلمهم ابوبكر ان الامامة لا تكون الا فى قريش، واحتج عليهم بقول النبى صلى الله عليه وسلم: "الامامة فى قريش"، فاذعنوا لذلك منقادين و رجعوا الى الحق طائعين بعد ان قالت الانصار: منا امير ومنكم امير، وبعد ان جرد الحباب بن المنذر سيفه وقال: انا جذيلها المحكك، وعذيقها المرجب،

من یبارزنی ؟ وبعدان قام قیس بن سعد بنصرة ابیه سعد بن عبادہ حتی قال عمر بن الخطاب فی شانه ما قال ثم بایعوا ابابکر رضوان الله علیه واجتمعوا علی امامته واتفقوا علی خلافته وانقادوا لطاعته، فقاتل اهل الردة علی ارتدادهم کما قاتلهم رسول الله صلی الله علیه وسلم علی کفرهم .فاظهره الله عزوجل علیهم اجمعین و نصره علی جملة المرتدین وعادالناس الی الاسلام اجمعین واوضح الله به الحق المبین۔ (مقالات الاسلامین 39/1 تا 42)

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد، پہلا اختلاف جو مسلمانوں کے درمیان معرض وجود میں آیا وہ امامت وخلافت کے بارے میں ان کا اختلاف ہے اور وہ (اس طرح کہ) جب اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو دارِ فانی سے اٹھا لیا اور اپنی جنت اور دارِ کرامت کی طرف آپ کو منتقل فرمادیا، تو حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مدینۃ الرسول ﷺ میں سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے لئے عقدِ امامت وخلافت کا ارادہ کرلیا۔ اور حضرات انصار کے اس اقدام کی خبر حضرت ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کو پہنچی تو انہوں نے مہاجرین حضرات سے کچھ مردوں کی معیت میں انصار کے محلِ اجتماع کا قصد اور ارادہ کیا۔ (اور سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچے) تو انصار کے اس قول:

منا امیر ومنکم امیر۔ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو، کے بعد، اور بعد اس کے کہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور کہا: انا جذیلها المحکك وعذیقها المرجب۔ من یبارزنی ؟

میں وہ نصب کی ہوئی لکڑی ہوں جس کے ساتھ خارشی اونٹ اپنا بدن رگڑ کر

خارش اور کھجلی کی بے چینی کو رفع کرتا ہے۔اور میں وہ پھل دار، کھجور کا عمدہ درخت ہوں جس کے ساتھ پتھر کی دیوار وغیرہ لگا دی گئی ہو، درخت کی لمبائی اور پھل زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے گر جانے کے خوف سے۔یا جس کے ارد گرد کانٹوں کی باڑ لگا دی گئی ہوتا کہ اس پر چڑھا نہ جا سکے۔

(یعنی میں نخلہ کریمہ کی طرح بڑا نفع بخش انسان ہوں میری رائے پر اعتماد کیا جاتا ہے معاملہ فہم اور صائب الرائی ہونے میں معروف ہوں لوگ اپنے الجھے ہوئے معاملات میں میری طرف رجوع کرتے ہیں اور میں ایسی عمدہ رائے دیتا ہوں جس سے تنازع اور جھگڑے کی بے چینی رفع کر لیتے ہیں جیسے خارشی اونٹ اس لکڑی کے ساتھ اپنا بدن رگڑ کر خارش کی بے چینی رفع کرتا ہے)

اور بعد اس کے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نصرت اور مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے حتی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جو کہا (تو اس تمام گفت وشنید وغیرہ کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو آگاہ کیا کہ بیشک امامت وخلافت صرف قریش میں ہوگی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مقدس:

''الامامة فی قریش ،،امامت وخلافت قریش میں ہے،

کے ساتھ ان پر حجت قائم کی تو حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے انقیاد اور فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کا اذعان اور یقین کر لیا اور بہ رضاء ورغبت حق کی طرف لوٹ آئے پھر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت کر لی اور ان کی امامت پر تمام صحابہ کرام مجتمع ہو گئے اور ان کی خلافت پر متفق ہو گئے اور ان کی

اطاعت کے لیے مطیع ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے ان کے ارتداد پر قتال کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفر پر ان سے قتال کیا تھا۔ تو اللہ عزوجل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان تمام پر غلبہ عطا فرمایا اور تمام مرتدین پر ان کی مدد فرمائی اور تمام لوگ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ حق مبین کو واضح فرما دیا۔

امام ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"و حديث السقيفة "اناجذيلها المحكك ،هو تصغير جِذل و هو العود الذى ينصب للابل الجربى لتحتك به و هو تصغير تعظيم :اى انا ممن يستشفى برايه كما تستشفى الابل الجربى بالاحتكاك بهذا العود(النهاية 251/1)

فى حديث السقيفة "اناجذيلها المحكك : و عذيقها المرجب. الرجبة هو ان تعمد النخلة الكريمة ببناء من حجارة اوخشب اذا خيف عليها لطولها و كثرة حملها ان تقع ورجبتها فهى مرجبة. والعذيق: تصغير العذق بالفتح، وهى النخلة وهو تصغير تعظيم و قد يكون ترجيبها بان يجعل حولها شوك لئلا يرقى اليها. (نهاية 197/2)

دونوں عبارات کا خلاصہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ضروری تنبیہ:

حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف لطیف مقالات الاسلامیین کی عبارت مذکورہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا روشن بیان فرمایا ہے اور اس قدر پُر زور اور

واشگاف الفاظ لکھے ہیں کہ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے ابہام تو در کنار خلافِ مقصود کا احتمال بھی باقی نہیں رہا، چنانچہ بطور خاص یہ جملے ملاحظہ فرمائیں:

''ثم بایعوا ابابکر رضوان اللہ علیہ واجتمعوا علی امامته واتفقوا علی خلافته وانقادوا الطاعته۔''

ترجمہ گزر چکا ہے۔

یہ ہے اصل حقیقت جبکہ صاحبِ زبدہ کی کرم فرمائی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اب آئندہ صفحات پر مقالات الاسلامیین کی اصل عبارات کا عکس ملاحظہ کر کے شاہ عبدالقادر صاحب کی علمی خیانت اور غلط بیانی کی تصدیق کر لیں اور اس دلیری پر انہیں داد دیں۔

مَقالاتُ الإسْلاميّين

وَاخْتِلافُ المُصَلّين

تأليف

شيخ أهل السنة والجماعة الإمام
أبي الحسن علي بن إسماعيل الأشعري
المتوفى في عام ٣٣٠ من الهجرة

بتحقيق

محمد محيي الدين عبد الحميد
عفا الله تعالى عنه !

الجزء الأول

مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین

جلداول صفحہ نمبر 39

وأولُ ماحدث من الاختلاف بين المسلمين- بعد نبيهم صلى الله عليه وسلم!- اختلافُهم فى الإمامة ، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قَبَضه الله عزّ وجلّ ، ونقله إلى جَنّته ودَارِ كرامته ، اجتمعت الأنصارُ فى سقيفة بنى سَاعِدَة[١] بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم ، وأرادوا عَقْد الإمامة لسَعْد بن[٢]

هل يقسم على ورثته كما تقسم تركة كل واحد من المسلمين علي ورثته ، أم يرد إلى خليفته من بعده ليجعله من مصارف الدولة الإسلامية ؟ وسنذكر وجهى النظر فى هذه المسألة بعد أن نبين المسألة التى تعرض لها المؤلف .

(١) بنو ساعدة : قوم من الأنصار ، من بنى كعب بن الخزرج بن ساعدة ، منهم سعد بن عبادة وسهل بن سعد الساعديان ، رضى الله عنهما ! وسقيفتهم فى المدينة بمنزلة دار الندوة التى كانت لقريش فى مكة ، وكانت السقيفة مكانا يجتمعون فيه حين يجد ما يدعو إلى تداول الرأى .

(٢) هو سعد بن عبادة بن دليم بن حارثة بن حرام ، أحد بنى الخزرج بن ساعدة بن كعب بن الخزرج ، وهو سيد الخزرج ، ويكنى أبا ثابت وأباقيس ، شهد بيعة العقبة ، وكان أحد النقباء ، واختلف فى شهوده موقعة بدر الكبرى ، فأثبته البخارى ، وقال ابن سعد : كان يتهيأ للخروج فنهس فأقام ، وقال النبى صلى الله عليه وسلم فى حقه : « لقد كان حريصا عليها » : قال ابن سعد : وكان يكتب بالعربية ، ويحسن السباحة والرمى ، ولهذا كان يقال له « الكامل » وكانت له شهرة مستفيضة بالجود ، هو وأبوه وجده وولده ، وكان لهم حصن ينادى من فوقه كل يوم : من أحب الشحم واللحم فليأت أطم دليم بن حارثة ، ويروى عن ابن عباس أنه قال : كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم فى كل غزواته رايتان : راية للمهاجرين يحملها على بن أبى طالب ، وراية للأنصار يحملها سعد بن عبادة .

وسيأتى ذكر ابنه قيس بن سعد بن عبادة ، وأنه حمل الراية بدل أبيه فى بعض المواقع ، كماسنذكرأن أبا بكر حمل راية المهاجرين يوم تبوك لتغيب على عن هذه الموقعة

مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین

جلداول صفحہ نمبر 40

— ٤٠ —

عُبَادة ، و بلغ ذلك أبا بكر(١) وعمر(٢) — رضوان الله عليهما — فقصدا نحو مُجْتَمَع

---

(١) أبو بكر : اسمه عبد الله بن عثمان بن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب ، القرشى ، التيمى ، صديق رسول الله صلى الله عليه وسلم وخليله وخليفته ، وثانى اثنين إذ هما فى الغار ، وكنية أبيه عثمان أبو قحافة ، ولد بعد عام الفيل بسنتين وستة أشهر ، وصحب النبي صلى الله عليه وسلم قبل البعثة ، وسبق إلى الإيمان به ، واستمر معه طول إقامته بمكة ، ورافقه فى الهجرة وفى الغار وفى المشاهد كلها ، إلى أن انتقل النبى صلى الله عليـه وسلم إلى جوار ربه ، وكانت الراية معه يوم تبوك ، ولم يكن على ممن حضر تبوك ، وحج بالناس فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم سنة تسع من الهجرة ، واستقر خليفة فى الأرض بعده ، ولقبه المسلمون « خليفة رسول الله » وروى عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت : اسم أبى بكر الذى سماه به أهله عبد الله ، ولـكن غلب عليه فى ألسنة الناس عتيق .

(٢) هو عمر بن الخطاب بن نفيل بن عبد العزى بن رياح بن عبد الله بن رزاح ابن عدى بن كعب بن لؤى بن غالب ، القرشى ، العدوى ، أبو حفص ، أمير المؤمنين ، ولد قبل مبعث النبى صلى الله عليه وسلم بثلاثين سنة ، وكان إليه فى الجاهلية السفارة ، وكان عند البعثة النبوية شديدا على النبى وأصحابه ، ثم أسلم فـكان إسلامه فتحا على المسلمين وفرجا لهم من الضيق ، حتى قال ابن مسعود : ما عبدنا الله جهرة حتى أسلم عمر ، وحدث بعض ولده قال : سمعنا أشياخنا يذكرون أن عمر كان أبيض ، فلما كان عام الرمادة — وهى سنة المجاعة — ترك أ كل اللحم والسمن وأدمن أ كل الزيت حتي تغير لونه فشحب ، وقد كان النبى صلى الله عليه وسلم قبل أن يسلم عمر يقول : « اللهم أعز الإسلام بأحب العمرين إليك : أبى جهل عمرو بن هشام ، وعمر بن الخطاب » فكان أحبهما إلى الله عمر بن الخطاب ، فأعز به دينه ، ولما أسلم طلب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يعلن دينه ويظهره ويخرج هو وأصحابه من دار الارقم بن أبى الأرقم التي كانوا يختلفون إليها خفية من الـكفار ، فخرج الرسول بينه وبين حمزة بن عبد المطلب ، وأصحابه معه ، فلما رأتهم قريش ورأت عمر معهم علموا أن النبي قد امتنع منهم به ، فلم تصبهم كآبة كالتى أصابتهم يومئذ ، ومن يومئذ لقبه النبى صلى الله عليه وسلم « الفاروق » .

مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین

جلد اول صفحہ نمبر 41

الأنصار فى رجال من المهاجرين ، فأعلمهم أبو بكر أن الإمامة لا تكون إلا فى قريش ، واحتجّ عليهم بقول النبى صلى الله عليه وسلم « الإمامة فى قريش » فأذعنوا لذلك منقادين ، ورجعوا إلى الحق طائعين ، بعد أن قالت الأنصار : منا أمير ومنكم أمير ، و بعد أن جرّد الحُبابُ بن المنذر (١) سَيْفَه وقال : أنا جُذَيْلها المحكّك ، وعُذَيْقُها المُرَجَّب (٢) ، مَنْ يبارزنى ؟ بعد أن قام قيس بن (٣) سَعْد بنُصْرة أبيه سَعْد بن عُبَادة حتى قال عمر بن الخطاب فى شأنه ما قال ، ثم بايعوا أبا بكر، رضوان الله عليه ! واجتمعوا على إمامته ، واتفقوا على خلافته ، وانقادوا لطاعته ، فقاتل أهلَ الرِّدة على ارتدادهم كما قاتلهم رسولُ الله صلى الله عليه وسلم

---

(١) هو الحباب — بضم الحاء — بن المنذر بن الجموح بن زيد بن حرام بن كعب بن غنم بن كعب بن سلمة ، الأنصارى ، الخزرجى ، السلمى ، شهد بدرا ، وهو الذى قال للنبى صلى الله عليه وسلم يوم بدر فى شأن موقفه وموقف أصحابه قبل القتال : يا رسول الله ، أهذا منزل أنزلكه الله ليس لنا أن نتعداه أم هو الرأى والحرب ؟ فقال النبى « بل هو الرأى والحرب » فقال الحباب : كلا ! ليس هذا بمنزل ، فقبل النبى صلى الله عليه وسلم قوله ، وهو القائل في يوم سقيفة بنى ساعدة هذه العبارة التى ذكرها المؤلف .

(٢) هذه الجملة تضرب مثلا لمن يعتمد على رأيه ويستشفى به من الضلالة ، والجذيل : تصغير جذل — بكسر الجيم وسكون الدال — وهو فى الأصل عود ينصب للابل الجربى لتحتك به ، والعذيق : تصغير العذق — بفتح فسكون — وهو النخلة بحملها ، والمرجب : اسم المفعول من قولهم « رجب النخلة ترجيبا » إذا بنى حولها دكانا تعتمد عليه ، وذلك إنما يصنع إذا كثر ثمرها حتى خيف أن تسقط منه ، ولم يرد بالتصغير فى الموضعين إلا المدح .

(٣) قيس بن سعد بن عبادة ، وتقدم ذكر أبيه ، أنصارى ، خزرجى ، كنيته أبو الفضل ، وقيل : أبو القاسم ، كان يحمل راية الأنصار مكان أبيه أحيانا ، وكان كريما سخيا ، داهية ، من ذوى الرأى ، شهد فتح مصر ، وابتنى بها دارا ، وكان من النبى صلى الله عليه وسلم بمنزلة صاحب الشرطة من الأمير .

مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین

جلد اول صفحہ نمبر 42

على كفرهم ، فأظهره الله عزّ وجلّ عليهم أجمعين ، ونصره على جملة المرتدّين ، وعاد الناس إلى الإسلام أجمعين ، وأوضح الله به الحقّ المبين (١) .

---

(١) حدث أمير المؤمنين أبو حفص عمر الفاروق بن الخطاب ، رضى الله عنه ! قال : « كان من خبرنا — حين توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم — أن عليا والزبير ومن كان معهما تخلفوا فى بيت فاطمة بنت رسول الله صلي الله عليه وسلم ، وانحاز الأنصار بأجمعهم فى سقيفة بنى ساعدة ، واجتمع المهاجرون إلى أبى بكر ، فقلت له : يا أبا بكر ، انطلق بنا إلى إخواننا من الأنصار ، فانطلقنا نؤمهم حتى لقينا رجلان صالحان فذكرا لنا الذى صنع القوم ، فقالا : أين تريدون يامعشر المهاجرين ؟ فقلت : نريد إخواننا من الأنصار ، فقالا : لا عليكم ألا تقربوهم ، واقضوا أمركم يا معشر المهاجرين ، فقلت : والله لنأتينهم ، فانطلقنا حتى جئناهم فى سقيفة بنى ساعدة ، فإذا هم مجتمعون ، وإذا بين ظهرانيهم رجل مزمل ، فقلت : من هذا ؟ فقالوا : سعد بن عبادة ، فقلت : ماله ؟ قالوا : وجع ، فلما جلسنا قام خطيبهم ، فأثنى على الله بما هو أهله ، وقال : أما بعد فنحن أنصار الله ، وكتيبة الإسلام ، وأنتم يا معشر المهاجرين رهط نبيا ، وقد دفت دافة منكم تريدون أن تختزلونا من أصلنا وتحضنونا من الأمر ، فلما سكت أردت أن أتكلم — وكنت قد زورت مقالة أعجبتنى أردت أن أقولها بين يدى أبى بكر ، وكنت أدارى منه بعض الحد ، وهو كان أحكم منى وأوقر — والله ما ترك من كلمة أعجبتنى في تزويرى إلا قالها فى بديهته وأفضل حين سكت ، فقال : أما بعد فما ذكرتم من خير فأنتم أهله ، وما تعرف العرب هذا الأمر إلا لهذا الحى من قريش : هم أوسط العرب نسبا ودارا ، وقد رضيت لكم أحد هذين الرجلين أيهما شئتم ، وأخذ بيدى ، ويد أبى عبيدة بن الجراح ، فلم أكره مما قال غيرها ، كان والله أن أقدم فتضرب عنقى لا يقربنى ذلك الأمر أحب إلى أن أتأمر على قوم فيهم أبو بكر ، فقال قائل من الأنصار : أنا جذيلها المحكك ، وعذيقها المرجب ، منا أمير ومنكم أمير يا معشر قريش ، فقلت لمالك : ما يعنى « أنا جذيلها المحكك وعذيقها المرجب » قال : كأنه يقول أنا داهيتها ، قال : فكثر اللغط ، وارتفعت الأصوات حتى خشينا الاختلاف ، فقلت : ابسط يدك يا أبا بكر ، فبسط يده ، فبايعته وبايعه المهاجرون ثم بايعه الأنصار ، قال عمر : أما والله

الابانة عن اصول الديانة میں خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کا روشن بیان

حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی دوسری تصنیف لطیف: الابانة عن اصول الديانة، میں بھی خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روشن تصریحات کی ہیں ان سے ایک ملاحظہ فرمائیں:

الكلام فی امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

قال اللہ تبارك وتعالیٰ:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط.....(النور: 24/55)

اللہ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ انہیں زمین میں ضرور ضرور خلافت دیگا جس طرح ان لوگوں کو خلافت دی جو ان سے پہلے تھے اور مضبوط کر دے گا ان کے لیے ان کا وہ دین جسے (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لیے پسند فرمایا اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو ضرور امن سے بدل دیگا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

وقال تعالیٰ:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (الحج: 22/41)

وہ لوگ (ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائیں (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

و اثنی اللہ تعالیٰ علی المهاجرین والانصار والسابقین الی الاسلام و علی اهل بیعة الرضوان و نطق القرآن بمدح المهاجرین والانصار رضی اللہ عنهم اجمعین فی مواضع کثیرة و اثنی علی اهل بیعة الرضوان فقال تعالیٰ۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، الآية

(الفتح: 48/18)

و قد اجمع هؤلاء الذین اثنی اللہ علیهم و مدحهم علی امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه وسموه خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و بایعوه و انقادوا له واقروا له بالفضل۔ وكان افضل الجماعة فی جميع الخصال التی يستحق بها الامامة، من العلم والزهد، و قوة الرأی، وسياسة الامة وغير ذلك۔ (الابانة عن اصول الديانة، ص 252/251)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرات مہاجرین وانصار اور سابقین الی الاسلام اور اہل بیعتِ رضوان رضی اللہ عنہم کی ثنا اور مدح فرمائی ہے اور قرآن کریم، کثیر مقامات میں حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی مدح کے ساتھ ناطق ہے اور اس نے اہل بیعتِ رضوان کی ثنا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ،الآية۔

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے۔ تا آخر۔

ان تمام صحابہ کرام، جن کی اللہ تعالیٰ ثنا اور مدح کی ہے، نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر ضرور اجماع کیا ہے اور ان کا نام ”خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،، رکھا ہے اور ان کی بیعت کی اور ان کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور تمام حضرات نے ان کی فضلیت کا اقرار کیا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ان تمام اوصاف وخصال میں افضل تھے جن کے سبب امامت وخلافت (بلافصل) کے مستحق ہوئے ، یعنی علم اور زہد اور قوت رائے اور سیاستِ امت اور ان کے علاوہ اوصاف وکمالات۔ (الابانۃ عن اصول الدیانۃ)

بحمد ہ تعالیٰ حضرت امام اشعری قدس سرہ العزیز نے عبارت منقولہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصریح ، وقد اجمع ھؤلاء الذین اثنی اللہ علیھم و مدحھم علی امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھ علم وزہد وقوت رائے اور سیاست امت وغیر ذلک ، اوصاف وکمالات میں جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل ہونے یعنی افضلیت مطلقہ کی تصریح بھی کردی ہے۔ وللہ الحمد

الاستیعاب اور اسد الغابۃ کی روایت کی حقیقی صورتحال

صاحبِ زبدہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار تھوپا ہے اور ثبوت کے طور پر الاستیعاب اور اسد الغابۃ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے پہلے دونوں کتب کی اصل روایت ملاحظہ کریں پھر صاحبِ زبدہ کی کرم فرمائی،

الاستیعاب میں بغیر کسی سند کے روایت نقل کی ہے:

و تخلف سعد بن عبادة عن بيعة ابی بکر رضی الله عنه وخرج من المدينة ولم ينصرف اليها الى ان مات بحوران من ارض الشام لسنتين و نصف مضتا من خلافة عمر رضی الله عنه وذلك سنة خمس عشرة وقيل: سنة اربع عشرة وقيل: بل مات سعد بن عبادة فی خلافة ابی بکر سنة احدى عشرة. (الاستیعاب 360/1)

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پیچھے رہے (بیعت نہیں کی) اور مدینہ منورہ سے نکل گئے اور اس کی طرف واپس نہیں پلٹے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال چھ ماہ گزر چکے تھے تو سرزمین شام پر حوران میں وفات پائی اور یہ 15 سنہ ھ کا واقعہ ہے اور کہا گیا ہے کہ 14 سنہ ھ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وفات پائی ہے اور کہا گیا ہے: بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 11 سنہ ھ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

اسد الغابۃ میں بغیر کسی سند کے یہ روایت بایں الفاظ منقول ہے:

و لما توفی النبی صلی الله عليه وسلم طمع فی الخلافة و جلس فی سقيفة بنی ساعدة ليبايع لنفسه فجاء اليه ابوبكر و عمر فبايع الناس ابابكر و عدلوا عن سعد فلم يبايع سعد ابابكر ولا عمر وسار الى الشام فاقام بحوران الى ان مات سنة خمس عشرة وقيل: سنة اربع عشرة وقيل: مات سنة احدى عشرة. (اسد الغابة، ص 469)

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

خلافت وامارت میں طمع کیا اور سقیفۂ بنی ساعدہ میں بیٹھ گئے تا کہ اپنے لیے بیعت لیں تو ان کی طرف حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے عدول کیا،

پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور شام کی طرف چلے گئے تو حوران میں اقامت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ سنہ 15ھ میں وفات پا گئے اور کہا گیا ہے کہ سنہ 14ھ میں اور کہا گیا ہے کہ سنہ 11ھ میں فوت ہوئے۔

الجواب:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) روایت مذکورہ کا نفس الامری حقیقت اور واقعیت سے کتنا تعلق ہے؟ یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے اس لیے کہ ایک طرف کتب احادیث میں اسانید صحیحہ اور حسنہ کے ساتھ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات موجود ہیں اور بلا استثناء حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی تصریحات بھی موجود ہیں اور حضرات تابعین عظام وائمۂ اعلام بھی خلافتِ صدیقی اور بیعتِ صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کے ناقلین ہیں جبکہ دوسری طرف بغیر کسی سند صحیح کے یہ روایت ہے جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کا ذکر تو نہیں ہے لیکن ان کی بیعت نہ کرنے کا ذکر ہے اور اسد الغابۃ

میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خلافت و امارت کا طمع تھا لیکن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو اس وجہ سے انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔

بیعتِ صدیقی سے تخلف والی روایت مردودہ ہونے پر علمائے اعلام کی تصریح

اقول: احادیث صحیحہ صریحہ اور تصریحاتِ اسلاف کرام وائمہ اعلام کے خلاف روایت کا باطل اور مردود ہونا دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے اسی لیے علمائے اعلام اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس روایت کے باطل اور مردود ہونے کی تصریح کی ہے ملاحظہ کریں:

امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قد علم مما قدمناه ان الصحابة رضوان الله عليهم اجمعوا على ذلك و ان ما حكى من تخلف سعد بن عبادة عن البيعة مردود.

(صواعق محرقة، ص 13)

ہم جو دلائل پہلے بیان کر چکے ہیں ان سے ضرور معلوم ہو چکا کہ بیشک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیعت صدیقی سے پیچھے رہنا (بیعت نہ کرنا) جو حکایت کیا گیا ہے (وہ) بالیقین مردود ہے۔

فخر المتکلمین علامہ محمد عبد العزیز پرہاروی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

وما قیل ان سعد بن عبادة لم یبایعه وخرج من المدینة ومارو ی انهم ازدحموا علی بیعة ابی بکر فقتلوه باقدامهم فلم یصح شیء منهما۔

(النبراس، ص494)

اور جو کہا گیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے ہی نکل گئے اور جو روایت کیا گیا ہے کہ سقیفہ میں موجود لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اس قدر بھیڑ کر دی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنے قدموں کے ساتھ ہی قتل کر دیا۔ (قدموں کے نیچے کچل ڈالا) تو ان دونوں روایات سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔

حضرت علامہ پرہاروی قدس سرہ العزیز دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

وفی موته خلاف فقیل کان یومئذ محموما فلما ازدحم الناس علی بیعة ابی بکر مات سعد فی الازدحام و قیل لم یبایع ابابکر و خرج من المدینة حتی بال فی جحر فقتله الجن (الی ان قال) وعندی فی صحة الروایتین نظر والصحیح انه بایع ابابکر وهو اعظم عند الله من ان یقتله الجن۔

(النبراس، ص580)

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ سقیفہ میں اجتماع کے دن بیمار تھے پھر جب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر بھیڑ کر دی تو بھیڑ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے چلے گئے یہاں تک کہ ایک بل میں پیشاب کیا تو جن نے انہیں قتل کر دیا (تا) اور میرے نزدیک

دونوں روایات کی صحت میں نظر ہے۔اور صحیح بات یہی ہے کہ بیشک حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے اور وہ عند اللہ اس سے عظیم تر ہیں کہ انہیں جن قتل کر دے۔

(ب) جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے امارت وخلافت کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مستحضر اور یاد نہ ہونے کی وجہ سے امیر اور خلیفہ بننے کا قصد اور ارادہ کیا تھا اور حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے لیے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں اکھٹے ہوئے تھے یہ تو حقیقت ہے لیکن حضرت ابوبکر وعمر ودیگر مہاجرین حضرات رضی اللہ عنہم کی سقیفہ میں آمد پر حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی گفتگو سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس: الائمۃ من قریش سنایا، جو کہ علمائے اعلام کی تصریح کے مطابق کوئی چالیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

”فلما سمعوا حديث" الائمة من قريش ،،رجعوا عن ذلك و اذعنوا قلت: حديث" الائمة من قريش ،،(الى ان قال) و قد جمعت طرقه عن نحو اربعين صحابيا لما بلغني ان بعض فضلاء العصر ذكر انه لم يروا الا عن ابی بكر الصديق۔ (فتح البارى شرح صحيح البخارى 39/7)

جب حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حدیث شریف: ”الائمۃ من قریش،، سنی تو اپنے موقف سے رجوع کرلیا اور اس حدیث کے مطابق اذعان اور یقین کرلیا، میں کہتا ہوں: حدیث: الائمۃ من قریش۔(تا) اور میں نے

کوئی چالیس صحابہ کرام سے اس کے طرق جمع کیے ہیں جب مجھے یہ بات پہنچی کہ بعض فضلاء عصر نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الائمة من قریش وھو حدیث صحیح ورد من طرق عن نحو اربعین صحابیا۔ (الصواعق المحرقة، ص11)

اوران صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جیسا کہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ولقد علمت یا سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وانت قاعد: ''قریش ولاۃ ھذا الامر فبرالناس تبع لبرھم و فاجرھم تبع لفاجرھم قال: فقال له سعد: صدقت نحن الوزراء وانتم الامراء۔

(مسند امام احمد 1/199)

اوراے سعد آپ کو ضرور معلوم ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ بھی بیٹھے تھے: اس امر (امامت وخلافت) کے والی قریش ہیں پس اچھے اور نیک لوگ ان کے نیک کے تابع ہیں اور ان کے فاجر، قریش کے فاجر کے تابع ہیں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے (میری موجودگی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے لہٰذا سعد اعلان کرتا ہے کہ) ہم وزراء ہیں اور تم امراء ہو۔،،

جب حدیث شریف: ''الائمة من قریش،، کے راویوں میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا شامل ہونا مسند امام احمد کی حدیث صحیح سے ثابت ہے اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خلافت و امارت میں طمع والے اپنے موقف سے رجوع کا مجمع عام میں اعلان کرنا بھی مسند امام احمد کی حدیث صحیح سے ثابت ہے وہ اس طرح کہ سقیفہ کے اجتماع میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف واقرار کیا کہ:

''نحن الوزراء وانتم الامراء۔

ہم (تمہارے) وزرا ہیں اور تم امراء اور خلفاء ہو۔،،

اور مسند امام احمد کی یہ حدیث صحیح، بخاری و مسلم کے راویوں کی روایت سے مروی ہے۔تو ان حقائق واقعیہ کی موجودگی میں صرف ایک غیر مستند روایت کی بنیاد پر اس بات کو کیونکر درست تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سید الخزرج اور پیکر اخلاص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خلافت میں طمع کی بنا پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت کیے بغیر مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے؟ ایسی روایت ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا صاحبِ زبدہ کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تسلیم نہ کرنے کے فرضی افسانے سے افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تسلیم نہ کرنے پر استدلال بھی سراسر باطل ہے۔ وللہ الحمد

(ج) یہ بات بھی باعث حیرت ہے کہ صاحبِ زبدہ نے الاستیعاب اور اسد الغابہ اور مقالات الاسلامیین کا حوالہ دے کر پورے وثوق سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا منکر بتایا ہے اور کہا ہے: جنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا۔(زبدہ، ص 19)

اور دوسری جگہ پر لکھا: اور شیخین میں سے کسی کی بیعت کیے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے۔ (زبدہ،ص 342)

(مکمل عبارات گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہیں) جبکہ مقالات الاسلامیین کے حوالہ کی اصل حقیقت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ صاف غلط بیانی ہے۔

اور الاستیعاب اور اسد الغابہ میں بھی انکارِ خلافت کی کوئی روایت نہیں ہے صرف بیعت سے تخلف کی ایک روایت مردودہ نقل کی گئی ہے جبکہ اس سے بیعت نہ کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ خلافت کا انکار ثابت ہو سکے۔

نیز صاحب زبدہ کی ڈبل چالاکی یہ ہے کہ الاستیعاب اور اسد الغابہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں تین قول لکھے ہیں۔

نمبر 1 سنہ 11 ھ میں خلافتِ صدیقی میں وفات پائی۔

نمبر 2 سنہ 14 ھ میں

نمبر 3 سنہ 15 ھ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

تو سنہ 11 ھ والے قول کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خلافتِ فاروقی کا زمانہ ہی نہیں پایا، لیکن پھر بھی شاہ عبدالقادر صاحب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یقینی طور پر خلافتِ فاروقی کا بھی منکر بتاتے ہیں۔ کیسی انوکھی تحقیق ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز صاحب زبدہ کے لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ نہ ماننے کے جعلی افسانے سے افضلیت نہ ماننے پر استدلال کا کوئی جواز ہی نہیں ہے اس لئے کہ آنجناب رقمطراز ہیں کہ:

امامت کے لیے افضلیت کا عقیدہ روافض اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے

(تا) امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترتیب افضلیت کی بنیاد جس چیز پر رکھی ہے وہ اہل سنت کا عقیدہ ہی نہیں ہے۔ (زبدہ، ص 222)

فقیر راقم الحروف کہتا ہے: جب صاحبِ زبدہ کی یہی تحقیق ہے تو پھر بالفرض اگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو امام اور خلیفہ نہیں مانا تو اس سے افضلیت کا انکار کیسے ثابت ہوگیا؟ کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ امامت کے لیے افضلیت کا عقیدہ رکھتے تھے جو روافض اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے؟

کیسی چالاکی ہے کہ اگر کسی نے خلافت میں اولیت سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر استدلال کیا ہے تو کہتے ہیں: امامت کے لیے افضلیت کا عقیدہ اہل سنت کا مذہب ہی نہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت مردودہ کی معنوی تحریف کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار تھوپا ہے تو ساتھ ہی افضلیت کا انکار بھی تھوپ دیا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ صاحب زبدہ نے استدلال مذکور میں لاشعوری طور پر اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب اور موقف بھی یہی تھا کہ خلافتِ نبوت کے لیے امام اور خلیفہ افضل ہونا چاہیے ورنہ صاحب زبدہ کیلئے خلافت کے انکار سے افضلیت کے انکار پر استدلال کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ وللہ الحمد

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں

صاحبِ زبدہ کی بنیادی دھاندلی:

دراصل صاحبِ زبدہ نے دھاندلی یہ کی ہے کہ کسی شخص کا خلیفہ کی بیعت نہ کرنا اس کو خلیفہ نہ ماننا ہے۔اور پھر روایت مردودہ کو بنیاد بنا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈال دیا کہ انہوں نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی لہٰذا ان کو خلیفہ نہیں مانا۔نعوذ باللہ من ذلك جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ خلافت کے بارے میں یہ صاحب زبدہ کی دھاندلی اور چالاکی کا نتیجہ ہے کیونکہ کسی کو خلیفہ ماننے کے لیے اس کی بیعت کرنا سب پر لازم اور ضروری نہیں ہے کہ خلیفہ صرف اس نے مانا ہے جس نے بیعت کی ہے اور جو شخص بیعت کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا اس نے خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا۔

اگر یہی ضابطہ ہے تو کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے موقع پر تمام مقامات سے تمام اہل اسلام اور بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بیعت کے لیے مدینہ منورہ جمع کیا گیا تھا اور تمام نے آکر بیعت کی تھی اور جو بیعت کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا اس نے آپ کو خلیفہ نہیں مانا؟

کیا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی تھی تو جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہزاروں کی تعداد میں جہاد میں مصروف تھے اور ایسے ہی دوسرے اہل اسلام، ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے مدینہ منورہ بلوایا تھا؟ کیا وہ ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والوں میں شامل نہیں ہوئے انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہی نہیں مانا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اسی طرح حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقامات پر جہاد میں مصروف تھے اور ایسے دیگر اہل اسلام، تو کیا ان تمام کو بیعت کے لیے مدینہ منورہ بلوایا گیا تھا؟ جب نہیں بلایا گیا اور وہ بیعت کرنے والوں میں شامل نہیں ہوئے تو کیا وہ ہزاروں صحابہ کرام خلافت عثمانی کے منکر تھے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بھی ہزاروں صحابہ کرام و دیگر اہل اسلام مصروفِ جہاد تھے یا دور دراز مقامات پر خدماتِ اسلامیہ اور دوسرے مشاغل میں مصروف تھے، اور دور دراز شہروں میں سکونت پذیر تھے، تو کیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے ان تمام کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا گیا تھا کہ آ کر بیعت کریں اور جن صحابہ کرام و دیگر اہل اسلام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی ان تمام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہی تسلیم نہیں کیا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

اگر کسی صحابی کے بارے میں کسی خلیفہ کی بیعت نہ کرنے کی روایت مل جانے کا یہی معنی ہے کہ اس صحابی نے انہیں خلیفہ ہی نہیں مانا،

تو گزارش یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ فقیر راقم الحروف کا موقف اور نظریہ تو یہ ہے کہ حقیقت واقعیہ اور صحیح بات یہی ہے کہ بیعتِ سقیفہ کے بعد بیعت عامہ کے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی، پھر حضرت فاطمہ زہراء کی وفات کے بعد اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے جو آپ کے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت اور بعض دیگر اُمور کے سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس زیادہ وقت نہ دے سکنے کی وجہ سے، کچھ ذہنوں میں پیدا ہوئی تھی تو دوبارہ علانیہ تجدید بیعت کی۔

لیکن صاحب زبدہ اپنے اس ضابطہ: کہ جب تک کسی شخص نے خلیفہ کی بیعت نہیں کی تب تک اسے خلیفہ ہی نہیں مانا،، سے جہادی مہم میں مصروف اور دور دراز علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے صرف مقامی لوگوں کے ساتھ اس حکم کو مخصوص کریں، تو پھر بھی انہیں سخت مشکل درپیش ہے۔اس لیے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ صرف ایک روایت مردودہ پیش کر سکے ہیں، جبکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث کی عظیم کتاب: صحیح مسلم شریف میں متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت موجود ہے کہ انہوں نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اس کے بعد بیعت کی ہے۔ملاحظہ کریں:

’’و کان لعلی من الناس جهة حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر و مبایعته ولم یکن بایع تلك الاشهر فارسل الی ابی بکر (الی ان قال)، فسر بذلك المسلمون و قالوا اصبت و کان المسلمون الی علی قریبا حین راجع الامر المعروف (وفی روایة اخری) ثم قام علی فعظم من حق ابی بکر و ذکر فضیلته و سابقته ثم مضی الی ابی بکر فبایعه فاقبل الناس الی علی فقالوا اصبت و احسنت فکان الناس قریبا الی علی حین قارب الامر والمعروف۔ (صحیح مسلم 2/91-92)

(یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد) حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی حیات اور زندگی تک تو لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ تھی پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی وہ توجہ نہ دیکھی لوگوں کے چہروں میں اجنبیت دیکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صلح اور ان کی بیعت کرنا چاہی، ولم یکن بایع تلك الاشهر۔ اور ان مہینوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (تا) تو مسلمان (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کے ساتھ مسرور ہوگئے اور انہوں نے کہا: آپ نے درست کہا ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہوگئے جب آپ نے امر معروف کی طرف رجوع کرلیا۔،،

(اور دوسری روایت میں ہے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور آپ کی فضیلت اور سبقت کا ذکر کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف چل کر گئے تو ان کی بیعت کی تو لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا آپ نے درست کیا ہے اور اچھا کیا ہے۔ پھر لوگ (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گئے جس وقت آپ اچھے کام (بیعتِ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے قریب ہوگئے۔،،

فقیر راقم الحروف نے اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان کردیا ہے۔ البتہ

صاحبِ زبدہ سے جواب طلب سوال یہ ہے کہ جب صحیح مسلم شریف جیسی کتاب میں اسانید صحیحہ کے ساتھ صراحتاً منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین اور خلیفہء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (اس لیے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پریشان نہ ہوں) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ رکھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد (صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے) اپنی توجہ ہٹالی جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمایاں طور پر محسوس کیا جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مصالحت اور ان کی بیعت کرنا چاہی۔

جب کہ اس دورانیہ میں آپ نے ہرگز بیعت نہیں کی تھی تو کیا صاحبِ زبدہ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مانا ہے اور چھ ماہ سے زائد عرصہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافتِ صدیقی کی حقانیت کے منکر تھے؟

اور کیا اس عرصہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بھی منکر تھے؟ کیونکہ صاحب زبدہ کی تحقیق کے مطابق تو نتیجہ واضح ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا تو بجائے خود چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک خلیفہ بھی نہیں مانا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک عرصہ تک بیعت نہ کرنے کے بارے میں صحیح مسلم میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت موجود ہونے کے باوجود یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا

تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا۔تو خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے احادیث صحیحہ اور حسنہ میں منقول ہونے کے باوجود حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیعت نہ کرنے کے بارے میں الاستیعاب اور اسد الغابہ کی ایک غیر مستند اور مردود روایت کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود کسی کو خلیفہ بھی نہیں مانا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور اگر صاحبِ زبدہ کو اب بھی اپنی بات پر اصرار ہے کہ بیعت نہ کرنے کی روایت پائی جانے کا یہی مطلب ہے کہ خلیفہ نہیں مانا، تو گزارش یہ ہے کہ اب مزید دلیری کا مظاہرہ کریں اور اس بات کا بھی تحریری اعلان کریں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں مانا تھا،

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور اگر بیعتِ مرتضوی کے بارے میں دوسری روایات کا حوالہ دیں تو سوال یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں بلا استثناء حضرت سعد رضی اللہ عنہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بیعت کے بارے میں احادیث صحیحہ کیوں نظر نہیں آرہیں؟ اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماعِ صحابہ کرام کی تصریحات کیوں نظر نہیں آرہیں؟

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

بیعتِ امامت وخلافت کے بارے میں اہم وضاحت

حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 676ھ نے صحیح مسلم کی حدیث مذکور کے تحت مسئلہ بیعتِ خلافت کی نہایت نفیس اور لطیف وضاحت کی ہے جس سے صاحبِ زبدہ کی دھاندلی اور دھوکا دہی کا پوری طرح ازالہ ہوجائے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"فتاخره ليس بقادح فی البيعة ولافيه امّا البيعة فقد اتفق العلماء علی انه لايشترط لصحتها مبايعة كل الناس ولا كل اهل الحل والعقد و انما يشترط مبايعة من تيسر اجتماعهم من العلماء والرؤساء و وجوه الناس و اما عدم القدح فيه فلانه لايجب علی كل واحد ان ياتی الی الامام فيضع يده فی يده و يبايعه وانما يلزمه اذا عقد اهل الحل والعقد للامام الانقياد له و ان لايظهر خلافا و لا يشق العصا و هكذا كان شان علی رضی الله عنه فی تلك المدة التی قبل بيعته فانه لم يظهر علی ابی بكر خلافا ولا شق العصا و لكنه تاخر عن الحضور عنده للعذر المذكور فی الحديث ولم يكن انعقاد البيعة وانبرامها متوقفا علی حضوره (الی ان قال) و ما نقل عنه قدح فی البيعة ولا مخالفة الخ۔ (شرح صحیح مسلم للامام النووی 91/2)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں (چند ماہ تک) تاخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں طعن کا موجب نہیں ہے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں۔ بیعت صدیقی میں طعن کا موجب تو اس لیے نہیں ہے کہ علمائے اعلام کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ صحتِ بیعت کے

لیے تمام لوگوں کا خلیفہ اور امام کی بیعت کرنا شرط نہیں ہے اور نہ ہی تمام اہل حل وعقد کا بیعت کرنا شرط ہے۔ بیعت کی صحت کے لیے صرف ان علماء ورؤساء اور اشراف کا بیعت کرنا شرط ہے جن کا اجتماع آسانی سے ہو سکے۔

اور یہ تاخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات میں طعن کا موجب اس لیے نہیں ہے کہ ہر ایک شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ امام اور خلیفہ کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ امام کے ہاتھ میں رکھ کر اس کی بیعت کرے۔

جب اہل حل وعقد امام سے عہد و پیمان کرلیں تو (بشمول ان کے) ہر ایک شخص پر صرف یہ لازم اور ضروری ہوتا ہے: امام اور خلیفہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور امام کی مخالفت نہ کرنا اور اہل اسلام کی اجتماعیت کی لاٹھی کو پارہ پارہ نہ کرنا۔

اور اس مدت میں جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پہلے تھی آپ کا حال ایسا ہی تھا۔ کیونکہ آپ نے اس مدت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی اہل اسلام کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کیا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر نہیں ہوتے تھے اس عذر کی وجہ سے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انعقاد اور انبرام (محکم اور استوار ہونا) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حاضر ہونے پر موقوف نہیں تھا (تا) اور بیعت صدیقی میں طعن اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت آپ سے منقول نہیں ہے۔''

بحمدہ تعالیٰ بیعتِ خلافت کے بارے میں حضرت امام نووی قدس سرہ العزیز کے اس روشن بیان سے جسے انہوں نے علمائے اعلام کا اتفاقی اور اجماعی موقف بتایا ہے صاحبِ زبدہ اور ان کے ہمنوا سب لوگوں کی دھاندلی کا ازالہ

ہو گیا ہے، وہ اس طرح کہ علمائے اعلام کے اس اتفاقی موقف کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ بالفرض اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بیعت ہی نہ کرتے لیکن ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اور عدم مخالفت اور عدم تفریق بین المسلمین اپنے اوپر لازم اور ضروری سمجھتے اور اس کا التزام کرتے تو کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہ ہوتا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا کیونکہ باجماع علمائے اعلام خلیفہ ماننے کے ہر شخص پر یہ لازم اور ضروری ہی نہیں ہے کہ امام اور خلیفہ کی بیعت کرے بلکہ لازم اور ضروری صرف وہی ہے جس کی تفصیل امام نووی کی عبارت میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

جبکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا کسی مستند صحیح روایت سے ثابت ہی نہیں ہے۔ البتہ بلا استثناء سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا احادیث صحیحہ سے ضرور ثابت ہے۔

اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات کتب حدیث میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اطاعت نہ کرنا اور ان کی مخالفت کرنا، شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف مسلمانوں میں تفریق ڈالنا ہرگز ثابت نہیں ہے۔

تو ان حقائق کی موجودگی میں باجماع علمائے اعلام کسی کے لیے یہ کہنا جائز

نہیں ہے کہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا۔ بلکہ اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت نہ کرنا کسی مستند صحیح روایت سے بھی ثابت ہوتا تب بھی یہ کہنا جائز نہ ہوتا تاوقتیکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی مخالفت اور عدم اطاعت اور تفریق بین المسلمین نفس الامری طور پر ثابت ہوتی۔

اور یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں ''تخلف سعد بن عبادۃ عن بیعۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ،، اور علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسد الغابۃ میں ''فلم یبایع سعد ابابکر ولا عمر (رضی اللہ عنہما)،، کے الفاظ لکھے ہیں اور ایسے ہی کسی اور نے اگر اس غیر مستند روایت کو نقل کیا ہے تو،

لیکن علمائے اعلام سے کسی نے یہ نہیں لکھا: ''انکر سعد بن عبادۃ خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' یا ''انکر سعد بن عبادۃ خلافۃ الشیخین الکریمین رضی اللہ عنہما۔،،

اس لیے کہ صرف بیعت نہ کرنا، خلافت کا انکار نہیں ہے جب تک کہ خلیفہ کی مخالفت اور عدم اطاعت وانقیاد اور تفریق بین المسلمین جیسے امور کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی شرعی حیثیت

فقیر راقم الحروف کا مقصد صرف اور صرف اصلاح اور خیر خواہی ہے لیکن اصلاح صرف اس صورت میں ممکن ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی ذات کو عقل کل ہی نہ

سمجھنے لگے ورنہ اس کا مرض لاعلاج ہو جاتا ہے۔اور جب کسی شخص کے عقیدت مندوں کا حلقہ وسیع ہو جائے پھر اس سے کوئی علمی اور فکری سنگین لغزش سرزد ہو جائے تو وہ ہزاروں لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔اس لیے ایسے محققین سے اپیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ، امت مسلمہ کو گمراہ نہ کریں سارے ایک اور نیک ہو جائیں۔

پہلے ایک شخص نے حضرات شیخین کریمین کی خلافت کو صرف ظاہری خلافت قرار دیدیا اور روحانی اور باطنی خلیفہ بلافصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مانا۔

اور دوسرے محقق نے ایک قدم آگے بڑھایا اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کا سرے سے انکار، بعض اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر ہی تھوپ دیا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پہلا نظریہ بھی مذہبِ اہل سنت ہرگز نہیں ہے جبکہ دوسرا نظریہ سنگینی میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔کیونکہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت کو تسلیم کرنا ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت سے ہے۔اور کتبِ مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کے صفحات پر خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کے بارے میں حکم شرعی کی تصریحات آفتاب و مہتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔

علمائے اہل سنت فقہاء و متکلمین میں اختلاف تو صرف، خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کے ظلم عظیم ہونے کے بارے میں ہے رافضیت ہونے میں تو اختلاف ہی نہیں ہے، باجماع علمائے اہل سنت یہ رافضیت ہے۔کیونکہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت قرآن وحدیث کی متعدد نصوص سے ثابت ہے بالخصوص سورۂ نور کی آیت استخلاف کے مصداق سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو

خارج کرنے کے مفاسد اور آیت استخلاف کے نتائج اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔

تو جس خلافت کی حقانیت قرآن وحدیث کی متعدد نصوص سے ثابت ہے بغیر کسی شرعی عذر کے (اور اس جگہ عذر شرعی کا وجود ناممکن اور محال ہے) اس کا انکار کرنا قرآن وحدیث اور اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے تو اس خلافتِ نبوت کا انکار بھی اگر بعض اکابر صحابہ کرام کا موقف اور سنیت ہے تو پھر رافضیت کونسی چیز ہے؟

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت کے انکار پر مترتب ہونے والے مفاسد کی سنگینی اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔

اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کو سنیت کے منافی نہ سمجھنا بھی بلاشبہ رافضیت ہے۔ اس خلافت مقدسہ پر اجماعِ صحابہ کرام بلاشبہ ایک حقیقت واقعیہ ہے اس لیے فقیر راقم الحروف ازراہ خیرخواہی ایسے محققین کو اللہ تعالیٰ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہے کہ اپنے اوپر رحم کریں اور اپنے معتقدین اور عوام اہل سنت پر بھی رحم کریں۔ اور خواہ مخواہ انہیں رافضیت میں نہ دھکیلیں بلکہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی سے رجوع کا تحریری اعلان کریں۔ اعترافِ خطا اور قبولِ حق مخلصین کا شیوہ ہے ورنہ جتنے لوگ رافضیت کو سنیت سمجھ کر اپنی آخرت برباد کریں گے ان کے ذمہ دار یہ قائدین ہوں گے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وما علینا الا البلاغ المبین۔

خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام کے انکار پر فیضی صاحب کے دلائل کا جائزہ

گزشتہ تحریر کے بعد شرح اسنی المطالب نظر سے گزری تو معلوم ہوا کہ خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام منعقد ہونے کے منکر صرف صاحبِ زبدہ ہی نہیں ہیں بلکہ فیضی صاحب ان سے بھی آگے ہیں کیونکہ صاحب زبدہ نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ نہ ماننے کا افتراء اور بہتان حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر باندھا ہے تو مقالات الاسلامیین، اسد الغابہ، الاستیعاب کا حوالہ دیا ہے (جس کی حقیقت واضح کی جا چکی ہے) جبکہ فیضی صاحب نے ترقی کرتے ہوئے بخاری و مسلم اور مسند امام احمد وغیرھا میں مذکور ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ گویا تمام اسلاف کرام وائمہ اعلام جو خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام ہونے کی تصریحات کر چکے ہیں انہوں نے مذکورہ کتب پڑھی ہی نہیں یا ان کو سمجھ ہی نہیں آسکیں بلکہ خود امام احمد کو بھی مسند احمد سمجھ نہیں آئی کیونکہ انہوں نے بھی خلافتِ صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کی احادیث صحیحہ روایت کی ہیں۔

نیز صاحب زبدہ نے تو صرف حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ انعام دیا ہے جبکہ فیضی صاحب نے ان کے ساتھ حضرات انصار کی ایک جماعت کو بھی نوازا ہے۔

اس لیے ان کے دلائل کی حقیقی صورتحال واضح کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت پر آیت استخلاف برہان قطعی ہے لہٰذا اس خلافت کی حقانیت قطعیاتِ اسلام سے ہے اور اس پر اجماع صحابہ کرام ایک ناقابل

تردید حقیقت ہے اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے اور اس کا انکار رافضیت ہے جیسا کہ ان کی افضلیت کا انکار تشیع ہے لیکن چونکہ کچھ لوگوں کا مقصود ہی یہ ہے کہ لوگ باطنی طور پر شیعہ اور روافض بن جائیں اس لیے انہوں نے یہ تبلیغ شروع کر رکھی ہے کہ افضلیت اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تسلیم کرنا صحابہ کرام میں اختلافی مسئلہ ہے لہٰذا ان کے انکار سے سنیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شرح اسنی المطالب میں تحقیق کا ایک منظر

و باللہ التوفیق: اسنی المطالب میں ایک طویل حدیث مرتضوی میں حضرت سیدنا صدیق اکبر وحضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بارے میں ہر ایک کے حق میں فرمایا ہے۔ ''لم یختلف علیہ منا اثنان،، یعنی حضرت ابوبکر صدیق وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلیفہ ہونے پر ہم میں سے دو شخصوں نے بھی اختلاف رائے نہیں کیا کہ ایک ان کو خلیفہ تسلیم کرتا اور دوسرا انکار کرتا۔ یعنی ان حضرات کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق تھا۔ توفیضی صاحب کہتے ہیں یہ طویل قول مرتضوی موضوع اور جعلی ہے۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس قول مرتضوی کی سند میں ایک راوی ابوبکر الہذلی ہے اس نے یہ قول گھڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

چنانچہ فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

میں نے ''تہذیب التہذیب'' کا مطالعہ کیا تو ابوبکر الہذلی کی تعدیل

میں مجھے ایک قول بھی نہیں ملا، سب نے اس پر جرح کی حتی کہ بعض نے کہا: ''کان یکذب'' وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، ج 10ص 48)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تقریب'' میں جو خلاصہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے: اخباری متروك الحدیث۔ (تقریب التہذیب، ج2ص 702)

قصہ گو ہے متروک الحدیث ہے۔ (شرح اسنی المطالب، ص 766)

الجواب:

ابوبکر الھذ لی کو روایتِ حدیث میں واقعی ضعیف قرار دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سچ اور انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ تہذیب التہذ یب میں اس پر جو جرح نقل کی گئی ہے اس میں کسی نے اس پر ایسی جرح نہیں کی کہ اس کی روایت کردہ حدیث کو مطلقاً موضوع ہی قرار دیدیا جائے۔ بعض نے جو کہا ہے ''کان یکذب'' وہ جھوٹ بولتا تھا، اس سے فیضی صاحب یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا یعنی جھوٹی اور جعلی حدیثیں گھڑتا تھا۔ جبکہ قائل کی یہ مراد نہیں ہے بلکہ بول چال میں جھوٹ بولنا مراد ہے۔ مکمل عبارت یہ ہے:

''کان غندر یقول کان ابوبکر الھذلی امامنا و کان یکذب''

غندر کہتے تھے ابوبکر الھذ لی ہمارا امام تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔

جبکہ دونوں صورتوں کے احکام میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ اگر نفس حدیث میں اور روایتِ حدیث میں جھوٹ بولتا تو دوسرے ائمہ اعلام نے جن الفاظ کے ساتھ جرح کی ہے ان کے ساتھ ہرگز نہ کرتے۔ اگرچہ بعض حضرات نے ''لیس بشیء'' کہا ہے تو اس سے نرم الفاظ بھی ائمہ فن نے استعمال کیے ہیں۔

قال ابو حاتم لین الحدیث یکتب حدیثه ولا یحتج بحدیثه ۔قال البخاری فی الاوسط و زکریا الساجی لیس بالحافظ عندھم ۔۔لیس بحجة۔۔۔ لیس بالقوی عندھم و قال ابن عدی عامة مایرویه لا یتابع علیه۔

(تھذیب التھذیب 48/12م اختصاراً قائلین کے نام حذف کیے ہیں۔

اور فیضی صاحب نے تقریب التھذیب کی عبارت ''اخباری متروک الحدیث،، میں اخباری کا ترجمہ کیا ہے ''قصہ گو،،۔

گزارش یہ ہے کہ جب اپنے قلم سے اعتراف کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب میں (تہذیب التہذیب کا) خلاصہ پیش کیا ہے جبکہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت یہ بھی ہے:

قال الجوزجانی یضعف حدیثه و کان من علماء الناس بایامھم۔

جوزجانی نے کہا اس کی حدیث ضعیف قرار دی جاتی ہے۔اور وہ علماء تاریخ سے تھا۔

تو ''اخباری'' سے مراد ''کان من علماء الناس بایامھم ہے،،۔

خود شیخ الاسلام ابن حجر قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

''الخبر عند علماء ھذا الفن مرادف للحدیث و قیل الحدیث ماجاء عن النبی صلی اللہ علیه وسلم والخبر ماجاء عن غیرہ و من ثم قیل لمن یشتغل بالتواریخ و ما شاکلھا الاخباری و لمن یشتغل بالسنة النبویة المحدث۔ (شرح نخبة الفکر، ص18)

خبر اس فن کے علماء کے نزدیک حدیث کے مرادف ہے اور (یہ بھی) کہا گیا

ہے کہ: حدیث وہ ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور خبر وہ ہے جو آپ کے غیر سے منقول ہے۔ اور اسی وجہ سے جو شخص تواریخ اور ان کے مشابہ امور کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اسے اخباری کہا گیا ہے اور جو سنت نبویہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اسے محدث کہا گیا ہے۔''

اس سے واضح ہوا کہ عبارت منقولہ میں اخباری کا ترجمہ ''قصہ گو'' کرنا فیضی صاحب کی دھاندلی ہے اور اگر اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول مذکور میں بھی تاریخی حقائق و واقعات کا بیان کیا گیا ہے اور ابوبکر الہذلی کا علماء مؤرخین سے ہونا تو تہذیب التہذیب میں بھی بیان کیا گیا ہے:

کان من علماء الناس بایامھم۔

جب روایت مذکورہ بھی اس کے فن سے متعلق ہے تو فیضی صاحب کا ابوبکر الہذلی کی وجہ سے روایت مذکورہ کو موضوع قرار دینا ڈبل دھاندلی ہے۔

حدیث مرتضوی کو موضوع ثابت کرنے کے لیے فیضی صاحب کی مزید گوہر افشانی

فیضی صاحب رقمطراز ہیں:

اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ جملہ منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لم یختلف علیه منا اثنان۔ (ہم میں سے دو شخصوں نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اختلاف نہیں کیا تھا) حالانکہ انصار کی ایک جماعت نے کہا تھا:

لم نبايع الا عليا۔ ہم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بیعت نہیں کریں گے۔

(تاریخ طبری، ج2ص233)(شرح اسنی المطالب، ص766)

الجواب:

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ ایسی تحقیق پر ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' ہی پڑھنا چاہیے کیونکہ حقائق کو مسخ کر کے محض دھاندلی کے زور پر اپنا موقف منوانا چاہتے ہیں ابوبکر الہذلی کی روایت جو متعدد احادیث صحیحہ کے عین مطابق ہے جن میں خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات، حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی سے منقول ہیں۔ اسے محض ابوبکر الہذلی کے ضعف کی وجہ سے موضوع قرار دیدیا اور اس کے موضوع ہونے پر جو روایت بطور دلیل پیش کی ہے اور اس کے مخالف ہونے کی وجہ سے پہلی روایت پر وضع کا حکم لگایا ہے بذات خود یہ روایت قطعی اور یقینی طور پر موضوع اور جعلی ہے اور اس کے نقل کرنے میں بھی فیضی صاحب نے ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خیانت کی ہے۔ فیضی صاحب کی پیش کردہ روایت جس بات کا جواب ہے فقیر راقم الحروف وہ بات اور جواب سمیت مکمل عبارت نقل کر دیتا ہے۔

ملاحظہ کریں:

''فقام عمر، فقال: ایکم تطیب نفسه ان یخلف قدمین قدمها النبی صلی الله علیه وسلم فبایعه عمر و بایعه الناس،فقالت الانصار او بعض الانصار لانبایع الا علیا۔ (تاریخ الطبری 202/3)

سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرات انصار علیہم الرضوان پر خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان (کہ خلفاء صرف قریش سے ہوں گے) واضح کر دیئے

جانے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے کے حوالہ سے حضرات انصار کو مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے کون ہے جس کا نفس ان دو قدموں کو پیچھے کرنے پر خوش ہوتا ہے جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدم فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور لوگوں نے (بھی) آپ کی بیعت کرلی، تو انصار نے کہا یا بعض انصار نے کہا: ہم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔،،

فیضی صاحب نے لکھا:

حالانکہ انصار کی ایک جماعت نے کہا تھا۔ لم نبایع الا علیا۔

فقیر کہتا ہے فیضی صاحب کے لیے اس میں اضافہ بھی ضروری ہے کہ: تمام انصار نے کہا تھا یا انصار کی ایک جماعت نے کہا تھا۔

لا نبایع الا علیا۔ ہم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بیعت نہیں کریں گے۔

تاکہ فیضی صاحب کا یہ تحفہ انصار کی صرف ایک جماعت کے لیے نہ رہتا بلکہ تمام انصار کے لیے بھی ہو جاتا۔ اور خیانت کرنے سے بھی بچ جاتے۔

اب اس بات پر بھی غور کریں کہ جس بات کے جواب میں یہ فقرہ بولنا حضرات انصار علیہم الرضوان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ انصار اس بات کا یہ جواب دیں؟

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ اس جواب کے الفاظ ہی اس روایت کی حقیقی صورتحال کو واضح کر رہے ہیں، کہ یہ روایت موضوع اور جعلی ہے اور حضرات انصار پر محض افتراء ہے اس لیے کہ حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو پیکر اخلاص

تھے انہیں کہا گیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدم فرمایا ہے توتم میں سے کون ہے جو ان کو مؤخر کرنے پر خوش ہوتا ہے۔ تو اس روایت کے مطابق انصار نے جواب میں "لا نبایع الا علیا" کہہ کر العیاذ باللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ کا بھی کوئی لحاظ اور پاس نہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا: بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا ہے لیکن ہم تو ان کو مؤخر ہی کریں گے اور ہم تو صرف علی (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کریں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا کوئی صحیح العقیدہ سنی اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جان نثار صحابہ کرام بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ فقیر راقم الحروف کہتا ہے اگر بالفرض حضرات انصار نے یہ کہا تھا پھر تو اختلاف بدستور باقی رہا تو سقیفۂ بنی ساعدہ میں اگر حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت اختلاف باقی ہونے کے باوجود کر لی گئی تھی اور تمام انصار یا انصار کی ایک جماعت حضرت علی کی بیعت کرنے پر بضد تھی تو حدیث صحیح:

ثم بسط یدابی بکر وبایعه وبایعه الناس بیعة حسنة جمیلة۔

(الاعتقاد والهدایة الی سبیل الرشاد، ص 489)

میں حضرات صحابہ کرام کا اس بیعت کو بیعت حسنہ جمیلہ قرار دینا کیونکہ درست ہو سکتا ہے؟ جبکہ حضرات صحابہ کرام نے اسے بیعت حسنہ جمیلہ قرار دیا ہے۔

لا نبایع الا علیا کی سند پر ایک نظر:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: خادمین کتب پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ قدیم مؤرخین کا طرز اور اسلوب متاخرین سے مختلف ہے انہیں ایک معاملہ کی بابت جتنے اقوال ملتے سب نقل کر دیتے لیکن اسانید کے ساتھ بیان کرتے اور صحیح و غیر صحیح کے

درمیان فرق کرنا ناظر اور قاری کے ذمہ چھوڑ دیتے کہ سند میں راویان کے حال کا جائزہ لے کر صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کر لے گا۔ تو فیضی صاحب نے اپنی ذمہ داری پورا کرنے کی بجائے دھوکا دہی اور دھاندلی شروع کر دی ہے۔

فقیر راقم الحروف واضح کر دیتا ہے کہ یہ جواب جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا ادب بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ حضرات انصار کے کھاتے میں کس نے ڈالا ہے تو امام محمد بن جریر طبری نے اس کی جو سند ذکر کی ہے اس میں پہلا راوی محمد بن حمید تمیمی ابوعبداللہ رازی ہے۔ اس کی اگر بعض اہل علم نے تعدیل کی ہے تو وہ پہلے کی بات ہے اس کے بعد اس نے جن حماقتوں کا مظاہرہ کیا، اللہ کی پناہ۔ اس لیے کوئی شخص دھاندلی کی کوشش ہرگز نہ کرے کیونکہ ائمہ اعلام نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

حافظ امام جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی رقمطراز ہیں:

قال ابو حاتم الرازی، سالنی یحیی بن معین عن ابن حمید من قبل ان یظهر منه ماظهر۔ (تهذیب الکمال فی اسماء الرجال 101/25)

اور بعد میں نے اس نے اخیر کر دی تو ائمہ اعلام نے اس کا حال بھی خوب واضح کیا جس کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

"قال یعقوب بن شیبة السدوسی: محمد بن حمید الرازی کثیر المنا کیر۔۔ وقال ابراهیم بن یعقوب الجوزجانی: ردیء المذهب غیر ثقة۔

(تهذیب الکمال، 102/25)

و قال ابوالعباس احمد بن محمد الازهری: سمعت اسحاق بن منصور یقول: اشهد علی محمد بن حمید و عبید بن اسحاق العطار بین

یدی اللہ انھما کذابان و قال صالح بن محمد الاسدی الحافظ (الی ان قال) کان احادیثه تزید و ما رأیت احدا اجرأ علی الله منه ۔ (تہذیب الکمال 103/25)

ابوالعباس احمد بن محمد الازہری نے کہا: میں نے اسحاق بن منصور کو یہ کہتے سنا: میں اللہ تعالیٰ کے حضور، محمد بن حمید اور عبید بن اسحاق پر شہادت دوں گا کہ بیشک وہ دونوں کذاب ہیں۔

امام صالح بن محمد الاسدی حافظ الحدیث نے فرمایا: (تا) محمد بن حمید کی حدیثیں بڑھتی ہی رہتی تھیں اور میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ پر محمد بن حمید سے زیادہ جری ہو۔،،

نیز حافظ امام صالح بن محمد الاسدی نے فرمایا:

''کل شیء کان یحدثنا ابن حمید کنا نتھمه فیه۔

(تہذیب الکمال، 103/25)

محمد بن حمید جو کچھ بھی ہمیں بیان کرتا ہم اسے اس میں متہم ٹھہراتے تھے۔،،

حضرت امام ابوزرعہ نے فرمایا:

''کان یتعمد۔(تہذیب الکمال 104/25)

عمداً اور جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا۔،،

عبدالرحمن بن یوسف بن خراش کہتے ہیں:

''حدثنا ابن حمید و کان واللہ یکذب ۔(تہذیب الکمال 105/25)

ہمیں ابن حمید نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا تھا۔،،

''و قال ابوالحسن الدارقطنی فی کتاب "التصحیف و اخبار

المصحفين،، حدثنا احمد بن کامل القاضی،قال: حدثنا محمد بن جریر، قال:
قرأعلینا محمد بن حمید الرازی: وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ
یَقْتُلُوْکَ اَوْ یَجْرَحُوْکَ۔(تہذیب الکمال 107/25)

امام ابوالحسن دارقطنی نے اپنی کتاب ''التصحیف واخبار المصحفین''
میں کہا: ہمیں احمد بن کامل قاضی نے بیان کیا: کہ ہمیں (امام) محمد بن جریر نے بیان
کیا: انہوں نے کہا: کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ:
''وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ
یُخْرِجُوْکَ۔ (الانفال 8: 30) کی تصحیف کر کے محمد بن حمید رازی نے اس آیۃ مبارکہ
کی قراءت ہمارے سامنے یوں کی: وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ
یَقْتُلُوْکَ اَوْ یَجْرَحُوْکَ۔

نتیجۂ کلام:

فیضی صاحب نے ایسے دجال اور کذاب اور اجرأعلی اللہ کا حوالہ دیئے بغیر
اس کی روایت حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کھاتے میں ڈال دی
کہ انہوں نے (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد مقدس: ایکم تطیب نفسہ ان
یخلف قدمین قدمھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں) کہا تھا:
''لا نبایع الا علیا،، ہم تو علی مرتضیٰ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے
لہٰذا ثابت ہوا کہ خلافتِ صدیقی پر اجماع نہیں ہوا تھا بلکہ اختلاف بھی ہوا
تھا لہٰذا لم یختلف علیہ منا اثنان والی روایت موضوع ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ریسرچ اور تحقیق کا کیسا معیار ہے؟ کہ جو روایت قطعی اور یقینی طور پر موضوع اور جعلی ہے ایک دجال، کذاب، اجرأعلی اللہ کی گھڑی ہوئی ہے اسے معیار ٹھہرادیا اور اس کے خلاف آنے کی وجہ سے ایک ایسی حدیث مرتضوی کو جو احادیث صحیحہ کثیرہ کے عین مطابق ہے، جعلی اور موضوع قرار دیدیا صرف اس وجہ سے کہ اس میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق بیان کیا گیا ہے۔ نعوذباللہ من ھذہ الخرافات۔

اس کذاب اور دجال نے حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کھاتے میں جو ڈالا ہے وہ تو آپ ملاحظہ کر چکے اب ملاحظہ کریں کہ واقعی طور پر حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا جواب کیا تھا؟

امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رقمطراز ہیں:

''عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار: منا امیر و منکم امیر، قال فاتاھم عمر رضی اللہ عنہ فقال: یامعشر الانصار الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر یؤم الناس، فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر رضی اللہ عنہ؟ فقالت الانصار: نعوذباللہ ان نتقدم ابابکر۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(مستدرک 283/3) وافقہ الذھبی فی التلخیص: صحیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، (تو اس کے بعد کے احوال کا

بیان نہایت اختصار کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا) حضرات انصار نے کہا: ایک امیر ہم سے ہونا چاہیے اور ایک تم سے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا: اے جماعت انصار! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ضرور امر فرمایا کہ لوگوں کی امامت کریں، پھر تم میں سے کون ہے جس کا نفس اس کے ساتھ خوش ہوتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ تو انصار نے کہا: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و مسلم نے (صحیحین میں) اسے روایت نہیں کیا۔،،

الحمد للہ اصل حقیقت یہ ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے جسے بعض دجالوں نے تبدیل کر کے ''لا نبایع الا علیا'' بنا دیا۔ اور پسند اپنی اپنی ہے اہل سنت احادیث صحیحہ اور حقائق واقعیہ کو پسند کرتے ہیں اور تفضیلیہ کی بسر اوقات ہی علمی خیانتوں پر ہے اس لیے وہ دجل اور فریب کو حق قرار دینے پر خوش ہیں۔

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام احادیث صحیحہ کی روشنی میں:

پہلی حدیث:

بنفس نفیس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق بیان کیا گیا ہے۔

ملاحظہ کریں:

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری رقمطراز ہیں:

"عن ابی وائل قال: قیل لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: الا تستخلف علینا؟ قال: ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستخلف، ولکن ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعھم بعدی علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم. ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ.

(مستدرک 294/3) وافقہ الذہبی فی التلخیص: صحیح

حضرت ابو وائل نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں کر دیتے؟ تو آپ نے (جواب میں) فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تو میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو میرے بعد ان میں سب سے افضل اور بہترین شخص پر انہیں جمع کر دے گا۔ جیسا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سب سے افضل اور بہترین شخص پر انہیں جمع فرما دیا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و مسلم نے اس کا اخراج نہیں کیا،، (صحیحین میں اسے روایت نہیں کیا)۔

الحمد للہ تعالیٰ اس حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری اوقات میں بھی دونوں مسائل واشگاف الفاظ میں بیان فرما دیئے ہیں۔

(1) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے افضل اور بہترین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ تفضیلیہ دجل اور فریب اور دھاندلی سے افضلیتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ثابت کرنے کے لیے ہزاروں صفحات بھی بھر دیں پھر بھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت کے فیصلہ کے مطابق وہ دجل اور فریب ہی ہے اور سراسر گمراہی ہے۔ افضلیت مطلقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور دیگر ارشادات مرتضویہ کے مطابق فضیلت مطلقہ میں دوسرے مرتبہ پر حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ان حضرات کی افضلیت قطعی ہے لہٰذا کسی کی مکاری سے حقیقت واقعیہ تبدیل نہیں ہوسکتی اور فضیلت مطلقہ میں تیسرے مرتبہ پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

(2) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جمع فرمادیا، یعنی سب کا اجماع اور اتفاق ہوگیا۔ اس لیے کہ اگر آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے پر سب کا اجماع اور اتفاق نہیں ہوا تھا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حقیقت کے خلاف یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ان میں سب سے افضل اور بہترین شخص پر جمع فرمادیا تھا۔ وللہ الحمد

دوسری حدیث:

”عن عبداللہ قال: مارای المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و ماراہ المسلمون سیئا فھو عنداللہ سیء، وقد رای الصحابۃ جمیعا ان یستخلفوا ابابکر رضی اللہ عنہ۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(مستدرک 294/3) وافقہ الذھبی فی التلخیص: صحیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسلمان جس چیز کو حسن جانیں تو وہ عنداللہ (بھی) حسن ہے اور مسلمان جس

چیز کو بری سمجھیں تو وہ عند اللہ (بھی) بری ہے، اور تمام صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا حسن جانا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں اسے روایت نہیں کیا۔

تیسری حدیث:

"حدثنا ابو بکر بن اسحاق، انبأ عبداللہ بن احمد بن حنبل، ثنا ابی و احمد بن منیع قالا: ثنا ابو بکر بن عیاش عن عاصم عن زر، عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال: اجمع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستخلفوا ابابکر رضی اللہ عنہ۔ حدیث نمبر 4532 (مستدرک 296/3) رجالہ ثقات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجماع کرلیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ پہلے تو سقیفۂ بنی ساعدہ میں ظہور پذیر اُمور کے بعد حاضرین مہاجرین و انصار صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی کیونکہ حضرات انصار جس ذات اقدس کی بیعت کرنے کے لیے سقیفہ میں جمع ہوئے تھے جب انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ولقد علمت یاسعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وانت قاعد، قریش ولاۃ ھذا الامر، فبر الناس تبع لبرھم وفاجرھم تبع لفاجرھم قال: فقال لہ سعد: صدقت، نحن الوزراء وانتم الامراء۔ (مسند احمد 199/1)

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خود ہی اعتراف کرلیا: نحن الوزراء و انتم الامراء۔ ہم تمہارے وزیر ہیں اور تم امیر ہو۔،،

اور پھر خلیفہ بنانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام آنے پر تمام انصار رضی اللہ عنہم نے کہہ دیا: نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر۔ (مستدرك)

تو بحمد اللہ تعالیٰ اختلاف رائے ختم ہوا اور انصار کی غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا۔ پھر مسجد نبوی شریف میں بیعت عامہ ہوئی اور مدینہ منورہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ اور یہ امر اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مسکن تو دار ہجرت مدینہ منورہ ہی تھا۔ جب اہل مدینہ تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق ہو گیا تو دیگر مقامات پر موجود صحابہ کرام ان کے تابع تھے جو فیصلہ تمام مہاجرین وانصار کا ہوتا باقی حضرات اسی سے متفق ہوتے لہٰذا انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کیا اور آپ کی اطاعت کی۔

یہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے آپ کی مراد اور مقصود کا بیان۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

ضروری تنبیہ:

کچھ لوگ سراسر دھاندلی اور مکاری کے ذریعہ حقائق چھپا رہے ہیں تو فقیر راقم الحروف نے ایسے لوگوں کی دھاندلی کی نقاب کشائی کے لیے بعض احادیث مبارکہ اور بعض دوسرے دلائل کے تکرار سے مذکور ہونے کی پرواہ بھی نہیں کی اور

بفضلہٖ تعالیٰ محض تکرار بھی نہیں ہے بلکہ دوبارہ ذکر کسی نہ کسی فائدہ پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔

مثلاً: فقال لہ سعد: صدقت، نحن الوزراء وانتم الامراء۔

یہ حدیث مبارک حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے مسند میں روایت کی ہے۔ اسی طرح مستدرک سے دوسری اور تیسری حدیث جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خلافت صدیقی پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع بیان فرمایا ہے ان کے راوی حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ بھی ہیں جیسا کہ مستدرک کی دوسندوں میں صراحت ہے۔ یعنی خلافت صدیقی پر اجماع ہونا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مقدس ہے اور اس کے راوی حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ بھی ہیں جیسا کہ دیگر محدثین راوی ہیں جو اس کی اسانید میں مذکور ہیں۔ لہٰذا تفضیلیہ کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کا افتراء اور بہتان باندھنا اور حوالہ مسند احمد کا بھی دینا، حضرت امام احمد قدس سرہ العزیز پر بھی افتراء اور بہتان ہے کیونکہ وہ خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خود راوی ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر انکارِ خلافت کا بہتان کس طرح باندھ سکتے ہیں؟

اور ایسے ہی بعض دوسرے محدثین کی کتب کا حوالہ بھی سراسر دھاندلی اور دھوکا دہی ہے حقیقت وواقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جو ائمہ اعلام خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہونے کے راوی ہیں یہ مہربان جب ان پر بھی افتراء اور بہتان باندھنے سے باز نہیں آئے تو دوسرے ائمہ اعلام کو کیسے معاف کر سکتے ہیں؟

چوتھی حدیث:

حضرت امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری قدس سرہ العزیز متوفی 261ھ رقمطراز ہیں:

"عن عائشة قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر اباك واخاك حتی اكتب كتابا فانی اخاف ان يتمنى متمن و يقول قائل انا اولى و يابى اللہ والمؤمنون الا ابابکر. (صحیح مسلم 273/2)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف کے قریب طبیعت مبارکہ کی ناسازی کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لیے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتی کہ میں ایک تحریر لکھ دوں اس لیے کہ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کوئی کہنے والا کہے میں اَولیٰ ہوں (یعنی میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں) اور اللہ تعالیٰ اور مومنین انکار کرتے ہیں مگر ابوبکر کا (رضی اللہ عنہ)۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کے معاملہ میں تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمایا لیکن پھر ترک فرما دیا اور تحریر نہ لکھوانے کی وجہ بھی حدیث شریف میں بیان کر دی گئی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد وغیرہ سے اسی حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس روایت کیا ہے:

"ثم قال: دعیہ، معاذ اللہ ان یختلف المؤمنون فی ابی بکر.

(تاریخ الخلفاء ص 62)

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ و، اللہ کی پناہ کہ مؤمنین ابو بکر (کی خلافت) کے بارے میں اختلاف کریں (رضی اللہ عنہ)۔،،

بحمد اللہ تعالیٰ صحیح مسلم اور کثیر کتب حدیث میں مروی حدیث صحیح ”ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر،، میں حضور نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی سے یہ خبر دی ہے کہ خلافتِ نبوت بلا فصل کے لیے اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی شخص کو قبول نہیں کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی صحابی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد تسلیم نہ کیا ہو اور ان کی خلافت کو خلافتِ نبوت نہ مانا ہو یہ امر اس حدیث مرفوع صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرعاً ناممکن ہے ورنہ حضور نبی کریم ﷺ کی غیبی خبر کا خلافِ واقع ہونا لازم آئے گا۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس مختصر بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ جو شخص اس حدیث مبارک پر ایمان رکھتا ہے اسے یہ تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے کہ کسی بھی صحابی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار سرزد نہیں ہوا، چہ جائیکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان صحابی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہی نہ مانا ہو۔

لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت ہو جانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کا دعویٰ سراسر غلط اور حضرات صحابہ کرام پر صریح افتراء اور بہتان ہے اور بیعتِ خلافت سے پہلے انکارِ خلافت عقلی طور پر ہی ناممکن ہے۔ اور بیعتِ خلافت سے کسی صحابی کا انکار بھی قطعاً ثابت نہیں ہے۔ تاریخی رطب و یابس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور کسی غلط فہمی کی وجہ سے کسی صحابی سے بیعت

کرنے میں تاخیر ہو جانا، خلافت کا انکار ہر گز قرار نہیں دیا سکتا۔

وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

فائدہ عظیمہ:

احادیث مذکورہ جیسا کہ خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کی نصوص ہیں ایسے ہی خلافت فاروقی پر بھی اجماع صحابہ کرام کی نصوص ہیں اس لیے کہ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر فرمایا ہے جبکہ خلافتِ صدیقی کی حقانیت پر کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع صحابہ کرام ہے تو لامحالہ خلافتِ فاروقی کی حقانیت پر بھی کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع صحابہ کرام ہوا۔ اس لیے کہ خلافتِ صدیقی کی حقانیت سے خلافت فاروقی کی حقانیت لازم اور ضروری ہے کیونکہ جو دلائل قطعیہ اصالۃً مستخلف (خلیفہ مقرر کرنے والے) کی خلافت کی حقانیت پر قائم ہیں وہ تبعاً خلیفہ کی خلافت کی حقانیت کے بھی دلائل ہیں جیسا کہ اہل علم پر ہر گز پوشیدہ نہیں ہے۔

لہٰذا اگر بالفرض خلافت فاروقی کی حقانیت پر الگ دلائل نہ بھی ہوتے تو یہی دلائل قطعیہ کافی ہیں جن میں اجماع صحابہ کرام بھی ہے۔ جبکہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے حوالہ کے علاوہ بھی خلافتِ فاروقی کی حقانیت پر مستقل طور پر کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع صحابہ کرام ہے کیونکہ آیت استخلاف ودیگر آیات قرآنیہ جو خلافت راشدہ کی حقانیت پر دلائل قطعیہ ہیں وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقانیت پر مستقل دلائل ہیں اور

ایسے ہی خلافت نبوت کے بارے میں جو احادیث نبویہ وارد ہیں وہ بھی خلافت فاروقی کی حقانیت پر مستقل دلیل ہیں۔

اور بفضلہٖ تعالیٰ خلافت فاروقی پر مستقل طور پر اجماعِ صحابہ کرام بھی ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں اکابر صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس امر میں مشورہ فرمایا تو تمام اکابر نے اس رائے کی تائید کی اور سراہا پھر جب عہد خلافت تحریر کرادیا تو حضرات صحابہ کرام نے بغیر کسی اختلاف کے بیعت کرلی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کرنے یا انہیں خلیفہ ماننے سے کسی صحابی کا انکار قطعاً ثابت نہیں ہے، تو بحمد اللہ تعالیٰ اس طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع دو مرتبہ ثابت ہوا۔

نمبر 1 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آپ کو خلیفہ مقرر کرنے سے،

نمبر 2 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی صحابی کے اختلاف نہ کرنے سے۔ وللہ الحمد

پانچویں حدیث:

امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری اور امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رقمطراز ہیں:

''اخبرنا الحسن بن یعقوب العدل، ثنا یحیی بن ابی طالب، ثنا عبد الوھاب بن عطاء، ثنا داؤد بن ابی ھند عن عامر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: دخلت علی عمر حین طعن فقلت: ابشر بالجنة یاامیر المؤمنین، اسلمت

حین کفر الناس و جاھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خذلہ الناس وقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنک راض ولم یختلف فی خلافتک اثنان وقتلت شھیدا، الحدیث۔ حدیث 4571

(المستدرک 306/3۔ الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد، ص 511)

والنظم من الاول۔ وھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت آپ کو زخمی کیا گیا۔ تو میں نے کہا: یاامیر المؤمنین آپ کو جنت کی بشارت ہو، آپ نے اسلام قبول کیا جس وقت لوگوں نے کفر کیا۔ اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا جس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد ترک کی، اور رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ آپ سے راضی تھے۔ ولم یختلف فی خلافتک اثنان۔

اور آپ کی خلافت میں دو شخصوں نے (بھی) اختلاف رائے نہیں کیا (کہ ایک آپ کی خلافت تسلیم کرتا اور دوسرا منکر ہوتا یعنی کسی ایک شخص نے بھی آپ کی خلافت کا انکار نہیں کیا) اور آپ شہید مقتول ہوئے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ جملہ: ولم یختلف فی خلافتک اثنان، اس امر پر نص ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہے۔

اور امام حاکم نے اس حدیث کے تحت اگرچہ کچھ نہیں لکھا لیکن اس حدیث کے رجال کے تناظر میں دیگر مقامات پر امام حاکم کی تصریحات اور امام ذہبی کی

موافقت کے مطابق یہ حدیث بلا شک وشبہ شرط مسلم پر صحیح ہے۔ ملاحظہ کریں:

(1) ''اخبرنا الحسن بن یعقوب العدل، ثنا یحیی بن ابی طالب، ثنا عبدالوھاب بن عطاء (الی ان قال) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا صلی احدکم فی ثوب الحدیث (الی ان قال) وھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ حدیث 958 (المستدرك 362/1)

وافقه الذھبی فی التلخیص: علی شرطھما۔

اس حدیث کی سند میں پہلے تینوں راویان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے راوی ہیں اور حاکم نے اس کو شرطِ شیخین پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی تلخیص میں حاکم کی موافقت کی ہے۔

(2) ''اخبرنا ابو الفضل الحسن بن یعقوب العدل (الی ان قال) عن داؤد بن ابی ھند (الی ان قال) قال رسول صلی الله علیه وسلم: ما من مسلمین الحدیث (الی ان قال) ھذا حدیث صحیح الاسناد علی شرط مسلم۔

حدیث 238 (المستدرك 170/1) وافقه الذھبی فی التلخیص: علی شرط مسلم

اس حدیث کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا چوتھا راوی داؤد بن ابی ہند ہے اور امام حاکم نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے جس سے واضح ہوا کہ دونوں حدیثوں پر صحت کا حکم لگانے میں امام حاکم کے تساہل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ورنہ امام ذہبی ہرگز موافقت نہ کرتے۔ اور ان چار راویان کے بعد حضرت عامر شعبی راوی ہیں جو عظیم الشان امام ہیں ان کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس بیان سے روز

روشن کی طرح واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح الاسناد ہے اگرچہ صحیحین کے رجال کے احوال کے تناظر میں خادم کتب کے لیے اس حدیث کو شرط مسلم پر صحیح قرار دینے میں کوئی مانع نہیں ہے لیکن فقیر راقم الحروف نے انہی رجال پر حاکم اور ذہبی کی تصریحات پیش کر دی ہیں تا کہ کوئی شخص دھاندلی کے زور پر مجادلہ یا مکابرہ میں واقع نہ ہو جائے۔ وللہ الحمد

خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے منکرین مذکورہ احادیث صحیحہ کی اسانید بغور دیکھ لیں ان میں ابو بکر الہذلی ہرگز نہیں ہے لہٰذا دھاندلی کے زور پر خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام کے منکرین کے لیے فرار کے تمام راستے احادیث صحیحہ نے بند کر دیئے ہیں اور ان احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ اس خلافت مبارکہ پر اجماع صحابہ کرام کی تصریحات متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فرمائی ہیں اور ان احادیث صحیحہ پر کوئی شخص صاحب عقل وخرد بقائمی ہوش وحواس طعن کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ وللہ الحمد

فیضی صاحب کی تضاد بیانی:

پہلے لکھا: اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ جملہ منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''لم یختلف علیه منا اثنان،، (ہم میں سے دو شخصوں نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اختلاف نہیں کیا تھا) حالانکہ انصار کی ایک جماعت نے کہا تھا:

''لم نبایع الا علیا۔ ہم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بیعت نہیں کریں گے،،

(شرح اسنی المطالب، ص 766)

اس سے خوب واضح ہے کہ فیضی صاحب نے اس پوری روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ پھر لکھا: بخاری، مسلم اور مسند احمد وغیرہا میں مذکور ہے کہ انہوں (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) نے سیدنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی تھی۔ کیا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر تھے؟ نہیں، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ابوبکر الہذلی کی اخباری روایت ہے۔ (شرح اسنی المطالب، ص 768)

اس سے بھی واضح ہے کہ فیضی صاحب کے نزدیک یہ پوری روایت ہی موضوع ہے اس لیے کہ اخباری روایت سے فیضی صاحب کی مراد موضوع روایت ہے کیونکہ بخاری، مسلم، مسند احمد وغیرہا کی روایت کے خلاف اور بے حقیقت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ تیسری عبارت میں ایک جملہ جس میں خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ باقی مضامین کو درست تسلیم کرلیا ہے اور دوسری قابل اعتبار احادیث سے ثابت ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

ہر چند کہ اس حدیث کی سند میں ابوبکر الہذلی ہے لیکن ''لم یختلف علیہ منا اثنان،، جملہ کے علاوہ اس روایت کے باقی مضامین دوسری قابل اعتبار احادیث سے ثابت ہیں۔ (شرح اسنی المطالب، ص 768)

جبکہ یہ کھلی تضاد بیانی ہے۔ کیسی ریسرچ اور تحقیق ہے؟

کہ راوی بھی وضاع اور دجال، کذاب فی الروایۃ ہرگز نہیں ہے البتہ ضعیف ضرور ہے اور روایت کے ایک جملہ کے علاوہ باقی مضامین دوسری قابل اعتبار احادیث سے ثابت ہونے کا اعتراف بھی ہے۔ جبکہ وہ ایک جملہ بھی احادیث صحیحہ کثیرہ کے عین مطابق ہے لیکن چونکہ اس جملہ میں خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع

صحابہ کرام بیان کیا گیا ہے جو ان محققین کو پسند نہیں ہے اس لیے روایت کو موضوع قرار دیدیا۔ نہ متن حدیث اور مضمونِ روایت ایسا ہے کہ اسے موضوع قرار دیا جاسکے اور نہ سند میں کوئی راوی ایسا ہے کہ اس کی مرویات کو ائمہ اعلام نے موضوع کہا ہو، اس کے باوجود فیضی صاحب اس روایت کے موضوع ہونے پر بضد ہیں۔

اور جس جملہ کی وجہ سے موضوع کہا ہے فقیر راقم الحروف نے اس کا حقیقت واقعیہ اور احادیث صحیحہ کثیرہ کے عین مطابق ہونا ثابت کر دیا ہے۔

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کی حقیقت بھی واضح کی جاچکی ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ فیضی صاحب حق قبول کرنے کا کب اعلان کرتے ہیں؟

ازالۂ شبہ:

فیضی صاحب نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پیچھے رہنا مشہور ہے۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ اس مشہور سے مشہور اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ مشہور لغوی مراد ہے ائمہ اعلام نے تو اس روایت کو صحیح بھی تسلیم نہیں کیا چہ جائیکہ اسے مشہور تسلیم کریں۔

اور جو مشہور، حقائق واقعیہ کے خلاف ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیا صرف مشہور ہونا حقیقت واقعیہ ہونے کی دلیل ہے؟ ہر گز نہیں۔ اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ حافظ ابن حجر قدس سرہ العزیز نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیعت صدیقی سے

تخلف (پیچھے رہنے) کو مشہور کہا ہے خلافت صدیقی تسلیم کرنے سے انکار یا اس پر اختلاف کرنے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ البتہ تمام صحابہ کرام کا خلافت صدیقی کو تسلیم کرنا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجتماع ہو جانا اور کسی صحابی کا اختلاف نہ کرنا ضرور لکھا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کی حدیث: ولیس فیکم من تقطع الاعناق الیه مثل ابی بکر کے تحت رقمطراز ہیں:

"قال الخطابی: یرید ان السابق منکم الذی لا یلحق فی الفضل لایصل الی منزلة ابی بکر، فلایطمع احد ان یقع له مثل ما وقع لابی بکر من المبایعة له اولا فی الملأ الیسیر ثم اجتماع الناس علیه وعدم اختلافهم علیه لما تحققوا من استحقاقه فلم یحتاجوا فی امره الی نظر ولا الی مشاورة اخری ولیس غیره فی ذلك مثله۔ (فتح الباری 12/182)

حاصل کلام یہ ہے کہ امام خطابی نے فرمایا: کلام مذکور سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ اے جماعت صحابہ تم میں سے جو سابق ہے کہ فضیلت میں کوئی اسے نہ مل سکے وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس کوئی شخص طمع نہ کرے کہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے واقع ہوا اس کی مثل کسی دوسرے کے لیے بھی واقع ہو جائے گا، یعنی اوّلاً جماعت قلیلہ میں ان کی بیعت کرنا پھر تمام لوگوں (صحابہ کرام) کا ان پر مجتمع ہو جانا اور ان پر اختلاف نہ کرنا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مستحق خلافت ہونا یقینی طور پر معلوم تھا جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں صحابہ کرام کو کسی غور وفکر اور مزید مشاورت کی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ اور اس امر میں کوئی دوسرا

شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثل نہیں ہے۔''

بحمد اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور کی تشریح میں امام خطابی کا کلام نقل کر کے اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے جس میں خلافت صدیقی پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجتمع ہو جانے اور اختلاف نہ کرنے کی تصریح موجود ہے۔ عبارت منقولہ میں'' ثم اجتماع الناس علیه و عدم اختلافهم علیه ''بغور ملاحظہ فرمالیں، صرف'' اجتماع الناس علیه '' کے ساتھ اکتفاء نہیں کی بلکہ'' وعدم اختلافهم علیه '' کی تصریح بھی کردی گئی ہے۔

اگر کسی شخص کے نزدیک یہ بھی خلافتِ صدیقی پر اجماع صحابہ کرام کا بیان نہیں ہے تو وہ عقل سلیم کی نعمت سے محروم ہے اور اس کا مرض لاعلاج ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اس سے بری ہیں کہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں مستقل تصریح کی ہے ملاحظہ کریں:

وعند احمد من طریق حمید بن عبد الرحمن بن عوف قال: (الی ان قال) فتکلم ابو بکر فقال: واللہ لقد علمت یا سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: وانت قاعد: قریش ولاة هذا الامر، فقال له سعد: صدقت۔

(فتح الباری 38/7)

حاصل کلام یہ ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم اے سعد تمہیں ضرور اس بات کا علم

ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور تم بھی بیٹھے تھے: قریش اس امر (خلافت) کے والی ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے سچ کہا ہے (واقعی میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔)

جبکہ مسند احمد میں اس کے بعد یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مزید یہ بھی کہا: نحن الوزراء وانتم الامراء۔ ہم وزراء ہیں اور تم امراء اور خلفاء ہو۔

لیکن افسوس ہے ان محققین پر کہ ایسی تصریحات ہونے کے باوجود حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر افتراء اور بہتان باندھے جارہے ہیں کہ انہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

گزارش یہ ہے کہ اگر خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اجماع صحابہ کرام اتنا ہی ناگوار گزر رہا ہے اور ابن حمید دجال کذاب کی روایت ''لانبایع الاعلیا،،۔ جیسی روایات سے اپنی تسکین کا سامان کرنا چاہتے ہیں اور مدارس کے طلبہ اور عوام اہل سنت کو اس عقیدہ کی تعلیم دیکر رافضی بنانا چاہتے ہیں کہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار سے بندہ سنیت سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ حضرات انصار کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا اور انہوں نے کہا تھا ہم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کریں گے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا۔ (حالانکہ یہ صریح افتراء اور بہتان ہے) تو پھر تاریخ الطبری میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ چھ ماہ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ حضرت علی مرتضیٰ نے کی اور نہ ہی کسی دوسرے

ہاشمی نے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔ ملاحظہ کریں:

قال معمر: فقال رجل للزھری: افلم یبایعه علی ستة اشھر قال لا، ولا احد من بنی ھاشم، حتی بایعه علی۔ (تاریخ الطبری 208/3)

معمر نے کہا: ایک مرد نے زہری سے کہا: کیا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی؟ تو زہری نے کہا: نہیں کی تھی اور نہ ہی (ان کے علاوہ) بنی ہاشم سے کسی نے بیعت کی، حتی کہ (چھ ماہ گزرے کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی (تو تب باقی ہاشمی حضرات نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی)

تو اس روایت کو بھی زبدہ اور شرح اسنی المطالب میں درج کیا ہوتا تا کہ زیادہ تسکین کا سامان ہو جاتا اور نمایاں سرخی دی ہوتی کہ: چھ ماہ تک کسی ہاشمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہی نہیں مانا تھا: نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

کیا اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کی فکر ختم ہو چکی ہے کہ موضوع اور جعلی روایت کی بنیاد پر اجماع صحابہ کرام کا انکار کر دیا ہے اور تاریخ کے رطب ویابس سے رافضیت کا جواز ثابت کرنا شروع کر دیا ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

شرح اسنی المطالب میں تبلیغ کردہ عقائد ونظریات کا اجمالی بیان

فیضی صاحب نے شرح اسنی المطالب کی تالیف کا اصل مقصود یہ بتایا ہے کہ ناصبیوں کی گمراہ کن تحریروں سے مدارس کے طلبہ اور عوام متاثر ہو رہے ہیں تو میں نے ضروری سمجھا کہ اسلاف کی کتب میں سے کسی کتاب کے ترجمہ اور تشریح کے ضمن میں ایسی تمام گمراہ کن تحریروں کا اپنی استعداد کے مطابق رد لکھ دیا جائے تا کہ اس کے

نتیجے میں کوئی معتدل راہ سامنے آئے۔(شرح اسنی المطالب ص818) حاصلِ کلام،

فقیر راقم الحروف کہتا ہے نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ شرح اسنی المطالب میں دجل اور فریب کی انتہاء کردی گئی ہے اور اس نظریاتی تخریب کاری اور فساد برپا کرنے کا نام اصلاح رکھ دیا ہے۔ اس لیے لازم اور ضروری ہے کہ مدارس کے طلبہ اور عوام اہل سنت کو ان لوگوں کے اصل مقصود سے آگاہ کیا جائے۔

وباللہ التوفیق: شرح اسنی المطالب میں مدارس کے طلبہ اور عوام اہل سنت کو معتدل راہ عطا کرنے کے لیے جن عقائد ونظریات کی تبلیغ کی گئی ان کا اجمالی بیان یہ ہے:

(1) شرح اسنی المطالب میں افضلیت صحابہ کرام کا انکار کیا ہے جبکہ افضلیت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (باقی تمام امت پر) قطعیاتِ اسلام سے ہے جس کے انکار کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہیہ موجود ہونے اور تمام صفات الٰہیہ کا جامع ہونے کے نظریہ کی تائید وتصویب اور تبلیغ کی گئی ہے جبکہ اس نظریہ اور عقیدہ کی بھی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہ نظریہ اور عقیدہ قطعیاتِ اسلام اور ضروریات دین کے سراسر خلاف ہے۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن عظیم سے افضل ہیں اور ایسے ہی تمام عترت (اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن عظیم سے افضل واشرف ہونے کے نظریہ اور عقیدہ کی تائید و تصویب اور تبلیغ کی گئی ہے جبکہ اس نظریہ کی بھی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

(4) خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حقانیت قطعیاتِ اسلام سے ہے اور اس کا منکر بدمذہب رافضی ہے اور خلافتِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے انکار کو سنیت کے منافی نہ

سمجھنے والا بھی بدمذہب رافضی ہے اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔

جبکہ شرح اسنی المطالب اور زبدہ میں اس نظریہ اور عقیدہ کی تبلیغ کی گئی ہے کہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا انکار سنیت کے منافی نہیں کیونکہ بعض صحابہ کرام نے بھی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو خلیفہ نہیں مانا۔ حالانکہ حضرات صحابہ کرام پر یہ صریح افتراء اور بہتان ہے کیونکہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

(5) افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترۃ المعنیٰ سے ثابت ہے اور اس پر حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و من بعدھم تمام اہل سنت کا اجماع ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور حضرت علی مرتضیٰ و تمام اکابر و مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہما قطعی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنے والے کی سزا مفتری کی حد ہے۔

اور افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے والا اہل سنت سے خارج اور مبتدع وشیعہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے والا ہے جبکہ شرح اسنی المطالب میں علمی خیانتوں اور دھاندلی کے زور پر افضلیتِ علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بعض اہل سنت کے کھاتے میں ڈال کر اسے بھی سنیت کا حصہ بنانے کی سعی مذموم کی گئی ہے۔

(6) حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ مسئلہ چھیڑنا کہ افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق ہیں یا حضرت علی مرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہما یہ سراسر دھاندلی اور مکاری ہے کیونکہ شرح اسنی المطالب میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ بنوہاشم ماسوا انبیاء کرام علیہم السلام کے پوری انسانیت سے افضل ہیں۔ تو اس کے مطابق تا قیامت ہونے والا بنوہاشم کا ہر فرد،

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت تمام غیر ہاشمی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہے اور پھر ہر فاطمی باقی تمام بنو ہاشم سے افضل ہے، تا آخر

لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلك۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ یہ صرف وہ نظریات وعقائد ہیں جن کے بارے میں فقیر راقم الحروف نے اس تحریر میں کچھ لکھا ہے جبکہ شرح اسنی المطالب میں ان افکار و نظریات کے علاوہ بھی بہت سارے گمراہ کن نظریات وعقائد کی تبلیغ کی گئی ہے

یہ فیضی صاحب کے نزدیک ناصبیوں کی گمراہ کن تحریرات کارد ہے اور مدارس کے طلبہ وعوام اہل سنت کے لیے ہدایت کا سامان اور معتدل راہ ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

گزارش یہ ہے کہ شرح اسنی المطالب اور زبدۃ التحقیق اور اس طرح کی دوسری کتب میں تبلیغ کردہ عقائد و نظریات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ کتب عقائد اہل سنت کی ترجمانی کے لیے نہیں لکھی گئیں اور نہ ہی (ان کتب میں تبلیغ کردہ عقائد و نظریات پر آگاہی کے بعد) کوئی صاحب عقل و خرد بقائمی ہوش وحواس، ان کتب کے مصنفین کو سنی یا سنیت کے ترجمان تصور کرسکتا ہے بلکہ دین متین کا ادنیٰ خادم بھی بخوبی سمجھ رہا ہے کہ یہ کتب مدارس اہل سنت کے طلبہ اور عوام اہل سنت کو بد مذہب اور گمراہ کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔

اور لوگوں کو باطنی طور شیعہ اور رافضی بنانا مقصود ہے اور مکاری اور دھاندلی سے اس گمراہی کا نام سنیت رکھے ہوئے ہیں اور حب اہل بیت وفضیلت وعظمت اہل بیت کی آڑ میں یہ گمراہی پھیلائی جارہی ہے جبکہ بفضلہٖ تعالیٰ شریعت مطہرہ کی حدود کے

اندر رہتے ہوئے اہل بیت کی محبت اور فضیلت وعظمت کے حوالہ سے اہل سنت کو کسی دوسرے کی تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے اور صراط مستقیم سے ہٹ کر افراط وتفریط میں مبتلا ہونا جائز ہی نہیں ہے جبکہ صاحب زبدہ اور شارح اسنی المطالب شیعہ اور روافض والے غلو میں اہل سنت کو بھی مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی شخص راہ اعتدال اپنانے کی اور اس غلو اور گمراہی سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہے اور عقیدۂ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مضبوطی سے تھامنے کی گزارش کرتا ہے تو اس پر ناصبی اور خارجی ہونے کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔نعوذ باللہ من ذلك۔

جبکہ ان کی سنیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تمام صفات الٰہیہ موجود ہیں اور وہ تمام صفات الٰہی کے جامع ہیں حالانکہ تمام صفات الٰہیہ میں الوہیت اور واجب الوجود اور قدیم وخالق ہونا بھی ہے۔

اور ان کی سنیت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تمام اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم سے بھی افضل واشرف ہے۔اور خلافت شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے انکار سے بھی ان کی سنیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

اور ان کی سنیت میں قیامت تک ہونے والا بنو ہاشم کا ہر فرد خواہ وہ علم وعمل کے میدان میں صفر ہو بلکہ کیسا ہی بدعمل کیوں نہ ہو، وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم وحضرت عثمان بن عفان ذوالنورین اور غیر ہاشمی جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہے۔نعوذ باللہ من شرھم

اور ان لوگوں کی مذکورہ کتب پر تائیدات اور تقریظات لکھنے والے اور ان مصنفین کو سنی صحیح العقیدہ قرار دینے والے اس گمراہی پھیلانے کے ظلم میں ان کے

معاون ومددگار بن رہے ہیں تاوقتیکہ اپنی تائید وتصویب اور تقریظ سے رجوع کا تحریری اعلان کر کے ان کے شر سے لوگوں کو آگاہ نہ کریں۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب وما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلیٰ اٰله وازواجه واصحابه اجمعین

حررہ العبد الفقیر الی اللہ الغنی

نذیر احمد السیالوی

عفی اللہ تعالیٰ عنه ورزقه واحبابه حسن الخاتمة

خادم الجامعة المحمدیة المعینیة

فیصل آباد، پاکستان

22 صفر 1438ھ

23_11_2016

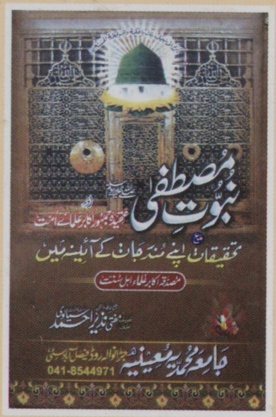
حضراتِ علمائے اہل سنت کی خدمت میں:

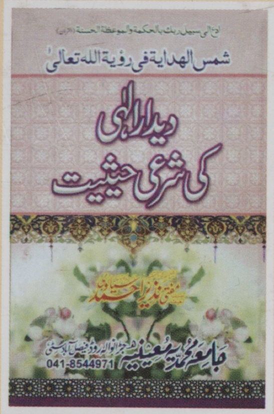
گزارش یہ ہے کہ غیر اسلامی افکار و نظریات کی ترویج و تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے اہل باطل تمام وسائل اور ذرائع ابلاغ استعمال کر رہے ہیں۔ اس لیے علمائے حق کا اہم فریضہ ہے کہ ایسے لوگوں کے مغالطات اور تزویرات کے جوابات کے لیے حسبِ استطاعت تمام ذرائع ابلاغ بروئے کار لائیں اور اہل اسلام کو ضلالت اور گمراہی سے بچانے کی سعی مشکور فرمائیں اور مفید کتب پڑھنے کی تاکید اور حسبِ موقع نشاندہی بھی ضرور فرمائیں اور زیر نظر کتاب:

مناقب الخلفاء الراشدین مع عقائد العلماء الربانیین

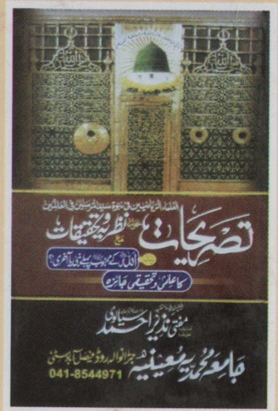
کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ اس کو واقعی طور پر مذہب اہل سنت کی ترجمان یقین کریں اور طلباء و عوام الناس کے گمراہی سے بچنے کا ذریعہ سمجھیں تو اپنے حلقۂ احباب اور اپنے خطابات میں بھی اس کے مطالعہ کی سامعین کو تاکید فرمائیں اور بالخصوص انٹرنیٹ پر آنے والے خطابات میں اس کے حوالہ جات اور تعارف نہایت مفید رہے گا اس لیے کہ دوسرے لوگوں کی تقریرات کی انٹرنیٹ پر بھرمار ہے تو ان کی مدلل جوابی کارروائی میں علمائے حق اپنا فریضہ بھرپور طریقہ سے ادا کریں۔

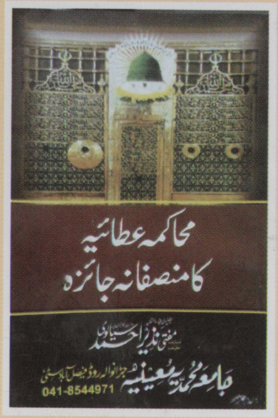
جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

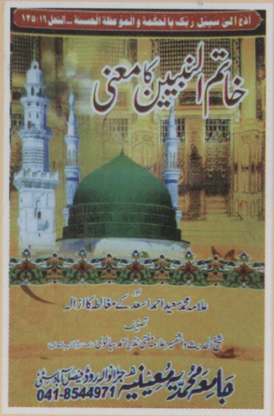












اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم